New Era Magazine
NEW ERA MAGAZINE
میں گھلی ہوئی تیرے عشق میں
از قلم اقراء اشرف
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مکمل ناول)

میں کملی ہوئی تیرے عشق میں

از اقراء اشرف

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیوا یرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین

☆☆☆☆☆

وہ جاگنگ ٹریک پر بھاگ رہا تھا۔جب کہ ہاتھ میں موجود فون کی اسکرین روشن ہوتی اور پھر تھوڑی دیر بعد بجھ جاتی۔اور یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہتا اگر سامنے سے کسی سے ٹکر لگنے پر اس کے ہاتھ میں موجود موبائل نیچے نہ گرتا۔

"ہے۔۔۔آر یو اندھے؟"

وہ جو حیرت سے نیچے گرے ہوئے اپنے موبائل کو تک رہا تھا سامنے والے کی غصے بھری آواز پر اسے دیکھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ جان صفدر تھا۔لیکن اسے اپنے نام کے ساتھ صفدر لگانا پسند نہیں تھا۔وہ ہنس مکھ طبیعت کا مالک تھا۔نہ صرف خود خوش رہتا بلکہ دوسروں کو بھی اپنی باتوں اور شرارتوں سے خوش رکھتا تھا۔لیکن کیا وہ واقعی ہنس مکھ تھا۔

"کیا ہے ہاں؟۔۔۔ٹریک پر اچانک سے پتا نہیں کہاں سے ٹپک کر میرے سامنے آئے اور میرا موبائل بھی گرا دیا اور اب الٹا اندھا بھی مجھے ہی کہہ رہے ہو۔"

وہ سامنے والے شخص کی انگریزی لہجے میں آدھی انگریزی اور آدھی اردو پر بمشکل اپنی ہنسی کو روک پایا تھا۔اور پھر اس کو گھورتے ہوئے بولا۔

وہ عائث شاہ تھا۔ سکھر کے ایک گاؤں کے سردار قاسم شاہ کا اکلوتا بیٹا۔۔۔ قاسم شاہ کی آنکھوں کا تارا اور بتول بیگم کی جان۔۔۔اس حویلی کا چشم وچراغ۔۔۔عائث شاہ۔ کسی کی اونچی آواز برداشت کرنا اس کی شان کے خلاف تھا۔اور یہ عادت اس نے قاسم شاہ سے چرائی تھی۔پھر وہ کیسے جان کو بخش دیتا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سامنے والا بے اختیار سر کھجانے لگا۔پھر جلدی سے نیچے جھک کر اس کا موبائل اٹھایا اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

"یہ لو اپنا موبائل۔۔۔دیکھ لو کہیں سے بھی نہیں ٹوٹا اور ہاں میں تو اس لیے تمہارے سامنے ٹپکا تا کہ تمہیں بتا سکوں کہ تمہارے بابا سائیں کی 21 مس کالز آچکی ہیں۔"

وہ اس کے ہاتھ میں موبائل تھما کر اب سیٹی بجاتے ہوئے اس کا اوپر سے نیچے تک جائزہ لینے لگا۔

"ویسے میرا نام جان ہے۔"

اس نے اس کو موبائل میں مصروف دیکھا تو خود ہی بولنے لگا اور ساتھ ہی اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ جبکہ وہ جو پریشانی سے اب اپنے بابا سائیں کا نمبر ملا رہا تھا بس آہستہ سے سر ہلا گیا۔ جس پر جان تلملایا.

"اوہیلو۔۔۔ مسٹر۔۔۔ آسمان سے اترے کوئی شہزادے ہو تم جو اتنے نخرے دکھا رہے ہو۔"

اس کی بات پر اس نے موبائل کان سے ہٹایا اور اس کی طرف نا سمجھی سے دیکھا پھر سمجھ آنے پر جلدی سے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"اوہ ویری سوری۔۔۔میں پریشانی میں کچھ سمجھ نہیں پایا تھا۔میں عائث شاہ ہوں۔"

اس نے شرمندگی سے بولتے ہوئے اپنا تعارف کروایا تو جان نے دیر کیے بغیر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ہمم۔۔۔نائس نیم۔"

جان کے کہنے پر عائث ہلکا سا مسکرایا. جب کے اب وہ پھر سے موبائل پر باباسائیں کو کال کرنے لگ گیا۔اور اس بار ادھر سے کال پک کرلی گئی تھی۔

"اسلام علیکم باباسائیں۔۔۔کیسے ہیں آپ؟اور سوری باباسائیں موبائل سائلنٹ پر تھا تو آپ کی کال نہیں دیکھ پایا۔"

دوسری طرف جیسے ہی کال اوکے کی گئی تو وہ جلدی جلدی بولنے لگا۔اور ساتھ ہی وہ ٹریک سے ہٹ کر ایک درخت کے نیچے رکھے بینچ کی طرف بڑھا۔

”ارے ارے سانس تو لو نا عائث۔ ایسا بھی کیا ہو گیا بابا۔ دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے۔“

دوسری طرف سے قاسم شاہ نے سندھی لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا تو عائث بھی مسکرا دیا۔

”اماں سائین کیسی ہیں؟“

اس نے ملائم لہجے میں اپنی ماں کے بارے میں پوچھا تو جان جو اس کے سامنے والے بینچ پر آ بیٹھا تھا وہ بے اختیار عائث کا چہرہ دیکھنے لگا۔

”جی جی بابا سائیں میں بس کل ہی سکھر کے لیے نکلتا ہوں۔ چلیں اب میں فون رکھتا ہوں۔“

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائشہ کچھ دیر ارد گرد سے بے نیاز قاسم شاہ سے باتیں کرتا رہا اور پھر فون رکھا تو سامنے جان کو خود کو محویت سے دیکھتے ہوئے پایا۔

”ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟“

عائشہ نے مسکراتے ہوئے اس کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ چونکا تو عائشہ کو اس کے چہرے کے تاثرات کچھ عجیب سے لگے۔ لیکن جان نے فوراً خود کو سنبھالا اور گلا کھنکھارتے ہوئے بولا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”کہاں رہتے ہو؟“

”شاہی کالونی۔“

عائشہ نے جان کے سوال کا جواب دیا تو وہ پر جوش ہوا۔اور خوشی سے بولا۔

"اوہ میں بھی وہیں رہتا ہوں۔ واہ یہ تو اچھا ہو گیا۔"

جان نے تالی بجاتے ہوئے کہا اور کھڑا ہو گیا۔

"چلو میں چلتا ہوں۔ پھر شام کی چائے پر ملتے ہیں۔"

جان نے لاپرواہی سے اپنے دونوں ہاتھ اوپر کر انگڑائی لی اور بینچ کے اوپر سے چھلانگ لگاتے ہوئے بینچ کے اس پار جا کھڑا ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ایکسکیوز می۔۔۔"

عائث کھڑا ہوا اور حیرانی سے بولا۔

"یس۔۔۔ ایکسکیوز۔۔۔ اوکے بائے۔۔۔ شام کو ملتے ہیں۔ اور ہاں چائے کے ساتھ کباب بھی فرائی کروالینا۔ واہ شام کی چائے اور ساتھ کباب مزہ ہی آجائے گا۔"

جان پورے اعتماد سے بولتے ہوئے عائث کو وہیں ہقابقا چھوڑ کر جا چکا تھا۔

”عجیب انسان ہے۔جان نہ پہچان میں تیرا مہمان۔۔۔ہنہ۔۔۔چائے کے ساتھ کباب بھی فرائی کروالینا۔“

عائث نے جھنجھلاتے ہوئے گردن جھٹکی۔اور پھر وہ بھی شاہی کالونی کی طرف بڑھ گیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

....

”اوئے کون ہو تم اور کیوں ہمارا راستہ روکا ہوا ہے؟“

اس نے غصے سے سامنے موجود کندھے سے بندوق ٹانگے لوفروں کی طرح دیکھتے ہوئے شخص سے پوچھا۔جو اچانک سے ان کے راستے میں آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"آہلہ چھوڑ نہ اس کو یہ تو ہے ہی آوارہ انسان، اس سے بھی کیا بحث کرنی۔ چل تو میرے ساتھ۔"

اس کی دوست نے اس شخص کے تیور دیکھتے ہوئے اس کے کان میں کہا اور اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے دوسری طرف سے گزرنے لگی۔ لیکن وہ شخص پھر سے ان کے راستے میں آگیا۔

"دیکھ لیا سکھاں اس کو چھوڑ دینے کا انجام۔۔۔اور تمہیں شرم نہیں آتی۔۔۔اور کچھ منہ سے پھوٹو گے کہ ہمارا راستہ کیوں روکا ہوا ہے تم نے؟"

وہ آہلہ تھی' آہلہ ارباز۔ اس نے غلط کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہونا سیکھا تھا۔ تو کیسے وہ کسی شخص کا بلاوجہ اپنا راستہ روک کر کھڑا ہونے پر چپ ہو جاتی۔

”بڑی اکڑ آگئی ہے تجھ میں پڑھ لکھ کر۔او بات سن میری تو کہیں سے بھی پڑھ لکھ کر آ۔۔۔رہے گی تو اسی گاؤں کے سردار شاہ سائیں کے نوکر کی بیٹی۔“

وہ شخص بولتے بولتے اچانک خاموش ہوا۔اور اس کو خاموش کروانے والا وہ تھپڑ تھا جو آہلہ نے کھینچ کر اس کے گال پر مارا تھا۔

”تو تم ہو وہ گھٹیا انسان،جو میری دوست سکھاں کو تنگ کرتے ہو۔ویسے حیرت کی بات ہے۔اس کی ماں نے تمہیں اس کا رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا۔لیکن تم میں زرا بھی شرم نہیں ہے دلدار۔لگتا ہے تمہیں عزت راس ہی نہیں آتی۔اور اب دیدے پھاڑے کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔ہٹو سامنے سے۔۔۔اور آئندہ سکھاں کے راستے میں آنے کی کوشش کی نہ تو تمہاری ٹانگیں توڑ کر تمہارے ہاتھوں میں دے دوں گی۔“

وہ غصے سے بولتے ہوئے سکھاں کا ہاتھ پکڑے اب دوسری طرف سے نکلتی چلی گئی۔

جبکہ دلدارا ابھی تک منہ پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کے منہ پر کسی نے تھپڑ مارا ہے اور وہ بھی ایک لڑکی نے۔

"یہ تو تم نے اچھا نہیں کیا لڑکی۔اب دیکھو کہ میں تمہارے ساتھ کرتا کیا ہوں۔"

وہ غصے اور نفرت سے زمین پر تھوکتے ہوئے بولا۔اور زور سے ایک پاؤں زمین پر مارا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

....

"شگفتہ۔۔۔او شگفتہ۔۔۔کہاں مر گئی ہے تو۔۔۔کب سے بلا رہی ہوں۔مگر مجال ہے جو یہ سن لے۔"

سعدیہ بیگم کب سے ملازمہ کو آوازیں دے رہی تھیں۔ جبکہ وہ یہ بھول گئیں کہ اس کو خود ہی انہوں نے پلوشے کو جگانے بھیجا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد شگفتہ ہانپتی کانپتی سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آئی۔

"جی جی بیگم سائین، میں حاضر۔"

ملازمہ سندھی لہجے میں بولی۔

"کہاں تھیں تم۔۔۔ کب سے آوازیں لگا رہی ہوں۔"

سعدیہ بیگم نے غصے سے پوچھا۔

"وہ بیگم سائیں ن آپ نے ہی مجھے چھوٹی بی بی کو جگانے بھیجا تھا۔ وہ جی، وہ نہیں اٹھ رہی ہیں۔ مجھے ڈانٹ کر بھیج دیا۔"

ملازمہ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''اچھا' جا جا ب زیادہ باتیں نہ بنا۔ بہت بولنا آگیا ہے تمہیں۔''

سعدیہ بیگم نے ہاتھوں کے اشارے سے اسے جانے کا کہا۔ ملازمہ تو جیسے اسی حکم کی منتظر تھی۔ تیزی سے وہاں سے غائب ہوئی تھی۔

''میں خود دیکھوں جا کر' یہ لڑکی میرا ناک کٹوائے گی۔ دن چڑھے سوتی رہتی ہے۔ اس گھر کی روایات تو بھول ہی گئی ہے۔ اس کے بابا سائیں کو پتا چلا تو میری جان کو آجائیں گے۔''

سعدیہ بیگم بڑبڑاتے ہوئے اوپر پلوشے کے کمرے تک آئیں اور دروازہ کھٹکھٹایا۔

''اب کیا موت آپڑی ہے تجھے شگفتہ کیوں تو۔۔۔اماں سائین آپ۔۔۔''

اس نے غصے سے اس بار بھی شگفتہ سمجھ کر بولتے ہوئے دروازہ کھولا تو سامنے سعدیہ بیگم کو کھڑے دیکھ کر اپنی زبان کو بریک لگائی۔

''ہاں میں، کتنی بار تجھے شگفتہ جگا جگا کر گئی ہے لیکن مہارانی کو ابھی اور سونا تھا اس لیے مجھے خود آنا پڑا۔ پلوشے کیوں اپنے بابا سائیں کے غضب کا شکار ہونا چاہتی ہو۔ تم نے ابھی ان کا پیار دیکھا ہے غصہ نہیں۔ انہیں لگتا ہے کہ ان کی بیٹی صبح سویرے اٹھ کر ماں کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ اور بہت سگھڑ اور سمجھدار ہے۔ انہیں کیا پتا کہ ادھر مہارانی کو سونے سے ہی فرصت نہیں۔''

سعدیہ بیگم بہت غصے میں بول رہیں تھیں۔

''اوہ بس کر دیں اماں سائین، میں پلوشے شاہ ہوں۔ نیاز شاہ کی بیٹی، اس گاؤں کے سردار کی بیٹی۔ مجھے یہ سب کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آخر یہ اتنے ملازم کس لیے ہیں۔''

پلوشے کے لہجے میں غرور بول رہا تھا۔ سعدیہ بیگم اسے گھورتے ہوئے وہاں سے چلی گئیں۔ وہ پھر سے دروازہ بند کر کے واپس مڑی اور کمرے کے وسط میں کھڑی ہو کر ایک دیوار پر لٹکی ایک بڑے فریم میں موجود تصویر کو مسکراتے ہوئے دیکھنے لگی۔

"کب آئیں گے آپ عائث شاہ' اور کتنا انتظار کروں۔۔ خیر۔۔۔ جب بھی آئیں۔۔۔ آنا تو آپ کو میرے ہی پاس ہے۔۔۔ کیونکہ آپ میرے ہیں۔ اور میں جانتی ہوں آپ ہمیشہ میرے ہی رہیں گے' صرف پلوشے شاہ کے۔"

وہ مغرور مسکراہٹ کے ساتھ عائث شاہ کی تصویر کو دیکھتے ہوئے پورے یقین سے بولی تھی. کیونکہ وہ پلوشے شاہ تھی۔ اور اسے لگتا تھا کہ پلوشے شاہ جو چاہے وہ حاصل کر سکتی ہے۔

•••••••••••••••

”ویسے تجھے یہ نہیں کرنا چاہیے تھا آہلہ‘ تو جانتی ہے نہ یہ دلدار نامی شخص جب دشمنی پر آجائے تو بلا کی طرح چمٹ جاتا ہے۔ تو نے اس کو تھپڑ مار کر اپنے لیے مصیبت کھڑی کر لی ہے۔“

سکھاں بہت ڈری ہوئی تھی۔ اور خوف سے اپنے ساتھ چلتی آہلہ کو بول رہی تھی۔ جبکہ آہلہ اس کی بات کا کوئی جواب دیے بغیر خاموشی سے چلتی رہی۔

”کچھ تو بول‘ تجھے ڈر نہیں لگ رہا دلدار سے۔ تو نے اس کی آنکھیں دیکھی تھیں۔ کیسا خون پلٹ آیا تھا اس کی آنکھوں میں تمہارے تھپڑ مارنے پر‘ پتا نہیں کیا کرے گا اب وہ۔“

سکھاں اس کو خاموش دیکھ کر بولی اس کے لہجے میں ابھی بھی خوف بول رہا تھا۔

''کیا بولوں میں سکھاں؟اور کیا میں اس کو کرنے دیتی جو وہ کرنا چاہتا تھا؟مرد ہے تو کیا کسی بھی لڑکی کا راستہ روک کر کھڑا ہونے کا حق مل گیا اس کو؟اور کیا کر لے گا وہ' اگر اس میں زرا سی بھی غیرت ہوئی تو اب تمہارے سامنے آنے سے بھی کترائے گا۔''

وہ سکھاں کو دیکھتے ہوئے بولی۔وہ دونوں اب گھر کے قریب آ چکی تھیں۔دونوں کا گھر ساتھ ساتھ تھا۔بس بیچ میں ایک دیوار دی گئی تھی۔اس دیوار کے درمیان بھی ایک چھوٹا سا دروازہ موجود تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''پھر بھی آہلہ' جب تک اس گاؤں میں دلدار جیسے آوارہ مردوں کا راج ہے تب تک اس گاؤں میں جہالت کا راج رہے گا۔اور دلدار خطرناک آدمی ہے۔تیرے لیے مسلئہ کھڑا ہو سکتا ہے۔وہ بدلہ لے کر رہے گا۔''

سکھاں آہلہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے سمجھانے والے انداز میں بولی تو آہلہ نے گردن جھٹکی۔

"سکھاں یہی تو ہماری غلطی ہے. ہم کیوں اس جہالت کا حصہ بنے ہوئے ہیں. کیوں اپنے حق کی خاطر آواز اٹھانے سے ڈرتے ہیں. اس گاؤں کے مرد کچھ بھی کریں. تب کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا. اور عورتیں ان مردوں کا حکم ماننے سے انکار کریں تو سب کی غیرت جاگ اٹھتی ہے. خیر چھوڑو ان سب باتوں کو اور میرے لیے پریشان مت ہونا."

وہ سکھاں کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ نرمی سے چھڑواتی ہوئی اپنے گھر کے دروازے کی طرف بڑھی. تو سکھاں جلدی سے بولی.

"ارے کہاں چلی... آ جا آج ناشتہ ہمارے گھر کر... اماں نے ساگ بنایا ہے. روٹی کے ساتھ ساگ اور مکھن تو تمہیں بہت پسند ہے نہ... اماں نے کہا تھا کہ واپسی پر آہلہ کو یہیں لیتی آنا."

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سکھاں نے آہلہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور اپنے گھر کا چھوٹا اور بوسیدہ لکڑی کا دروازہ پیچھے کی طرف دھکیلتے ہوئے اندر بڑھ گئی. جب کہ آہلہ بھی ساگ اور مکھن کا سن کر پر جوش ہو گئی.

وہ میٹرک کے بعد گاؤں میں کالج نہ ہونے کے باعث شہر چلی گئی تھی. وہاں وہ اپنے بابا ارباز کی ایک کزن کے گھر رہتی تھی. اب وہ گریجوئیشن کر چکی تھی. اور کل ہی واپس آئی تھی.

....

وہ اپنے کمرے میں موجود الماری سے اپنی شرٹس اور کچھ اور ضروری چیزیں سوٹ کیس میں رکھ رہا تھا. کیونکہ کل صبح ہی اسے سکھر کے لیے نکلنا تھا. ابھی وہ پھر سے الماری کی طرف بڑھا ہی تھا کہ باہر کے دراوزے پر دستک ہوئی. وہ حیران ہوا کہ اس وقت کون ہو سکتا ہے.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کب سے دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں. اب تو ساتھ والی آنٹی بھی دروازے سے مجھے گھور گھور کر دیکھ رہی ہیں. ارے اب آنے بھی دو گے اندر...."

جان اس کے دروازہ کھولتے ہی بولنا شروع ہو گیا. اور پھر عائث کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہو گیا. جبکہ عائث ابھی تک دروازے پر ہاتھ رکھے خاموشی اور حیرت سے اسے دیکھتا رہا.

"اوہ ہیلو... کبھی کوئی خوبصورت لڑکا نہیں دیکھا کیا...اور دیکھو میں ایک شریف لڑکا....."

"تمہیں کس نے بتایا کہ میں اس فلیٹ میں رہتا ہوں؟"

عائث اس کی بات کاٹ کر جلدی سے بولا.

”بھئی...آج کل کسی کے گھر کا ایڈریس ڈھونڈنا کوئی مشکل کام تو نہیں ہے.ان سب باتوں کو چھوڑو اور جلدی سے چائے اور کباب حاضر کرو.اس چکر میں میں نے آج دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا.“

جان نے کندھے اچکاتے ہوئے اس کے سوال کو نظرانداز کیا اور صوفے پر بیٹھتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں بولا. جبکہ عائث اس کی لاپرواہی پر حیران ہوا.

”لیکن میں نے تو کوئی چائے اور کباب نہیں بنائے.“

عائث نے الجھتے ہوئے کہا. تو جان نے آنکھیں پٹپٹائیں.

”کیا مطلب...ابھی صبح ہی تو ہماری ملاقات ہوئی اور ہم نے طے کیا تھا کہ شام کی چائے تمہارے گھر میں مل کر پیئیں گے.“

جان نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا. جبکہ عائث کو اپنی اور جان کی صبح کی ملاقات یاد آئی.

"ہم نے نہیں... تم نے کہا تھا. اور مجھے کیا پتا تھا کہ تم واقعی یہاں آ جاؤ گے. میرا مطلب ہے کہ....."

عائث کچھ الجھتے ہوئے بولا. تو جان نے اسکی بات کاٹی.

"بس بس یہ میسا منہ نہ بناؤ... مجھے پتا تھا کہ تم یہ اہتمام کبھی نہیں کرو گے اس لیے میں نے خود ہی رات کے لیے کھانا آرڈر کر دیا ہے. ہماری نئی نئی دوستی ہے. میرا خیال ہے ایک ڈنر تو بنتا ہے. لیکن پیسے تم ہی دینا. میرے پاس نہیں ہیں."

جان نے مزے سے کہتے ہوئے عائث کو شرارت بھری نظروں سے دیکھا. جب کہ عائث تلملا کر رہ گیا.

اب ایسے کیوں گھور رہے ہو. تم ایک ڈنر نہیں کروا سکتے اپنے نئے نویلے دوست کو.“

جان نے اس کو مسلسل خود کو گھورتے ہوئے دیکھ کر ڈھٹائی سے کہا. پھر اس کو خاموش دیکھ کر خود ہی اٹھ کر کچن کی طرف بڑھا. تو عائث جلدی سے بولا.

”اب ادھر کہاں جا رہے ہو؟“

”چائے بنانے جا رہا ہوں. ہماری دوستی کی خوشی میں پہلی چائے میری طرف سے. اب تم بھی تو ڈنر کروا رہے ہو نہ تو میں اتنا بھی نہیں کر سکتا کیا.“

جان اونچی آواز میں کہتے ہوئے کچن میں داخل ہوا. جب کہ پیچھے لاؤنج میں موجود عائث اس جان نامی بلا کے زبردستی اپنے سر پر مسلط ہونے کی وجہ سے جھنجھلا کر رہ گیا تھا. پھر وہ بھی اٹھ کر کچن کی طرف بڑھا. کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں جان کچن میں پھیلاوا نہ کر دے. اسے اپنے گھر میں کسی قسم کی بے ترتیبی پسند نہیں تھی.

”تمھیں کس نے کہا کہ ہم دوست ہیں؟“

عائث فریزر کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے بولا. وہ جان کو صفائی اور سلیقے سے کام کرتا دیکھ کر حیران ہوا تھا. یہ اسکی لاپرواہ شخصیت کے متضاد تھا. اسی لیے عائث کا حیران ہونا بنتا تھا.

”میں نے کہا...اب تم تو کہنے سے رہے. ویسے اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ اس طرح کی باتیں کر کے تم آج رات کا ڈنر گول کر دو گے. تو یہ تمہاری بھول ہے.“

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جان نے اسکی طرف دیکھے بغیر کہا. اور ساتھ ساتھ وہ چائے بنانے میں بھی لگا رہا.

”میرا کوئی دوست نہیں ہے.“

عائث نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پھر کہا. تو جان اسکی طرف پلٹا.

”تو اس میں اتنا اداس ہونے کی کیا بات ہے. اب سے میں ہوں نہ تمہارا دوست...“

جان کی بات پر عائث نے اسے گھورا.

”میرا کوئی دوست اس لیے نہیں ہے کیونکہ مجھے دوست بنانا پسند نہیں ہے.“

عائث نے سنجیدگی سے جواب دیا.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”تو بس پھر مبارک ہو اب تم بھی دوست والے بن گئے ہو.“

جان نے تالی بجاتے ہوئے کہا اور چائے کی طرف پلٹا. جبکہ عائث اس عجیب و غریب انسان کو دیکھ کر جھنجھلایا. پھر پیر پٹختے ہوئے کچن سے باہر نکلا. جبکہ جان اس سے بے نیاز اب چائے کپ میں انڈیل رہا تھا.

•••••••••••••••

”بی بی سائین...بی بی سائین....“

ملازمہ نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بتول بیگم کو پکارا تو وہ حیران ہوئیں.

”بختاں کیوں اتاولی ہوئی پھر رہی ہو..ایسا بھی کیا ہو گیا ہے؟“

بتول بیگم نے سختی سے پوچھا تو بختاں بولی.

”وہ بی بی سائین... چھوٹے سائیں آ گئے ہیں جی.“

بختاں کی بات سن کر بتول بیگم جلدی سے کھڑی ہوئیں.

”کیا تم نے خود دیکھا میرے لال کو؟“

بتول بیگم کے پوچھنے پر بختاں نے زور زور سے ہاں میں سر ہلا دیا.

"بی بی سائین میں نے گاڑی دیکھی ہے جی انکی... بڑے گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی."

بختاں کی بات سن کر بتول بیگم باہر کی طرف دوڑنے والے انداز میں بڑھیں. اور یہ پہلی بار نہیں تھا. عائث شاہ جب بھی آتا بتول بیگم اس کے استقبال کے لیے دوڑی چلی جاتیں.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بتول بیگم نے دور سے ہی عائث شاہ کو دیکھ کر اپنے بازو وا کر دیے. اور عائث شاہ ہمیشہ کی طرح بھاگتا ہوا ان کی بانہوں میں آسمایا.

"میری پیاری اماں سائین کیسی ہیں آپ؟"

اس نے ماں کے سر پر پیار سے بوسہ دیتے ہوئے کہا تو بتول بیگم کی آنکھیں چھلک پڑیں.

"تمہیں دیکھ لیا ہے نہ اب عائث تو سمجھو چنگی بھلی ہو گئی ہوں... عائث بس بہت رہ لیا تم نے کراچی... اب واپس آجاؤ ہمیشہ کے لیے... اب اور دور نہیں رہا جاتا میرے لال."

بتول بیگم نے بھیگے لہجے اور نم آنکھوں سے کہا تو عائث تڑپ اٹھا.

"اماں سائین آپ کو پتا ہے نہ جب آپ روتی ہیں تو میرا دل پھٹنے لگتا ہے. مجھے تکلیف ہوتی ہے."

عائث شاہ نے بے چینی سے کہا تو بتول بیگم بیٹے کی اس قدر محبت پر سرشار ہو گئیں. اور اس کا ماتھا چوم کر بولیں.

"بس تو پھر میری بات مانو... اور اب واپس مت جانا. تمہاری پڑھائی تو کب کی ختم ہو گئی ہے نہ تو بس اب یہیں رہو اپنی ماں کے پاس."

عائث شاہ اپنی ماں کی بات پر دھیرے سے مسکرا دیا. اس نے فون کر کے بتایا تھا کہ اس کا گریجوئیشن مکمل ہو گیا ہے. تو بتول بیگم سمجھیں کہ اس کی پڑھائی مکمل ہو گئی ہے.

عائث ماں کو کندھوں سے تھامتے ہوئے اندر حویلی کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے بولا.

”اماں سائین... آپ کا حکم سر آنکھوں پر... بھلا پہلے کبھی آپ کی کسی بات کا انکار کیا ہے جواب کروں گا.“

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائث کے لہجے میں ماں کے لیے اس قدر محبت دیکھ کر ساتھ چلتی بختاں کا دل بھر آیا. اسے اس وقت ماضی یاد آگیا تھا. وہ اس خوبرو جوان کو دیکھ کر بتول بیگم کی قسمت پر رشک کرتے ہوئے ہوئے وہاں سے ہٹ گئی.

”اچھا مجھے یہ بتائیں کہ بابا سائیں کہاں ہیں؟“

عائث نے قاسم شاہ کی غیر موجودگی محسوس کی تو بتول بیگم سے پوچھا.

"پتا نہیں عائث... تمہارے بابا سائیں کہیں جاتے ہوئے مجھے آج تک کبھی بتا کر گئے ہیں جو آج بتا کر جائیں گے. آج صبح ہی صبح کہیں چلے گئے تھے. اور اب رات ہونے کو آئی ہے ان کی کوئی خبر نہیں۔"

بتول بیگم نے اداس مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو عائث اس اداسی کا اثر زائل کرنے کے لیے جلدی سے بولا.

"اماں سائین.. اور کہاں جانا ہے بابا سائیں نے ڈیرے پر ہوں گے اپنے... آپ کو پتا تو ہے گاؤں کے لوگ ان کو اپنی پریشانیاں اور مسئلے مسائل بتانے آتے رہتے ہیں. تو بس اسی لیے ہی وہ دیر سے آتے ہیں. اور اب تو میں آ گیا ہوں نہ تو اب یہ اداسی مجھے آپ کے چہرے پر نظر نہ آئے."

عائث نے مسکراتے ہوئے کہا تو بتول بیگم اس کے چہرے کو دیکھنے لگیں. عائث کے ابرو اچکانے پر انہوں نے سر جھٹکا اور بولیں.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''ہاں بلکل میرے لال کے ہوتے ہوئے بھلا مجھے اداس ہونے کی کیا ضرورت ہے. اور تم آنے سے پہلے بتادیتے تو آج میں سارے کھانے تمہاری پسند کے بنواتی.''

بتول بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو عائث مسکرا دیا.

''اماں سائین میں نے باباسائیں کو بتادیا تھا. شاید وہ آپ کو بتانا بھول گئے. اور کھانوں کا کیا ہے اب تو میں ادھر ہی ہوں تو میں جانتا ہوں کہ اب میری پیاری اماں سائین روز میرے ہی پسند کے کھانے بنوائیں گی.''

اس نے دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو بتول بیگم بھی ہلکے سے مسکرا دیں. جب کہ عائث کا دل کیا کہ وہ ہمیشہ ایسے ہی مسکراتی رہیں.

وہ بچپن سے ہی بتول بیگم کے بہت قریب تھا. اور اس میں بتول بیگم کا بھی بہت بڑا ہاتھ تھا. وہ عائث شاہ کو قاسم شاہ کی عادتوں اور مزاج سے دور رکھنا چاہتی تھیں. اور وہ اپنے

مقصد میں کامیاب بھی ہو گئی تھیں. لیکن ایک عادت عائث شاہ نے قاسم شاہ سے اس طرح چرائی کہ بتول بیگم چاہ کر بھی نہ بدل پائیں. اور وہ تھا غصہ. عائث شاہ' قاسم شاہ کی طرح غصے کا بہت تیز تھا. لیکن غصے کا استعمال عائث شاہ نے کبھی ناجائز نہیں کیا تھا. اور اسی بات کو لے کر بتول بیگم مطمئن تھیں. کیونکہ عائث شاہ نے کبھی کسی ملازم پر بلاوجہ غصہ نہیں کیا تھا. جبکہ قاسم شاہ کا ملازموں کو ڈانٹنا اور بات بات پر جھڑک دینا معمول بن چکا تھا. لیکن یہ رویہ وہ تب ہی اپناتے جب عائث شاہ گھر نہ ہوتا. یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے باپ کو ایک رحمدل انسان اور گاؤں کا انصاف پسند سردار سمجھتا تھا. جو اپنے گاؤں کے لوگوں کی پریشانیاں اور مسئلے حل کرنے کے لیے کئی کئی گھنٹوں تک اپنے گھر سے دور رہتے تھے. اور بتول بیگم اس وقت سے ڈرتی تھیں. جب عائث شاہ کا یہ غرور ٹوٹتا. اور یہی سوچ کر وہ خاموش ہو جاتیں. اور ان کی یہ خاموشی کتنا بڑا طوفان لے کر آنے والی تھی. اس بات سے وہ خود بھی بے خبر تھیں.

....

"تمہیں تو ڈوب کر مر جانا چاہیے دلدار ایک لڑکی سے ڈر گئے. میں تو تمہیں بہت بہادر سمجھتا تھا. اور تم ایک لڑکی سے تھپڑ کھا کر آ گئے."

قاسم شاہ سخت غصے کے عالم میں دلدار پر چلا رہے تھے. دلدار سمیت کئی ملازم اور بھی ان کے غصے سے ڈر کر کانپ رہے تھے.

"سائیں بس ایک موقع دے دیں. پھر آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا."

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دلدار قاسم شاہ کے آگے گڑگڑایا تھا.

"دیکھو دلدار... اس لڑکی کے نہ ماننے پر میں نے تمہیں کھلی چھوٹ دی تھی کہ چاہو تو اس لڑکی کو اغوا کر کے نکاح پڑھوا لو. لیکن تم نے کہا کہ تم اس سے محبت کرتے ہو اور تم اسے عزت سے گھر لانا چاہتے ہو. اب دیکھ لیا کہ کیا انجام ہوا. الٹا اس کی ماں نے تمہیں ذلیل کر کے گھر سے نکال دیا. اور وہ اس کی سہیلی اس نے بیچ چوراہے میں تمہیں تھپڑ مارا. مجھے تو شرم آتی ہے تم جیسے بزدل انسان کو اپنا خاص ملازم کہتے ہوئے."

قاسم شاہ نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے حقارت سے دلدار کو دیکھتے ہوئے کہا.اور اسی لمحے دلدار کے دل میں آہلہ کے لیے ایک اور نفرت کی چنگاری ابھری تھی.

"سائیں..بس ایک موقع دیں....اس ارباز کی چھوری کو ایسا سبق سکھاؤں گا کہ اس کی ساری تعلیم دھری کی دھری رہ جائے گی.اور آئیندہ اس گاؤں کی کوئی لڑکی کسی مرد کے مدمقابل آتے ہوئے ہزار بار سوچے گی."

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دلدار نے پہلے لجاجت سے اور پھر کمینگی سے کہتے ہوئے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا. جبکہ قاسم شاہ نے اس کی بات پر ہاتھ اٹھا کر منع کیا.

"اوہ نہیں دلدار نہیں...اب یہ صرف تمہارا مسئلہ نہیں رہا.ارباز کی لڑکی نے میرے خاص بندے پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کی ہے.اس کا خمیازہ تو اسے بھگتنا پڑے گا."

قاسم شاہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا.

”آپ حکم کریں سائیں... کہیں تو ابھی اس لڑکی کو لے آؤں؟“

دلدار نے خوشامدی لہجے میں کہا.

”اوہ نہیں... یہ نہ کرنا. تمہارے کہنے کے مطابق وہ اور سکھاں بہت پکی سہلیاں ہیں. اور ایک دوسرے پر جان وارنے کو بھی تیار ہو جاتی ہیں. تو کیوں نہ تم اپنی سکھاں کو اغوا کر لو. اور نکاح پڑھواؤ. پھر دیکھنا ارباز کی لڑکی خود ہی سر کے بل دوڑتی ہوئی آئے گی. ارباز کو بھی بڑا غرور ہے اس کی تعلیم پر' اس کو بھی تو پتا چلے کہ لڑکیوں کو سر چڑھانے کا انجام کیا ہوتا ہے.“

قاسم شاہ نے مغرور لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا. تو دلدار نے سر ہلا دیا.

”اور وہ حنیف والی زمین کا کیا بنا. دینے کو تیار ہوا یا ہڈیاں تڑوانے کا ارادہ ہے اسکا؟“

حنیف گاؤں کا غریب آدمی تھا۔اور اس کی زمین قاسم شاہ کی زمینوں کے ساتھ جڑی تھی۔اور قاسم شاہ وہ زمین اس سے بہت کم قیمت پر خریدنے پر بضد تھے۔ جبکہ حنیف کی روزی روٹی اسی زمین کے وسیلے سے تھی۔اس لیے وہ اس زمین کو نہیں بیچنا چاہتا تھا۔

"سائیں آپ فکر نہ کریں...اب تک میں اس کی عمر کا لحاظ کر رہا تھا۔ لیکن اب بھی اگر وہ نہ مانا تو پھر میں اپنے طریقے سے اسے منا لوں گا۔"

دلدار نے قاسم شاہ کو تسلی دینے والے انداز میں کہا تو انہوں نے دلدار کو جانے کا اشارہ کیا۔اسی وقت کسی ملازم نے عائث شاہ کے حویلی آنے کی خبر دی تو وہ بھی حویلی کے لیے نکل گئے۔

....

آہلہ اپنے گھر کے چھوٹے سے صحن میں لگے درخت کے نیچے بنائے گئے جھولے پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔جب سکھاں نے پیچھے سے آ کر اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔تو وہ یکدم اچھلی اور اس کے ہاتھ میں موجود کتاب نیچے گر گئی۔

”توبہ ہے سکھاں ڈرا دیا تم نے مجھے.“

آہلہ نے خفگی سے کہتے ہوئے زمین سے کتاب اٹھائی. اس کی بات پر سکھاں کھلکھلائی.

”واہ...دلدار جیسے غنڈے کو چور اہے میں کھڑے ہو کر اسے اسکی اوقات یاد کروانے والی آہلہ مجھ معصوم سے ڈر گئی.“

سکھاں نے پیار سے اس کے گال کھینچے. تو آہلہ جھنجھلائی.

”اوں ہوں... چھوڑو میرے گال سکھاں کی بچی...“

آہلہ نے ہلکے سے اس کے ہاتھوں پر تھپڑ مارا تو وہ زور سے ہنس پڑی. اس کو ہنستا دیکھ کر آہلہ بھی مسکرانے لگی.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اچھا یہ بتا... تونے شہر جانا تھا نہ اپنی پھوپھو کے گھر سے اپنا سامان لینے. تو گئی کیوں نہیں ابھی تک."

سکھاں نے یاد آنے پر پوچھا تو آہلہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا.

"ہاں بابا کسی کام سے گئے ہیں. انہوں نے ہی لے جانا تھا مجھے شہر... شاید آج شام تک جائیں ہم."

آہلہ کی بات پر سکھاں نے سر ہلا دیا. پھر یاد آنے پر زور سے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی.

"ارے تجھے ایک بات تو بتائی ہی نہیں میں نے.... تجھے پتا ہے چھوٹے سائیں کل رات ہی کراچی سے آ گئے ہیں."

سکھاں کی بات سن کر آہلہ چند لمحے خاموش ہوئی پھر سر جھٹک کر سکھاں کو گھورا.

”نام نہیں آتا تمہیں عائث شاہ کا.. سائیں سائیں کرتی رہتی ہو. بختاں ماسی کام کرتی ہیں حویلی میں، تم ملازمہ نہیں ہو ان کی.“

آہلہ کے کہنے پر سکھاں نے اس کے سر پر ہاتھ مارا.

”ارے پگلی... میں اس لیے سائیں تھوڑی کہہ رہی ہوں. اور یہ سندھی روایت ہے نہ جس کو ہم عزت دیں اس کو ہم سائیں یا سائین کہتے ہیں. اور چھوٹے سائیں تو شاہ سائیں سے بڑے اچھے ہیں. اس لیے میں ان کی عزت کرتی ہوں. بلکہ میں کیا سارا گاؤں....“

اچھا بس بس... اب اس کی تعریفوں میں زمین آسمان ایک کر دو گی... ایک منٹ کیا کہا تم نے... چھوٹے سائیں، شاہ سائیں سے اچھے ہیں؟“ ”کیا مطلب ہے اس بات کا؟“

آہلہ بولتے بولتے یکدم چونکی. اسے سکھاں کی بات پر حیرانی ہوئی.

"وہ کچھ نہیں.. میں نے تو بس ویسے ہی کہہ دیا.."

سکھاں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن اب دیر ہو چکی تھی.

"بتاؤ مجھے سکھاں... کیا مطلب تھا تمہاری بات کا... قاسم شاہ کا رویہ کیسا ہے یہاں کے لوگوں کے ساتھ... میں تو یہاں ہوتی ہی نہیں... تمہیں تو پتا ہو گا نہ."

آہلہ کے انداز سے سکھاں کو اندازہ ہو گیا کہ وہ جب تک آہلہ کو پوری بات نہیں بتائے گی تب تک آہلہ اس کی جان نہیں چھوڑے گی. اور پھر سکھاں نے قاسم شاہ کے گاؤں کے غریب لوگوں پر ظلم و ستم اور ملازموں کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کی ساری داستان سنا دی. آہلہ کو یہ سب سن کر شاک لگا تھا.

"آج سے پہلے تو تم نے مجھے کبھی نہیں بتایا اور بابا نے بھی مجھ سے کبھی زکر نہیں کیا."

آہلہ شاک کے عالم میں بول رہی تھی.

”تم آتی ہی دو دنوں کے لیے تھی. اسی لیے تجھے ارباز چاچا نے پریشان نہیں کیا. انہیں پتا تھا کہ تمہیں یہ سب سن کر برا لگے گا. اور مجھے بھی انہوں نے منع کیا تھا. اور اب تو یہ سب نہ سوچ' یہ تو اب کئی سالوں سے معمول بن چکا ہے.“

سکھاں نے اس کے تیور دیکھتے ہوئے اسے پر سکون کرنا چاہا.

”اور تو کہہ رہی تھی کہ عائث شاہ اچھا انسان ہے. اگر وہ اتنا ہی اچھا ہے تو کبھی اپنے باپ کو روکا کیوں نہیں اس سب سے.“

آہلہ نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا تو سکھاں مسکرائی.

”پگلی وہ تو خود اس سب سے انجان ہیں. انہیں کیا خبر کہ یہاں کیا ہوتا ہے. وہ تو یہاں ہوتے ہی نہیں. اور جب یہاں ملنے کے لیے آتے ہیں تو قاسم شاہ ان کے سامنے ہر کسی سے ایسے پیش آتے ہیں جیسے ان سے زیادہ رحمدل انسان کوئی ہو ہی نہ... اور یہ

سب دیکھ کر چھوٹے سائیں کو اپنے بابا سائیں پر فخر ہوتا ہے۔انہیں کیا پتا کہ ان کی بابا سائیں کا اصل روپ کیا ہے۔"

سکھاں نے اداس مسکراہٹ کے ساتھ بتایا۔اس کی ماں بختاں حویلی کی پرانی اور بتول بیگم کی خاص ملازمہ تھی۔اور وہ سکھاں کو قاسم شاہ کے رویے کے بارے میں بتاتی رہتی تھی۔

"اور عائث شاہ کی ماں اس کو حقیقت نہیں بتاتیں؟"

آہلہ کو بتول بیگم پر غصہ آیا۔وہ کیوں اپنے بیٹے سے حقیقت چھپاتی تھیں۔اس نے بتول بیگم کے بارے میں بختاں سے سن رکھا تھا کہ وہ اچھی اور نیک خاتون ہیں۔ارباز کے علاوہ آج تک کوئی نہیں جان سکا تھا کہ وہ آہلہ سے ہی کیوں بتول بیگم کی باتیں اور تعریفیں کرتی تھی۔

"اب مجھے کیا پتا کہ بی بی سائین کیوں نہیں بتاتیں چھوٹے سائیں کو...اور تو چھوڑان باتوں کو..."

سکھاں نے آہلہ کا دھیان بٹانا چاہا. لیکن آہلہ تو کچھ اور ہی سوچ کر بیٹھی تھی.اس نے سکھاں کی طرف دیکھتے ہوئے سر ہلادیا.

آنے والے وقت سے دونوں ہی بے خبر تھیں.دونوں اس بات سے انجان تھیں کہ آنے والے دنوں میں دونوں کی زندگی کس موڑ پر مڑنے والی تھی.

....

پلوشے نیچے آئی تو اس کی نظر سعدیہ بیگم پر پڑی جو کہیں جانے کے لیے بلکل تیار تھیں. اور ملازمہ سے مٹھائی اور فروٹس کی ٹوکریاں گاڑی میں رکھوانے کے لیے کہہ رہی تھیں.

"اماں سائین...آپ کہاں جارہی ہیں؟"

پلوشے کو حیرت ہوئی تھی کہ سعدیہ بیگم اسے بتائے بغیر کہاں جا رہی ہیں.

"ارے عائث شاہ آگیا ہے نہ کل رات ہی کراچی سے تو اس سے ملنے حویلی جا رہی ہوں. تیرے بابا سائیں کو کہا تھا لیکن ان کی توانا ہی کہیں نہیں سماتی."

سعدیہ بیگم نے کہتے ساتھ ہی جانے کے لیے باہر قدم بڑھائے تو پلوشے جو عائث شاہ کے آنے کی خبر سن کر خوش ہوئی تھی جلدی سے بولی.

"اماں سائین... میں بھی چلوں ساتھ؟"

اسکی بات پر سعدیہ بیگم نے اس کو گھورا.

"پاگل ہوئی ہے پلوشے... تو کیا کرے گی جا کر؟"

سعدیہ بیگم کی بات پر پلوشے نے انکی طرف التجائیہ نظروں سے دیکھا.

"اماں سائین...آپ جانتی ہیں کہ میں کیوں جانا چاہتی ہوں...لے جائیں نہ مجھے بھی حویلی اماں سائین..."

اس کی بات سن کر سعدیہ بیگم نے جلدی سے ارد گرد دیکھا پھر پلوشے کی طرف مڑیں.

"پلوشے تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے. آہستہ بول...اگر کسی نے سن لیا تو...خبردار جو اس بات کی بھنک بھی پڑی کسی کو. اور ڈوپٹہ اوڑھ سر پہ..تیرے بابا سائیں آتے ہی ہوں گے."

سعدیہ بیگم نے آہستہ آواز میں کہا تو وہ برا سا منہ بنا کر خاموش ہو گئی. جبکہ سعدیہ بیگم بھی باہر کی طرف بڑھ گئیں.

''تو آخر کار آپ آ ہی گئے عائث شاہ...ہائے...ایک تو یہ اماں سائین بھی نہ...مجھے لے جاتیں آج تو اتنے سالوں بعد میں اپنے رانجھے کا دیدار ہی کر لیتی.''

وہ شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ خود سے بولتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی.

....

''اب بس بہت ہو گئی پڑھائی...۔اء (بھائی) میں تو کہتی ہوں شادی کر دیں عائث کی.''

سعدیہ بیگم نے عائث کے کندھے پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے قاسم شاہ سے کہا تو وہ مسکرا دیے.

''ہاں کیوں نہیں۔یہ° (باجی) بس آپ لڑکی ڈھونڈنا شروع کر دیں.''

قاسم شاہ نے مسکراتے ہوئے ہمیشہ کی طرح اپنی بہن کو ہی فوقیت دی تھی. بتول بیگم نے زخمی نظروں سے قاسم شاہ کی طرف دیکھا. جب کہ سعدیہ بیگم استہزائیہ نظروں سے بتول بیگم کو دیکھتے ہوئے گویا ہوئیں.

"ہاں ہاں کیوں نہیں... آخر عائث شاہ کی اکلوتی بڑی پھوپھو ہوں. میں اپنے عائث کے لیے چاند سی بہو لاؤں گی. جو خاندانی بھی ہو گی اور ہمارے عائث کے ساتھ بھی خوب سجے گی."

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سعدیہ بیگم کی بات پر بتول بیگم نے ایک آنسوؤں کا گولہ اپنے اندر اتارا تھا. جبکہ قاسم شاہ بہن کی بات پر مسکرا دیے.

"لیکن پھوپھو شادی میں نے کرنی ہے تو پسند بھی میری ہی ہونی چاہیے نہ..."

عائث سے ماں کا اداس چہرہ نہیں دیکھا گیا تھا. وہ اپنی پھوپھو کی عادت کو جانتا تھا اور بچپن سے ہی ان کا رویہ بتول بیگم کے ساتھ دیکھتا آرہا تھا.

”بلکل میرے چاند...بتاؤنہ تمہاری پسند کیا ہے...“

سعدیہ بیگم کے خوشامدی لہجے کو نظرانداز کرتے ہوئے عائث نے اپنے سامنے بیٹھیں بتول بیگم کی طرف دیکھا.

”مجھے بلکل اماں سائین کی طرح خوبصورت وخوبسیرت‘ہر کسی کا خیال رکھنے والی‘ہر کسی کا احساس کرنے والی اور باوفا شریکِ حیات چاہیے.اور سب سے بڑھ کر جو میرے باباسائیں اور اماں سائیں کو اپنے باباسائیں اور اماں سائیں سمجھے...آپ کی نظر میں ہے ایسی کوئی لڑکی ؟“

عائث نے بتول بیگم کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا تو بتول بیگم کی آنکھیں بھر آئیں. جبکہ سعدیہ بیگم نے بے اختیار قاسم شاہ کی طرف دیکھا جو سنجیدگی سے عائث کو دیکھ رہے تھے.

"اچھا یہ پلوشے ۰ ی ء(بیٹی) کیوں نہیں آئی؟"

قاسم شاہ نے سعدیہ بیگم سے پوچھا تو عائث اور بتول بیگم بھی چونک کر انہیں دیکھنے لگے.

"۰ ا ء(بھائی)! جب میں آئی تو پلوشے تلاوت کر رہی تھی. قرآن پاک کی... میں نے اسے کہا بھی کہ میرے ساتھ چلو لیکن کہنے لگی کہ اماں سائین... راستہ بہت لمبا ہے. اور ظہر کی اذان راستے میں ہی آجائے گی. پھر اب میں راستے میں کہاں نماز پڑھوں گی اور ماماسائیں (ماموں جان) کے گھر پہنچنے تک میری ظہر قضا ہو جائے گی. اس لیے میں آپ کے ساتھ نہیں جاسکتی. آپ کو تو پتا ہے ۰ ا ء وہ کتنی پابندی کرتی ہے نماز کی."

سعدیہ بیگم بہت محبت اور شیریں لہجے میں قاسم شاہ سے مخاطب تھیں. ان کا مقصد صرف عائث شاہ کو سنانا تھا. انکی بات پر قاسم شاہ اور عائث شاہ تو مسکرا دیے. لیکن بتول بیگم کو حیرت کا ایک جھٹکہ لگا تھا. وہ پلوشے کی عادتوں اور مزاج سے اچھی طرح واقف تھیں. اسی لیے وہ حیرت سے سعدیہ بیگم کو دیکھ رہی تھیں. جواب عائث کو پلوشے کے

بارے میں اور بھی بہت کچھ بتا رہی تھیں. پھر وہ افسوس سے سر جھٹکتے ہوئے خود بھی عائشہ کی طرف متوجہ ہوئیں.

....

”آہلہ ۔ يء! ھاي ھلون؟“

(آہلہ بیٹی اب چلیں؟)

ارباز جیسے ہی گھر میں داخل ہوئے تو آہلہ کو ایک بڑی سی چادر میں لپٹے اور ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ لیے کھڑا پایا. تو اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھ کر پوچھا.

”ھابابا ھلون.“

(جی بابا چلیں)

آہلہ نے ارباز کے آگے سر جھکاتے ہوئے کہا تو انہوں اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور پھر اس سے بیگ لیتے ہوئے بولے.

"ارے واہ... میری ․ ي ء (بیٹی) تو سندھی بھی بولنے لگ گئی ہے شہر جا کر."

ارباز کی بات پر آہلہ ہولے سے ہنس دی.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsanay|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جی بابا... جب یہاں ہوتی تھی مجھے شوق تھا کہ میں اردو میں بات کروں. لیکن جب شہر گئی اور زیادہ تر لوگوں کو اردو بولتے ہوئے سنا تو مجھے اپنی سندھی زبان کی بڑی یاد آئی. اور پھر پھوپھو حاجرہ کو تو اردو آتی ہی نہیں تھیں. بس ان کے ساتھ سندھی ہی بولنی پڑتی تھی مجھے."

آہلہ نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے ارباز کے پیچھے قدم بڑھائے. اور پھر گھر سے باہر نکل کر ارباز نے دروازے کو ایک بڑا سا تالہ لگایا.

"ابا! گھر میں کون سا کوئی قیمتی سامان رکھا ہے جو آپ اتنا بڑا تالہ لگا رہے ہیں. اور پھر سکھاں اور بختاں چاچی بھی تو ہیں نہ یہاں... وہ آتی جاتی رہیں گی. کل شام کو تو ہم نے ویسے بھی لوٹ آنا ہے."

آہلہ نے حیرانی سے پوچھا تو ارباز مسکرا دیے.

"ی ءرانی! ایک غریب انسان کے لیے بھی اس کا گھر اتنا ہی قیمتی ہوتا ہے جتنا ایک بادشاہ کے لیے اس کا محل. پھر چاہے اس غریب آدمی کے گھر میں کچھ بھی قیمتی نہ ہو. چاہے وہ گھر کچی مٹی کا ہی کیوں نہ بنا ہو."

ارباز اب گھر کو تالہ لگا چکے تھے. جبکہ آہلہ ان کی بات پر خاموشی سے انہیں دیکھنے لگی. پھر ارباز اس کی طرف مڑے تو اسے اپنی طرف دیکھتا ہوا پا کر مسکرا دیے.

''اب اور کوئی سوال نہیں آہلہ... چلو ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ اور آج بادل بھی کیسے پورے آسمان پہ چھا گئے ہیں۔ ہمیں جلدی بس اسٹاپ تک پہنچنا ہو گا۔ نہیں تو بارش شروع ہو جائے گی۔ اور پھر بس کا بھی کوئی بھروسا نہیں، ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی نہ چل پڑے۔''

ارباز نے بولتے ساتھ ہی کچی سڑک کی طرف قدم بڑھائے تو آہلہ بھی ہر طرف چھائے بادلوں کو دیکھتے ہوئے ارباز کے پیچھے چل پڑی۔ جبکہ گھر کے ٹوٹے دروازے سے جھانکتی سکھاں کو نہ جانے کیوں ایسا لگا کہ وہ آہلہ کو آخری بار دیکھ رہی ہے۔ پھر اپنا وہم سمجھتے ہوئے سر جھٹکا اور دعائیں پڑھ کر گھر سے دور جاتے ارباز اور آہلہ کی طرف پھونک ماری اور دروازہ ٹھیک سے بند کرتی ہوئی اندر بڑھ گئی۔

•••••••••••••••••

عائث شاہ اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑا تھا۔ جب اس کے ہاتھ میں موجود موبائل سے بیل کی آواز سنائی دی تو وہ چونکا۔ موبائل کی اسکرین پر ''مسٹر چیکو'' لکھا ہوا چمکنے لگا تو عائث کے چہرے پر بے اختیار مسکان ابھری تھی۔

''اسلام علیکم''

عائشہ نے جیسے ہی کال اوکے کر کے موبائل کو کان سے لگایا تو دوسری طرف سے جان نے جلدی سے سلام کیا تھا.

''وعلیکم سلام ! کیسے ہو؟''

عائشہ نے مسکراتے سلام کا جواب دینے کے بعد پوچھا.

''میں بلکل فٹ... تم تو وہاں جا کر اپنے جگری یار کو بھول ہی گئے. ایسے کون کرتا ہے. تمہیں پتا ہے کہ کل سے میں تمہاری یاد میں جاگ جاگ کر آہیں بھر رہا ہوں. اور ایک تم ہو کہ ایک کال تک کرنے کی توفیق نہیں ہوئی.''

جان شروع ہو چکا تھا. اس کو اب چپ کروانا عائث کے بس میں نہیں تھا. اسی لیے وہ ہنستے ہوئے اس کی بات سنتا رہا.

"اچھا واپس کب آؤ گے ؟"

جان نے یاد آنے پر پوچھا. تو عائث سامنے دیکھتے ہوئے بولا.

"اس بار تو شاید کافی دن لگ جائیں. اور اب تو کراچی بھی بس چند دنوں کے لیے ہی آؤں گا. کیونکہ یہاں اماں سائین مجھے...."

عائث بولتے بولتے اچانک خاموش ہوا تو جان بے چین ہوا.

"ہاں بولو عائث... اماں سائین کی بات کر رہے تھے تم."

جان کی بات پر عائث دھیان دیے بغیر جلدی سے بولا.

جان میں تمہیں تھوڑی دیر تک کال بیک کرتا ہوں."

عائث کال کاٹ کر موبائل ہاتھ میں لیے نیچے اترا اور جلدی سے حویلی کے پچھلے گیٹ کی طرف بڑھا. جبکہ دوسری طرف جان ہیلو ہیلو ہی کرتا رہ گیا.

....

"بابا اب کیا کریں... بارش بھی شروع ہو گئی ہے. میرا خیال ہے واپس گھر چلتے ہیں."

آہلہ اور ارباز اس وقت شاہوں کی حویلی سے کچھ دور پکی سڑک پر کھڑے کسی تانگے کا انتظار کر رہے تھے. جب بارش برسنا شروع ہو گئی. تو آہلہ نے پریشانی سے ارباز کو واپس گھر چلنے کا مشورہ دیا. اس سے پہلے کہ ارباز کوئی جواب دیتے کسی نے ان کے کندھے پر آہستہ سے ہاتھ رکھا تو وہ وہیں ساکت ہو گئے.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''ارباز چاچا! آپ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں؟''

عائشہ کی آواز پر ارباز اس کی طرف مڑے اور اس کو دیکھتے ہوئے جیسے وہیں جم سے گئے.

''کیا ہوا ارباز چاچا... جواب دیں نہ اتنے خراب موسم میں آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں. کیا آپ کہیں جا رہے ہیں؟''

عائشہ نے ارباز کو کچھ نہ بولتے دیکھ کر پھر سے پوچھا. اس دوران ارباز کے پیچھے کھڑی آہلہ نے اپنے دھڑکتے دل کو سنبھالتے ہوئے چادر ٹھیک کی اور رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی. جبکہ ابھی تک عائشہ نے آہلہ کی طرف نہیں دیکھا تھا. ارباز نے عائشہ کے دوسری بار پوچھنے پر چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور جلدی سے پیچھے ہوتے ہوئے بولا.

"ہاں چھوٹے سائیں! ہم شہر جا رہے تھے. ابھی یہاں تک ہی پہنچے کہ بارش شروع ہو گئی. شہر جانا بھی ضروری تھا. آہلہ بیٹی کو کل سنت ملنی ہے نہ کالج سے اس لیے. لیکن لگتا ہے کہ آج پھر نہیں جا سکیں گے."

ارباز نے خود کو سنبھالتے ہوئے عائث شاہ سے آنکھیں چراتے ہوئے کہا. لیکن عائث نے دھیان دیے بغیر ان کے پیچھے کھڑی آہلہ کی طرف دیکھا. جو چادر میں بلکل چھپ گئی تھی. اور اس کے چہرے کا رخ بھی دوسری طرف تھا.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"یہ آہلہ ہے میری بیٹی... شہر میں پڑھتی تھی. اب تو اس نے چودہ جماعتیں پڑھ لیں ہیں. اسی کی سنت تو لینے جانا تھا."

ارباز نے عائث کو آہلہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پایا تو بتانے لگے. عائث ان کی بات پر سر ہلاتے ہوئے بولا.

”اچھی بات ہے ارباز چاچا... مجھے خوشی ہوئی کہ کسی نے تو اس گاؤں میں بیٹی کو بھی پڑھانے کا سوچا. مجھے آپ شروع سے ہی گاؤں کے باقی مردوں سے بلکل الگ لگتے تھے. اور آپ نے ثابت بھی کر دکھایا.“

عائث نے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر ارباز کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو ارباز نے سینے میں اٹھتی درد کی ٹیس کو بمشکل برداشت کیا.

”چھوٹے سائیں! یہ میرے ساتھ ساتھ آہلہ بیٹی کا اپنا شوق بھی تھا. اور آہلہ کی ماں کی تو اس کے پیدا ہونے سے پہلے سے ہی بڑی خواہش تھی. کہ ہماری بیٹی شہر جا کر کالج میں پڑھے.“

ارباز نے بمشکل مسکراتے ہوئے جواب دیا. تو آہلہ ماں کا ذکر سن کر اداس ہو گئی تھی.

”اچھا ارباز چاچا! آپ یہیں رکیں, میں بس پانچ منٹ میں آتا ہوں.“

عائث کے کہنے پر ارباز حیران ہوئے. لیکن تب تک عائث واپس جانے کے لیے مڑ چکا تھا. آہلہ بھی حیرانی سے اس طرف دیکھتے ہوئے بولی.

"بابا یہ عائث شاہ پانچ منٹ میں واپس آنے کا کیوں کہہ کر گیا ہے؟"

آہلہ کے لہجے میں حیرت تھی. لیکن ارباز بھی انجان تھے اس لیے کندھے اچکا گئے. اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد عائث کی گاڑی دیکھ کر دونوں ہی سمجھ گئے تھے. آہلہ جلدی سے بولی.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بابا مجھے ان شاہوں کا کوئی احسان نہیں چاہیے. اگر یہ ہمیں شہر ڈراپ کرنے کی بات کرے تو منع کر دیجیے گا."

آہلہ کے لہجے میں موجود شاہ خاندان کے لیے آنچ محسوس کر کے ارباز حیران رہ گئے.

"بیٹی! یہ کیا کہہ رہی ہو... اور وہ بچہ اتنا خلوص دکھا رہا ہے تو میں کیسے منع کر دوں؟"

ارباز نے قریب آتی گاڑی کو دیکھتے ہوئے آہلہ سے کہا تو آہلہ نے خلوص والی بات پر سر جھٹکا. اوراس سے پہلے کہ وہ کچھ اور بولتی. عائث شاہ کی گاڑی ان کے بلکل قریب آ کر رکی تھی.

”آجائیں ارباز چاچا! بارش تیز ہو رہی ہے. میں آپ لوگوں کو شہر چھوڑ دیتا ہوں.“

عائث نے گاڑی سے باہر نکل کر فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور پھر گاڑی کی پچھلی سائیڈ کا دروازہ بھی کھول دیا. ارباز آہلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کشمکش میں پڑ گئے جب عائث پھر سے مخاطب ہوا.

”کیا سوچ رہے ہیں چاچا... آجائیں جلدی سے پلیز انکار مت کیجیے گا اب تو میں گاڑی لے آیا ہوں.“

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس بار عائث کی بات سن کرار باز نے آہلہ کو اشارہ کیا اور پھر خود بھی گاڑی کی فرنٹ سیٹ کی طرف بڑھے. جبکہ آہلہ بھی پیر پٹختے ہوئے پچھلی سیٹ پر بیٹھ کو زور سے دروازہ بند کر گئی. عائث نے حیرت سے گاڑی کے بند دروازے کو گھورا اور پھر خود بھی بھاگنے والے انداز میں ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھا تھا.

....

قاسم شاہ نے عائث شاہ کی گاڑی کو گیٹ سے باہر جاتے دیکھا تو حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے.

"یہ عائث شاہ اس وقت کہاں جا رہا ہے؟"

وہ اونچی آواز میں بڑبڑائے تو بتول بیگم نے حیرت سے انہیں دیکھا.

"شاہ سائیں! آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟"

بتول بیگم کے پوچھنے پر قاسم شاہ نے چونکتے ہوئے ان کی طرف دیکھا.

"ہاں وہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ عائث شاہ اپنی گاڑی میں اس وقت کہاں جا رہا ہے. موسم بھی ٹھیک نہیں ہے. کیا اس نے تمہیں کچھ بتایا تھا؟"

قاسم شاہ کے پوچھنے پر بتول بیگم حیران ہوئیں اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولیں.

"نہیں اس نے مجھے تو کچھ نہیں کہا تھا اس بارے میں. ضروری کام سے ہی گیا ہوگا. آپ ایک بار فون کر کے پتا کر لیں."

بتول بیگم نے کھڑکی سے پار دیکھتے ہوئے کہا. عائث شاہ کی گاڑی اب نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی. قاسم شاہ نے سر ہلاتے ہوئے فون اٹھایا. اور عائث شاہ کا نمبر ملایا. دوسری طرف سے پہلی ہی بیل پر کال پک کر لی گئی تھی.

"عائث شاہ کہاں ہو بابا..."

قاسم شاہ نے عائث کے کال پک کرتے ہی اپنے مخصوص سندھی لہجے میں پوچھا.

"بابا سائیں میں شہر جا رہا ہوں کسی ضروری کام سے 'رات تک واپس آ جاؤں گا."

عائث نے قاسم شاہ کو تسلی دینی چاہی.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تو بابا... کسی ملازم کو ساتھ لے کر جاتے نہ... اکیلے کیوں چلے گئے ہو. اچھا میں ابھی دلدار کو بھیجتا ہوں."

قاسم شاہ نے پریشانی سے کہا. کیونکہ ان کے کافی دشمن تھے. اسی لیے وہ نہیں چاہتے تھے کہ عائث ان کے کسی دشمن کی نظر میں آئے.

''نہیں باباسائیں... میں کوئی بچہ تھوڑی ہوں جو آپ دلاور کو بھیج رہے ہیں. میں رات تک آجاؤں گا آپ پریشان نہ ہوں. اچھا باباسائیں میں فون رکھتا ہوں.''

عائث کو اپنے بابا کے فکر کرنے بے اختیار پیار آیا تھا. اسی لیے اس نے نرمی سے منع کیا تو قاسم شاہ نے گہری سانس لیتے ہوئے اللہ حافظ کہا. لیکن وہ ابھی تک مطمئن نہیں ہوئے تھے. اسی لیے دلدار کا نمبر ملایا.

''جی سرکار! حکم کریں.''

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دلدار نے فوراً کال پک کی اور جلدی سے بولا.

''ہاں دلدار! گاڑی نکالو جلدی اور عائث کے پیچھے جاؤ. وہ شہر کی طرف اکیلا کسی کام سے جارہا ہے. اپنے ساتھ کچھ گارڈز بھی لے جانا. لیکن عائث کے کسی کام میں مداخلت مت کرنا. بس خاموشی سے اس کی حفاظت کرتے رہنا.''

قاسم شاہ نے اسے حکم کے ساتھ کچھ ہدایات دیں. اور فون رکھ دیا. پھر خود بھی کھڑکی سے ہٹ کر بالکنی کی طرف بڑھ گئے.

....

"چھوٹے سائیں! آپ نے خواہ مخواز حمت کی..
شاہ سائیں کو پتا چلا کہ آپ ہمیں شہر چھوڑنے جا رہے ہیں تو وہ ناراض ہوں گے."

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ار باز نے عائث کی طرف دیکھتے ہوئے پریشانی سے کہا تو عائث مسکرا دیا.

"ار باز چاچا! پہلی بات تو یہ کہ انہیں کون بتائے گا کہ میں آپ کو شہر چھوڑنے جا رہا ہوں. اور دوسری بات اگر بابا سائیں کو پتا چل بھی گیا تو بھلا وہ کیوں ناراض ہوں گے."

عائشہ کے کہنے پر آہلہ نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا تھا۔ اسی لمحے عائشہ کی نظر بھی شیشے میں آہلہ پر پڑی جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ عائشہ کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر جلدی سے رخ پھیر گئی۔ جبکہ ارباز عائشہ کی بات پر خاموش ہو گئے تھے۔ انہیں افسوس ہوا کہ وہ قاسم شاہ کی اصلیت سے واقف نہیں لیکن اس بات کی خوشی بھی تھی کہ وہ قاسم شاہ کی طرح حاکمانہ طبیعت کا مالک نہیں ہے۔ بلکہ ایک سیدھا سادہ احساس اور محبت کرنے والا انسان ہے۔

سکھر شہر ان کے گاؤں سے دو گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ اور اس دوران عائشہ شاہ ارباز سے چھوٹے چھوٹے سوال کرتا رہا۔ جبکہ ارباز نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی ہر بات کا جواب محبت سے دیتے رہے۔ آہلہ اس دوران خاموش رہی تھی۔ اور اسی طرح کی ہلکی پھلکی باتوں میں وقت کا احساس ہی نہیں ہوا اور وہ لوگ شہر پہنچ گئے تھے۔

"چاچا! مجھے اجازت دیں۔ باباسائیں میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

عائث نے ارباز سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا تو انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ان کے ہاتھ کی کپکپاہٹ عائث نے شدت سے محسوس کی تھی۔ وہ اتنے بوڑھے تو نہیں تھے۔ پھر کیا وجہ تھی۔ یہ سوچ اس کے دماغ میں ضرور آئی تھی لیکن اس نے زبان سے اس کا اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اور پھر ایک نظر ارباز کے ساتھ کھڑی انگلیاں مروڑتی آہلہ پر ڈال کر وہ واپس مڑ گیا۔ آہلہ جیسی پر اعتماد لڑکی اس کے سامنے نا جانے کیوں نروس ہو رہی تھی۔

یہ آہلہ اور عائث شاہ کی پچھلے چار سالوں میں دوسری ملاقات تھی۔ بچپن میں وہ کبھی کبھی بختاں اور سکھاں کے ساتھ ارباز سے چھپ کر حویلی چلی جایا کرتی تھی تو عائث شاہ سے بھی سامنا ہو جاتا تھا۔ لیکن پھر میٹرک کے بعد وہ سکھر چلی گئی تو ہر بات بھول کر صرف اپنی پڑھائی پر توجہ دینا شروع کر دی۔ اور اسی دوران عائث بھی کراچی چلا گیا۔ اور پھر آج سے تین سال پہلے دونوں کی ملاقات کراچی کے ایک کالج میں ہوئی۔ دونوں ہی سیکنڈ ائیر کے اسٹوڈنٹ تھے۔ اور اس ملاقات کے بعد یہ دوسری ملاقات تھی۔ لیکن دونوں ہی نہیں جانتے تھے کہ یہ اتفاقی ملاقات آہلہ کے لیے کتنا بڑا طوفان لے کر آنے والی تھی۔

....

"یہ کیا کہہ رہو دلدار... بھلا عائث کو کیا ضرورت تھی کہ وہ اتنے خراب موسم میں ارباز اور اس کی لڑکی کو خاص طور پر شہر چھوڑنے جاتا. ہو سکتا ہے اسے واقعی کوئی کام ہو اور وہ لوگ راستے میں مل گئے ہوں."

قاسم شاہ پریشانی اور بے چینی سے ٹہلتے ہوئے دلدار سے بولے. انہیں تھوڑی دیر پہلے دلدار نے آکر بتایا تھا کہ عائث شاہ ارباز اور آبلہ کو شہر چھوڑنے گیا تھا.

"سائیں... اگر چھوٹے سائیں کو کوئی کام ہوتا تو وہ کر کے ہی واپس آتے نہ... لیکن وہ تو ارباز اور اس ·و°ري (لڑکی) کو شہر چھوڑ کر واپس گاؤں کے لیے نکل آئے تھے. ہم نے سارا راستہ ان پر نظر رکھی ہوئی تھی. وہ کہیں بھی نہیں رکے تھے."

دلدار نے تفصیل سے آگاہ کیا تو قاسم شاہ کی پریشانی میں اضافہ ہوا.

"دلدار... عائشہ شاہ کو گاؤں کے لوگوں سے اور خاص کر ارباز جیسے لوگوں سے دور رکھنا ہوگا."

قاسم شاہ نے پریشانی سے اپنی پیشانی مسلی.

"سائیں! ارباز سے یا کسی اور سے کوئی خطرہ نہیں... مجھے تو شک ہے کہ وہ نوکری (لڑکی) چھوٹے شاہ کی نیک دلی کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہے. وہ شہر سے پڑھ کر آئی ہے. اور آپ کو پتا ہے یہ کالج سے پڑھ کر آنے والی لڑکیاں کسی کی عزت کی پرواہ نہیں کرتیں. سائیں کچھ کریں نہیں تو وہ چھوٹے سائیں کو ایک دن آپ کے خلاف کر دے گی."

دلدار نے موقع ملتے ہی قاسم شاہ کے کان بھرنے سے دریغ نہیں کیا تھا. جبکہ قاسم شاہ دلدار کی بات پر یکدم ٹہلتے ٹہلتے رک گئے. پھر دلدار کا گریبان پکڑتے ہوئے زور سے بولے.

"عائث شاہ میرا بیٹا ہے... قاسم شاہ کا خون ہے. وہ چھٹانک بھر کی لڑکی میرے ہی بیٹے کو میرے خلاف کبھی نہیں کر سکتی. لیکن وہ لڑکی جن ہواؤں میں اڑ رہی ہے نہ.. ایسا میں کبھی نہیں ہونے دوں گا. اب یہ تمہارے اوپر ہے کہ کیسے تم اس کے پر کاٹتے ہو."

قاسم شاہ نے بولتے ہوئے زور سے دلدار کا گریبان چھوڑتے ہوئے پیچھے کی طرف دھکیلا. جبکہ دلدار کی قاسم شاہ کی بات سن کر باچھیں کھل گئی تھیں. وہ اب آہلہ سے جس طرح چاہے بدلہ لے سکتا تھا. یہی سوچتے ہوئے وہ بیٹھک سے باہر نکلا اور حویلی کے گیٹ کی جانب بڑھا. اسی وقت کسی نے بمشکل اپنی چیخوں کا گلا دباتے ہوئے حویلی کے اندر کی جانب قدم بڑھائے تھے.

....

عائث اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا. اس کا کمرہ اوپر والی منزل پر تھا جیسے ہی وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا تو اسے کسی کے رونے کی آواز سنائی دی تھی. وہ بے اختیار وہیں رک گیا. آواز سیڑھیوں کے بائیں جانب والے کمرے سے آ رہی تھی. وہ کچھ دیر وہیں کھڑا سوچتا رہا کہ اسے اندر جانا چاہیے کہ نہیں. اور پھر جب کمرے کے اندر خاموشی چھا گئی تو اسے حیرت ہوئی. اور اس نے بے اختیار اپنے قدم اس کمرے کی طرف بڑھائے. جیسے ہی اس نے دروازے پر ہاتھ رکھا. اندر سے بھی اسی وقت دروازہ کھولا گیا.

''اماں سائیں آپ... اور رو کون رہا تھا کیا آپ...''

''نہیں نہیں... بھلا میں کیوں رووں گی... ارے یہ تو بختاں تھی. اس کا کوئی گھریلو مسئلہ ہے اس وجہ سے وہ رو رہی تھی. اور تم پریشان نہ ہو میرے لال... میں سنبھال لوں گی.''

عائشہ کو وہاں بتول بیگم کو دیکھ کر حیرت کا جھٹکا لگا تھا. اسی لیے اس نے فوراً پوچھا تھا لیکن بتول بیگم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے بختاں کی طرف اشارہ کیا. بختاں واقعی رو رہی تھی.

بتول بیگم اور بختاں تو وہاں سے چلی گئیں تھیں. لیکن عائشہ بتول بیگم کے چہرے پر مٹے مٹے آنسوؤں کے نشانات کو نظر انداز نہیں کر پا رہا تھا. وہ اپنے کمرے میں آکر بھی کافی دیر تک ٹہلتے ہوئے سوچتا رہا کہ آخر اماں سائیں کیوں رو رہی تھیں.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”بختاں اماں سائین کی پرانی ملازمہ ہے. شاید اس کے غم میں اماں سائین بھی رو پڑی ہوں... لیکن اماں سائین کی آنکھیں، وہ تو کچھ اور ہی کہہ رہی تھیں... مجھے خود پتا کرنا ہو گا. مجھے یہ جاننا ہو گا کہ اماں سائین کی آنکھوں میں کس کی وجہ سے آنسو آئے...“

عائشہ مسلسل سوچتے ہوئے ایک ہاتھ سے کبھی پیشانی مسلتا تو کبھی کنپٹی پر زور دیتے ہوئے سر سے اٹھتی درد کی ٹیسوں کو دباتا. نہ جانے اسے کیوں اس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ کچھ ہے جو وہ نہیں جانتا اور اس کا جاننا بھی ضروری ہے.

....

"بی بی سائین !آج تو بال بال بچ گئے... شکر ہے کہ چھوٹے سائیں کو شک نہیں ہوا.
ورنہ نہ جانے کیا ہو جاتا."

بختاں نے بتول بیگم کے کندھے دباتے ہوئے کہا.بتول بیگم نے ہاتھ کے اشارے سے
منع کیا تو بختاں اس کے سامنے آکر بیٹھ گئی.

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"نہ بختاں نہ.... شک تو اسے ہو گیا ہے. وہ میرا بیٹا ہے... لال ہے میرا.... میری
آنکھوں کو دیکھتے ہی پہچان گیا ہو گا کہ میں روئی ہوں. بختاں تو ہی بتا کیسے بتاؤں میں
عائشہ کو کہ... کہ..."

بتول بیگم بولتے بولتے رو پڑیں تو بختاں بھی آنسو بہانے لگی.

"بی بی سائین.... آپ چھوٹے شاہ کو ساری حقیقت نہ بتائیں... لیکن ایک طریقہ ہے جس سے وہ ہماری مدد کر سکتے ہیں. اور انہیں حقیقت کا علم بھی نہیں ہو گا."

بختاں نے سر گوشی کی تھی. اور بتول بیگم نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا تھا.

"نہ بختاں... اگر بعد میں حالات قابو میں نہ رہے تو مجھے حقیقت بتانی ہو گی. اور اگر حقیقت بتا دی تو میرا بیٹا ٹوٹ جائے گا. اور میں اسے ٹوٹا ہوا نہیں دیکھ پاؤں گی."

بتول بیگم کے دل میں ایک خوف تھا جو مضبوطی سے اپنے پنجے گاڑے بیٹھا تھا. لیکن بختاں کی اگلی بات نے انہیں ساکت کر دیا.

"تو کیا سالوں پہلے جس کی زندگی بچانے کی خاطر اتنا بڑا فیصلہ لیا تھا اب اس کی زندگی کو داؤ پر لگا دیں گی؟"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بتول بیگم نے خالی نظروں سے بختاں کی طرف دیکھا تھا.ایک فیصلہ انہیں سالوں پہلے کرناپڑا تھا.اور ایک فیصلہ انہوں نے اس لمحے لے لیا تھا.دونوں بار ایک ہی انسان کی زندگی بچانے کے لیے فیصلہ لیا تھا. لیکن اس بار نتیجہ پہلے سے مختلف نکلنے والا تھا.

....

گھر کا بیرونی دروازہ زور زور سے کھٹکھٹایا جارہا تھا. لیکن اندر سے ابھی تک کسی نے بھی دروازہ کھولنے کی ہمت نہیں کی تھی. کیونکہ وہ دروازہ کھولنے کا انجام جانتے تھے. لیکن کب تک لکڑی کا ایک بوسیدہ دروازہ اپنی جگہ پر ٹک پاتا.ایک زوردار جھٹکے نے دروازے کو اپنی جگہ سے دور پھینک دیا تھا.اور اندر موجود دونوں افراد کا دل چڑیا کی مانند کانپ کر رہ گیا تھا.

"اماں....مجھے ڈر لگ رہا ہے."

سکھاں نے بختاں سے لپٹتے ہوئے سرگوشی کی تھی.

”نہ میری ۔ يء(بیٹی)ڈر صرف اس ذات سے جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔“

بختاں نے سکھاں کو اپنی آغوش میں چھپاتے ہوئے کہا تو وہ سسک اٹھی۔

”اماں...مجھے ڈر اس بات کا نہیں کہ وہ میری جان لے لے گا۔ مگر میری عزت......“

”ششش...میری ۔ يء(بیٹی)....آگے کچھ مت بولنا۔ عزت کا محافظ بھی وہ ہی ہے جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ جو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو میری بہادر ۔ يء ہے۔ بس ہمت نہ ہارنا اور....کچھ بھی ہو جائے بس اللہ کو ناراض نہ کرنا...اور ان ظالموں کے سامنے نہ جھکنا۔“

بختاں نے سکھاں کے کان مں سرگوشی کی تو اس نے ایک اور سسکی بھری تھی۔ اور اسی لمحے کمرے کا دروازہ بھی ایک جھٹکے سے کھلا تھا۔

••••••••••••••••

آج قاسم شاہ عائث کو اپنی زمینیں دکھانے کے لیے لائے تھے. اور اب ساری زمینیں دیکھنے کے بعد وہ اپنے ڈیرے پر موجود تھے.

"باباسائیں! ڈیرے کی شان وشوکت تو پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ بڑھ گئی ہے."

عائث نے ستائشی نظروں سے ارد گرد دیکھتے ہوئے کہا تو قاسم شاہ مسکرا پڑے.

"عائث... تمہیں اپنی پڑھائی سے فرصت ملے تو تمہیں پتا چلے نہ بابا... لیکن کوئی بات نہیں اب تم آ گئے ہو تو یہ سب کچھ تم نے ہی سنبھالنا ہے."

قاسم شاہ نے بولتے ہوئے اس کے کندھے تھپکے تو وہ بھی مسکراتے ہوئے سر ہلا گیا.

"باباسائیں! میری خواہش ہے کہ اس گاؤں میں ایک لڑکیوں کا کالج بھی ہونا چاہیے.
اور باباسائیں... یہ صرف آپ ہی کر سکتے ہیں."

عائث نے نارمل لہجے میں کہتے ہوئے قاسم شاہ کی طرف دیکھا لیکن قاسم شاہ کو یہ بات
نارمل نہیں لگی تھی.

"عائث... تم آتے ہی کن چکروں میں پڑ گئے ہو. اور گاؤں میں ایک سرکاری اسکول
پہلے سے ہی ہے. دوسرا بنوانے کی کیا ضرورت ہے. ویسے بھی اس گاؤں میں کوئی اپنی
بیٹیوں کو زیادہ نہیں پڑھاتا."

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

قاسم شاہ نے سنجیدگی سے کہا تو عائث جلدی سے بولا.

"باباسائیں... میں اسکول کی نہیں کالج کی بات کر رہا ہوں، اور ارباز چاچا کی بیٹی بھی تو
اسکول کے بعد شہر جا کر پڑھ رہی ہے نہ... مجھے یقین ہے کہ گاؤں کی باقی لڑکیاں بھی
اسکول کے بعد کالج پڑھنے کی خواہش رکھتی ہوں گی. لیکن گاؤں میں کالج نہ ہونے کی

وجہ سے وہ زیادہ تعلیم حاصل نہیں کر پاتیں. کیونکہ اب ہر کوئی ارباز چاچا جتنا سمجھدار اور سلجھا ہوا تو نہیں ہوتا نہ کہ اپنی بیٹی کو کالج میں پڑھنے کے لیے شہر بھیجے."

عائث کے لہجے میں ارباز کے لیے ستائش تھی جو قاسم شاہ کو سخت ناگوار گزری تھی. لیکن وہ عائث کو کچھ کہہ کر اسے کسی قسم کے شک میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے. انہوں نے عائث کی بات کو ٹالنے کے لیے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ بولنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ باہر سے شور کی آواز آنا شروع ہوئی. جو آہستہ آہستہ بڑھتی ہی جا رہی تھی. عائث حیرانی سے ان کی طرف دیکھنے لگا جب کہ وہ خود بھی حیران تھے. اور اسی لمحے دھاڑ سے بیٹھک کا اندرونی دروازہ کھلا تھا.

....

"بابا... آپ گھر چلیں تب تک میں سکھاں سے مل آؤں. مجھے دیکھے گی تو خوش ہو جائے گی. کل بھی بار بار کہہ رہی تھی کہ جلدی آنا."

آہلہ نے ارباز سے کہتے ہوئے اپنا بیگ ان کو پکڑایا تو وہ سر ہلاتے ہوئے دراوزے کا تالہ کھولنے لگے. جبکہ آہلہ سکھاں کے گھر کی طرف بڑھی. پھر کافی دیر تک وہ دروازہ کھٹکھٹاتی رہی لیکن کسی نے دروازہ نہیں کھولا تھا.

"ارے ارباز تم کب آئے شہر سے؟"

ارباز ابھی تالہ کھول ہی رہے تھے جب گاؤں کا ایک آدمی وہاں سے گزرتے ہوئے رک کر ارباز سے پوچھنے لگا. آہلہ بھی اس طرف متوجہ ہوئی.

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں بس ابھی ابھی... دیکھ تو رہے ہو ابھی تالہ بھی نہیں کھولا میں نے... اور تم بتاؤ سب خیریت ہے؟"

ارباز مسکراتے ہوئے اس شخص کی طرف پلٹے لیکن اس کی اگلی بات سن کر نہ صرف ارباز بلکہ آہلہ کے بھی پاؤں کے نیچے سے زمین نکلی تھی.

"ارے کیا خیریت ہو گی ارباز... کل رات یہ بختاں مائی کی بیٹی گھر سے بھاگ گئی ہے. اور اس کے عاشق نے اسکی ماں کے مزاحمت کرنے پر اس کو زخمی کر دیا. وہ بچاری کل سے شہر کے کسی اسپتال میں پڑی ہے."

وہ شخص افسوس سے سر ہلاتے ہوئے بول رہا تھا. ارباز بے یقین نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا. جبکہ آہلہ بھی سن کھڑی تھی.

" آج کل کی نسل بھی پتا نہیں کن راہوں پر چل پڑی ہے. اب یہ بختاں مائی کی بیٹی کی ہی مثال لے لو... میں تو کہتا ہوں کہ تم بھی اپنی بیٹی کو اتنی چھوٹ نہ دو کہ کل یہ بھی...."

"بسسسس, بہت ہو گیا. خبردار جو میری بیٹی کہ بارے میں ایک لفظ بھی بولا. اور جہاں تک بات ہے سکھاں کی تو مجھے یقین ہے کہ اس کے ساتھ حادثہ ہوا ہے. تمہیں شرم آنی چاہیے بجائے سچ جاننے کے بجائے تم اس طرح کی گھٹیا باتیں کر رہے ہو."

ارباز زور سے دھاڑے تھے. وہ شخص 'ہنہ' کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا. توار باز نے آہلہ کی طرف دیکھا جو ابھی تک سن حالت میں کھڑی تھی.

"تم فکر مت کرو بیٹی... میں پتا کرتا ہوں کہ معاملہ کیا ہے. سکھاں بہت جلد ہمیں مل جائے گی. میں اسے ڈھونڈ لوں گا."

ارباز نے آہلہ کہ سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو آہلہ نے نفی میں سر ہلایا.

"نہیں بابا! ڈھونڈا اسے جاتا ہے جو کھو گیا ہو. سکھاں کھوئی نہیں ہے. اسی لیے اسے ڈھونڈنے نہیں لینے جانا ہے. اور اسکو لینے میں خود جاؤں گی. کیونکہ مجھے پتا ہے کہ اسے کہاں لے جایا گیا ہو گا."

آہلہ مسلسل نفی میں سر ہلاتے ہوئے آہستہ آواز میں بول رہی تھی. جبکہ ارباز نا سمجھی سے اسے دیکھ رہے تھے.

”بابا ہمیں ابھی اور اسی وقت قاسم شاہ کے ڈیرے پر جانا ہو گا. اس سے پہلے کہ کچھ برا ہو جائے ہمیں وہاں جلد پہنچنا ہو گا.“

آہلہ نے ارباز کا ہاتھ پکڑتے ہوئے تیزی سے کہا تو ارباز حیرانی سے گویا ہوئے.

”یہ کیا کہہ رہی ہو بیٹی... بھلا سکھاں کا ڈیرے پر کیا کام.... وہ شاہوں کا ڈیرہ ہے. اس علاقے کے سردار کا... تم جانتی بھی ہو کہ وہاں جانے کا کیا مطلب ہے.“

ارباز نے سختی کہا لیکن آہلہ کے انداز سے انہیں بخوبی علم ہو گیا تھا کہ وہ نہیں رکے گی.

”بابا! سکھاں کو اغوا کیا گیا ہے اور یہ کام دلدار کا ہے. اور دلدار کو یقیناً قاسم شاہ کی سپورٹ حاصل ہو گی. کیونکہ اتنا بڑا قدم وہ اکیلے نہیں اٹھا سکتا.“

آہلہ کی بات پر ارباز حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے.

NEW ERA MAGAZINE .com

"یہ کس کے مقابلے پہ کھڑی ہو رہی ہو آہلہ میری بیٹی...زندگی بھی ہمیں کس مقام پر لے آئی ہے۔"

ارباز یہ بات آہلہ سے نہیں کر پائے تھے۔ جبکہ آہلہ ان کو خاموش دیکھ کر بولی۔

"بابا اگر آپ میرے ساتھ نہیں گئے تو میں اکیلی ہی چلی جاؤں گی۔"

آہلہ کی بات پر ارباز چونکے پھر پریشانی سے بولے۔

"بیٹا شام کا وقت ہے.... تمہارا اکیلی کا وہاں جانا مناسب نہیں ہے۔ میں چلتا ہوں تمہارے ساتھ لیکن اگر واقعی یہ کام دلدار کا ہے اور سکھاں کو ڈیرے پر ہی رکھا گیا ہے تو وہ ہمیں ڈیرے کے اندر نہیں گھسنے دیں گے۔"

ارباز پریشانی سے کہہ رہے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بابا آپ چلیں...اگر انہوں نے اندر نہیں جانے دیا تو پھر میں جانتی ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے...."

آہلہ اٹل انداز میں بولی تو ارباز اسے دیکھ کر رہ گئے تھے.

....

"کیا ہو رہا ہے یہ سب اور کون ہے یہ لڑکی؟"

قاسم شاہ نے اونچی آواز میں لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے گارڈز سے پوچھا. لیکن کسی کے جواب دینے سے پہلے ہی ارباز کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر قاسم شاہ کو معاملے کی سنگینی کا اندازہ ہوا. لیکن بظاہر وہ خود کو پر سکون رکھتے ہوئے بولے.

"ارباز...یہ لڑکی کون ہے اور تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو...؟"

قاسم شاہ نے بظاہر نرم لہجے میں پوچھا تھا لیکن ارباز ان کے اس لہجے کو بخوبی جانتے تھے.
اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے آہلہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے دھاڑنے والے انداز میں بولی تھی.

"مسٹر قاسم شاہ اس سے پہلے میں کوئی سخت الفاظ بولنے پر مجبور ہو جاؤں آپ بتا دیں کہ وہ گھٹیا شخص دلدار کہاں ہے اور اس نے سکھاں کو کہاں رکھا ہوا ہے؟"

آہلہ کی آواز بظاہر تو ہلکی تھی لیکن اس کی آنکھوں سے نکلتے شعلے قاسم شاہ کے ساتھ ساتھ عائث شاہ نے بھی محسوس کیے تھے. جو پہلے حیرت و پریشانی سے آہلہ کو دیکھ رہا تھا اب اسے آہلہ کا قاسم شاہ کے ساتھ یہ رویہ ناگوار گزرا تھا.

"آپ ہوش میں ہیں؟ میں نہیں جانتا کہ یہ دلدار اور سکھاں کا کیا معاملہ ہے... لیکن یہ سب بابا سائیں کو...."

"ہاں... آپ کے بابا سائیں کی شہ پر ہی اس نے سکھاں کو اغوا کیا ہے."

عائث شاہ کی بات کاٹ کر آہلہ نے دانت پیستے ہوئے شعلتے نگلتی آنکھوں سے قاسم شاہ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔اس دوران ارباز خاموش تماشائی بنے کھڑے تھے۔جب کہ عائث شاہ اب کی بار خود کو بمشکل کنٹرول کر پایا تھا۔

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو...میرے باباسائیں ایسا کیوں کریں گے...ارباز چاچا! آپ کچھ کہہ کیوں نہیں رہے ہیں...؟"

عائث شاہ آہلہ کے قریب آتے ہوئے غصے سے دھاڑا تھا۔جبکہ آخری جملہ اس نے ارباز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"چھوٹے سائیں! میں بس اتنا جانتا ہوں کہ آہلہ جھوٹ نہیں بول رہی ہے۔یہ جو کچھ بھی کہہ رہی ہے وہ ہی سچ ہے۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ارباز نے جیسے ہی بات ختم کی تو قاسم شاہ نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے گارڈز کو روکا اور انہیں باہر جانے کا اشارہ کیا اور پھر خود آگے بڑھتے ہوئے ارباز کا گریبان پکڑا تھا. جب کہ آہلہ کا خون کھول اٹھا تھا. اور عائث کو ارباز کی بات پر لگا کہ وہ اب یہاں سے ہل نہیں پائے گا.

"تم اور تمہاری بیٹی... دونوں ہی غدار نکلے.... میں نے کیا نہیں کیا تم دونوں کے لیے اور تم نے جس تھالی میں کھایا اسی میں چھید کرنے کی کوشش کر رہے ہو. شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے تمہارے لیے."

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

قاسم شاہ کی بات پر آہلہ نے نفرت سے سر جھٹکا تھا.

"اور ہاں پہلی بات تو یہ کہ دلدار کبھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا. اور اگر اس نے یہ کیا بھی ہے تو اس میں اس لڑکی کی بھی مرضی شامل ہو گی ورنہ وہ...."

"بس بہت ہو گیا.... سمجھ کیا رکھا ہے آپ نے ہمیں.... آپ اپنے بیٹے کو بے وقوف بنا سکتے ہیں مجھے نہیں... آپ جیسا گھٹیا شخص میں نے....."

آہلہ سے قاسم شاہ کی سکھاں کے بارے میں کہی گئی بات برداشت نہیں ہوئی تو وہ غصے سے چیخ پڑی تھی لیکن پھر اچانک بیٹھک میں خاموشی چھا گئی. اور آہلہ بے یقینی کی کیفیت میں اپنے دائیں گال پر ہاتھ رکھے عائث شاہ کو دیکھ رہی تھی. اس کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹا تھا. جبکہ ارباز حیرت سے عائث کو اور قاسم شاہ فخر سے سینہ تانے آہلہ کی طرف استہزائیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے.

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائث شاہ اب اپنے ہاتھ کو حیرانی سے دیکھ رہا تھا جو اس نے آہلہ کے اوپر اٹھایا تھا.

"آج زندگی میں پہلی بار مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ تم میں اور تمہارے اس ظالم باپ میں کوئی فرق نہیں. آخر ایک ہی خون ہو فرق ہو بھی کیسے سکتا ہے."

آہلہ نے آہستہ لیکن زہر خند لہجے میں کہا تو ارباز نے بے اختیار تڑپ کر آہلہ کو دیکھا تھا.
جبکہ قاسم شاہ نے مٹھیاں بھینچی تھیں.

''ابھی کہاں جا رہے ہو عائث شاہ....ابھی تو تمہیں اور کئی سچ جاننے ہیں..بلکہ اصلیت جاننی ہے اپنے باپ کی....اور تم سے تو یہی برداشت نہیں ہو رہا تو....''

''بس...بہت کہہ لیا تم نے... تمہیں لگتا ہے کہ دلدار
سکھاں کو یہیں لے کر آیا ہے تو چلو میرے ساتھ...پورا ڈیرہ دیکھ لو..لیکن اگر وہ یہاں سے نہیں ملی تو.....''

عائث نے آہلہ کی بات کاٹتے ہوئے اس کے قریب آ کر کہا.اس کی آنکھوں میں خون پلٹ آیا تھا. جبکہ آہلہ نہ جانے کیوں اس کی ادھوری بات کے مکمل ہونے کا انتظار کر رہی تھی.اور اس کی اگلی بات پر اس نے بے یقینی سے عائث کی طرف دیکھا.

"تو پھر.... تمہاری اور میری جنگ شروع ہو گی... تم نے یہاں جو کچھ بھی کہا اس کا تمہیں حساب دینا ہو گا."

عائث نے کہتے ساتھ ہی اس کا بازو زور سے پکڑا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر نکلا. ان کے پیچھے ارباز بھی قاسم شاہ کو افسوس سے دیکھتے ہوئے باہر نکلے. جبکہ قاسم شاہ طنزیہ مسکراہٹ سے اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کمر پہ باندھے آہستہ آہستہ وہیں ٹہلنے لگے.

....

"بابا! ایسے کیسے ہو سکتا ہے... مجھے پورا یقین ہے کہ سکھاں کو ڈیرے پر رکھا ہو گا ان لوگوں نے..."

آہلہ اور ارباز ڈیرے سے تھوڑی دیر ہی پہلے آئے تھے وہاں سکھاں نہیں ملی تھی. اور دلدار بھی غائب تھا. آہلہ جب سے گھر آئی تھی تب سے سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی تھی.

”آہلہ...ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ قاسم شاہ کا واقعی کوئی تعلق نہ ہو اس معاملے سے...“

ارباز نے آہلہ کو سمجھانے کی کوشش کی... لیکن آہلہ نے نفی میں سر ہلایا.

”نہیں بابا... مجھے یقین ہے کہ قاسم شاہ کا سکھاں کے اغواء سے ضرور تعلق ہے... دلدار شیر کے روپ میں ایک گیدڑ ہے... وہ اتنا بڑا قدم بغیر شاہوں کی سپورٹ سے نہیں اٹھا سکتا.“

آہلہ نے کچھ لمحے کے لیے رک کر اپنی بات پر زور دے کر کہا اور پھر سے ٹہلنے لگی.

”آہلہ... بس کر دو بیٹی.... اگر تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ قاسم شاہ بھی ملوث ہے سکھاں کے اغوا میں تو مجھے بھی اس بات کا یقین ہے کہ عائث شاہ کا کوئی تعلق نہیں اس معاملے سے.... وہ ہر چیز سے بے خبر ہے.“

ارباز نے آہلہ سے نظریں چراتے ہوئے کہا اور میز سے پانی کا گلاس اٹھا کر منہ سے لگایا.

"بابا... اگر وہ اتنا ہی بے خبر ہے تو پھر دور رہے نہ اس معاملے سے.... اس نے مجھ پر ہاتھ...."

آہلہ کچھ بولتے بولتے یقدم رکی تھی. اور ارباز نے بھی اسی لمحے اسے دیکھا تو وہ رخ موڑ گئی تھی. ارباز گہرا سانس لیتے ہوئے کھڑے ہوئے.

"میں باہر تمہارا انتظار کر رہا ہوں... ہمیں ابھی اسپتال کے لیے نکلنا ہو گا. ورنہ رات زیادہ ہو گئی تو کوئی گاڑی نہیں ملے گی شہر کے لیے اور بختاں مائی کی حالت ٹھیک نہیں ہے اس لیے ہمارا وہاں جانا ضروری ہے."

ارباز اپنی بات پوری کر کے باہر چلے گئے. جبکہ آہلہ ارباز کی چھوڑی کرسی پر بیٹھی اور اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا.

"تو عائث شاہ... تم نے مجھے تھپڑ مارا... مجھے... جو پچھلے کئی سالوں سے تمہیں پاگلوں کی طرح چاہ رہی ہے... کاش تم میری بات سن لیتے... تم تو جانتے ہو نہ کہ میں جھوٹ نہیں بولتی... تمہیں تو یقین تھا نہ... پھر آج کیا ہوا... آج کیوں مجھے جھوٹا قرار دیا اور تھپڑ مارا."

آہلہ بولتے بولتے سسک پڑی تھی. لیکن پھر جلد ہی اس نے اپنے بہتے آنسو صاف کیے. اور ایک نئے عزم کے ساتھ کھڑی ہوئی.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"عائث شاہ! چاہے تم میری راہ میں کتنے ہی روڑے کیوں نہ اٹکاؤ... میں سکھاں کو انصاف ضرور دلاؤں گی. اور قاسم شاہ کا اصلی روپ بھی ہر صورت تمہارے سامنے لاؤں گی."

آہلہ نے خود سے وعدہ کیا اور باہر کی طرف چل دی.

•••••••••••••••

”تم وہ آہلہ نہیں ہو.... تم تو کبھی بھی جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتی تھیں... لیکن تم نے میرے بابا سائیں پر جھوٹا الزام لگا کر اچھا نہیں کیا.... تم پچھتاؤ گی آہلہ... پچھتاؤ گی.“

عائث بیڈ پر لیٹا چھت کو گھورتے ہوئے خود سے بول رہا تھا. اس نے اپنے پاؤں نیچے لٹکا رکھے تھے. جب کہ ہاتھ کی مٹھی بنا کر مسلسل سر پر ہلکے ہلکے مار رہا تھا جب کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا. تو عائث نے ناگواری سے دروازے کی طرف دیکھا.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”عائث میں اندر آجاؤں؟“

بتول بیگم کی آواز آئی تو عائث جلدی سے کھڑا ہوا.

”اماں سائین آپ..... آئیں نہ' آپ اجازت کیوں مانگ رہی ہیں؟“

عائث کے کہنے پر بتول بیگم مسکراتی ہوئی اندر کمرے میں داخل ہوئیں اور عائث کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بیڈ پر بیٹھ گیا. بتول بیگم بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئیں.

"بیٹا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نہ؟"

بتول بیگم اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں تو عائث نے دھیرے سے مسکرانے کی کوشش کی.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جی جی اماں سائیں... میری طبیعت تو بلکل ٹھیک ہے."

عائث نے بمشکل مسکراتے ہوئے جواب دیا تو بتول بیگم مسکرائیں.

"بیٹا جب دل خوش نہ ہو، جب روح پر سکون نہ ہو تب مسکرانے سے پرہیز کرنا چاہیے. کیونکہ وہ زبردستی کی مسکراہٹ خود کے لیے بہت تکلیف دہ ہوتی ہے."

بتول بیگم ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولتے ہوئے مسلسل عائث کے چہرے پر کچھ جانچنے کی کوشش کر رہی تھیں.

”آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں اماں سائین... مجھے کچھ نہیں ہوا. آج سارا دن زمینوں اور ڈیرے پر گزارا ہے نہ تو اس لیے تھوڑا تھکن ہو گئی ہے. بس اسی لیے آپ کو بیمار دکھ رہا ہوں.“

عائث نے اب کی بار ہنستے ہوئے کہا تو بتول بیگم بھی بظاہر مسکرا دیں.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”اچھا آپ بتائیں نہ اماں سائین... کیا بات تھی کہ آپ کو میرے کمرے میں خود آنا پڑا... مجھے بلوا لیا ہوتا.“

عائث نے بتول بیگم کا دھیان بٹاتے ہوئے کہا تو بتول بیگم بے اختیار اسے دیکھنے لگیں.

”نہیں میرے لال... آنا تو مجھے خود ہی تھا...“

بتول بیگم کے کہنے پر عائث نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا. جبکہ وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھیں. لیکن انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ بات کو کہاں سے شروع کریں. انہوں نے عائث کی جانب دیکھا تو وہ سوالیہ نظروں سے انہی کو دیکھ رہا تھا.

"وہ... عائث... بیٹا میں جو تم سے مانگنے جا رہی ہوں... شاید وہ تمہیں اچھا نہ لگے.... میرا مطلب ہے کہ... تمہیں اپنی زندگی اپنی مرضی سے جینے کا حق ہے. اور اپنی مرضی کی شریک حیات کے ساتھ جینے کا حق ہے. لیکن..."

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بتول بیگم بمشکل اپنی بات عائث کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں جب عائث نے ان کی بات بیچ میں ٹوک کر ان کی مشکل آسان کی.

"اماں سائین... آپ کی باتوں سے تو یہی لگ رہا ہے کہ آپ نے میرے لیے لڑکی ڈھونڈ لی ہے."

عائث کے نارمل انداز میں پوچھنے پر بتول بیگم نے سکھ کا سانس لیتے ہوئے ہاں میں سر ہلا دیا.

"لیکن... اماں سائین اس میں اتنی پریشانی والی کیا بات تھی.اور آپ نے ایسا کیوں کہا کہ مجھے اچھا نہیں لگے گا....ایک منٹ ایک منٹ.... کہیں آپ نے بھی یہی تو نہیں سوچ لیا تھا کہ میں پھوپھو جان کی پسند کی لڑکی سے شادی کروں گا؟"

عائث نے اب کی بار اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا.تو بتول بیگم ہنس پڑیں.

"نہیں بیٹا یہ بات نہیں ہے...بلکہ...وہ لڑکی تھوڑا غریب خاندان سے ہے... لیکن اس کے باپ نے اس کو اچھی تعلیم دلوائی ہے.اور وہ ہے بھی بہت خوبصورت...مجھے یقین ہے کہ وہ میرے لال کے ستھ خوب جچے گی."

بتول بیگم نے اس کے کندھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا.جبکہ ان کی بات پر عائث سنجیدہ ہوا.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''اماں سائین... کیا آپ کو اپنی تربیت پر بھروسہ نہیں ہے... جو آپ کو لگا کہ میں صرف اس وجہ سے اس رشتے سے انکار کردوں گا کہ وہ لڑکی غریب خاندان سے ہے؟''

عائث نے پر شکوہ نظروں سے بتول بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ عائث کے لہجے میں ناراضگی محسوس کرتے ہوئے جلدی سے بولیں.

''نہیں نہیں عائث... مجھے یقین ہے کہ میرا بیٹا بہت نرم اور خوبصورت دل کا مالک ہے. لیکن... تمہارے بابا سائیں.... وہ کبھی بھی نہیں مانیں گے.''

بتول بیگم نے دھیرے لہجے میں کہتے ہوئے رخ موڑا. جبکہ عائث حیران ہوا.

''بابا سائیں.. نہیں مانیں گے؟ اماں سائین.... بھلا بابا سائیں کو کیا اعتراض ہوگا....؟''

عائث حیرت زدہ لہجے میں پوچھ رہا تھا. جبکہ بتول بیگم خاموش ہو گئیں. وہ جانتی تھیں کہ اس کی حیرت بجا ہے. کیونکہ وہ صرف تصویر کا ایک رخ جانتا ہے.

"عائث...اور اگر انہیں اعتراض ہوا بھی تو کیا تم منع کر دو گے.....؟ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ آہلہ کے لیے کبھی نہیں مانیں گے"

بتول بیگم کسی خدشے کے تحت کہہ رہی تھیں. جبکہ عائث یکدم ساکت ہوا تھا.

"کیا کہا آپ نے....آہلہ...کون آہلہ....؟"

عائث نے بے یقینی سے بتول بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے تیزی سے سوال کیا تھا.

"ارے بیٹا...آہلہ کی ہی تو بات کر رہی تھی میں...وہ ارباز کی بیٹی ہے. تم نے تو دیکھا ہو گا نہ اس کو...ابھی ایک دن پہلے ہی تو ارباز اور آہلہ کو تم شہر چھوڑ کر آئے تھے."

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بتول بیگم عائث کو آہلہ کے بارے میں بتا رہی تھیں. جبکہ عائث کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے. اس کے گرد جیسے سناٹا سا چھا گیا تھا. وہ بس خاموشی سے بتول بیگم کو دیکھ رہا تھا. اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھا اور کمرے کی کھڑکی کے ساتھ جا کھڑا ہوا.

"اماں سائین... آپ دنیا کی جس لڑکی سے کہیں گی میں چپ چاپ اس نکاح کر لوں گا پھر چاہے اس کے ساتھ شادی کے خلاف بابا سائیں ہی کیوں نہ ہو جائیں... لیکن آہلہ.... کبھی نہیں."

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائث نے اپنی بات کہہ کر رخ کھڑکی کی طرف کیا اور اپنے جبڑے اس سختی سے بھینچے کہ اس کے دماغ کی رگیں ابھر آئیں. جبکہ اب کی بار بیڈ پر بیٹھی بتول بیگم عائث کی بات پر بے یقینی سے اس کو دیکھ رہی تھیں.

"لیکن کیوں... عائث.... جب کسی بھی لڑکی سے شادی کرنے پر راضی ہو تو پھر آہلہ کیوں نہیں؟"

بتول بیگم کھڑی ہوئیں اور عائث کے قریب آتے ہوئے بولیں.

"جب میں کسی بھی لڑکی سے شادی کرنے کو تیار ہوں تو صرف آہلہ ہی کیوں...اماں سائین...کیا باقی ساری لڑکیاں مر گئی ہیں؟"

عائث نے بمشکل اپنی آواز کو دھیمی رکھتے ہوئے کہا.اور پھر بتول بیگم کی طرف مڑا.وہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں.وہ ان کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا.جبکہ وہ پیچھے سن کھڑی رہیں.

"تمہیں کیسے بتاؤں عائث....کہ صرف آہلہ سے ہی کیوں میں تمہارا نکاح کروانا چاہتی ہوں.لیکن تم...تم کیوں آہلہ سے خار کھاتے ہو؟تم کیا جانو کہ وہ لڑکی...."

بتول بیگم نے کھڑکی پر ہاتھ رکھتے ہوئے خود کو سہارا دیا.اور روتے ہوئے خود کلامی کرنے لگیں.وہ بے یقین تھیں کہ عائث جوان کی خوشی کے لیے کچھ بھی کر گزرنے کو تیار رہتا تھا تو وہ انجانے میں ان کو کتنا بڑا دکھ دینے جا رہا تھا.

....

"آہلہ... تمہاری وجہ سے آج میں نے پہلی بار اماں سائین کو دکھ دیا ہے... تم مر کیوں نہیں جاتیں....؟"

عائث نے گاڑی سڑک پر روکی اور باہر نکل کر اس زور سے دروازہ بند کیا کہ اس کی آواز سناٹے میں دور تک گونجی تھی.اور پھر زمین پر پاؤں سے زور سے ٹھوکر مارتے ہوئے بولا.

"عائث شاہ... اگر آہلہ مر گئی تو تم بھی اپنی ماں کو کھو دو گے.وہ زندہ ہے جبھی تمہاری ماں زندہ ہے.تم نے کبھی اپنی کی ماں کی ہنسی کے پیچھے چھپے درد کو غور سے دیکھا ہے؟"

عائث اپنے غصے کو کنڑول کرنے کے لیے گہرے گہرے سانس لے رہا تھا جب اپنے قریب سے کسی کی آواز سن کر چونک پڑا تھا.

"ارباز چاچا...."

عائث وہاں ارباز کو دیکھ حیران ہوا تھا. جبکہ ان کی بات پر نا سمجھی سے انہیں دیکھنے لگا تھا.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہاں عائث شاہ.... میں ارباز.... آہلہ کا باپ."

ارباز نے چبھتی ہوئی نظروں سے عائث کو دیکھا تھا. ان کے چہرے عائث کے آہلہ کے خلاف استعمال کیے گئے الفاظ اپنی چھاپ چھوڑ گئے تھے. جبکہ عائث لاکھ آہلہ کو ناپسند کرے لیکن کبھی ارباز کو تکلیف دینے کا نہیں سوچ سکتا تھا. کیونکہ ارباز کے ساتھ اس کا پورا بچپن گزرا تھا.

”میں نہیں جانتا کہ ایسا کیا ہوا کہ بی بی سائین کو دکھ دینے کی وجہ آہلہ بنی... لیکن عائث شاہ اگر تم میری بیٹی کو تکلیف دینے کی وجہ بنے تو اس دن....اس دن تم اپنے باپ کو کھو دو گے.“

ارباز اپنی بات کہہ کر رکے نہیں تھے. جبکہ پیچھے عائث ساکت نظروں سے انہیں جاتا ہوا دیکھتا رہا.

”تو ارباز چاچا آپ بھی میرے بابا کے خلاف ہو گئے...اوہ...میں تو بھول ہی گیا...آخر آہلہ آپ کی بیٹی ہے آپ نے تو اس کا ہی ساتھ دینا ہے. لیکن میں بھی اپنے بابا سائیں پر لگے سارے الزام جھوٹے ثابت کر کے رہوں گا. چاہے اس کے لیے مجھے آپ کی بیٹی کو کتنی ہی تکلیف دینی پڑے. جب آپ اپنی بیٹی کا غلط ہونے پر بھی ساتھ دے رہے ہیں تو میں کیوں اپنے عزت دار بابا سائیں کو اس کے ہاتھوں زلیل ہونے دوں.“

عائشہ نے دور جاتے ارباز کے سائے کو دیکھتے ہوئے کہا.اب اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے.اس بات سے انجان کہ اس کا اٹھنے والا قدم کیا کیا طوفان لیکر آ سکتا ہے.

....

"اچھا ہوا مر گئی...اب کم از کم سکھاں کی بار بار مجھے "اماں کے پاس جانا ہے" کی رٹ تو نہیں سننی پڑے گی...."

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دلدار نے فون پر کسی کو مکروہ قہقہ لگاتے ہوئے کہا.اس بات سے انجان کے اس کے پیچھے موجود سکھاں اس کی بات سن کر اپنے ہوش و حواس کھو چکی تھی.جب دلدار کو پیچھے سے کسی کے گرنے کی آواز سنائی دی تو وہ یکدم پلٹا اور سکھاں کو نیچے گرا ہوا دیکھ کر جلدی سے اس کی طرف بڑھا.

"سکھاں اٹھ...کیا ہوا تجھے...کوئی پانی لاؤ... سلیم کہاں مر گئے ہو' جلدی پانی لاؤ."

دلدار نے سکھاں کا گال تھپتھپاتے ہوئے اس کو پکارا لیکن اس کے جواب نہ دینے پر سلیم کو آواز لگائی. تھوڑی ہی دیر میں سلیم پانی لے آیا تو اس نے تھوڑا سا پانی اپنے ہاتھ میں لے کر سکھاں کے چہرے پر چھڑکا. لیکن سکھاں نے کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں کی. اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا.

”سلیم جلدی گاڑی نکال... جلدی کر.“

دلدار نے سکھاں کو دیکھتے ہوئے سلیم کو تیزی سے کہا تو وہ حیرت سے دلدار کا منہ تکنے لگا.

”میرا منہ کیا دیکھ رہا ہے... سمجھ نہیں آ رہی تجھے میں کیا کہہ رہا ہوں... جلدی گاڑی نکال... سکھاں کو جلد سے جلد اسپتال لے کر جانا ہو گا.“

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دلدار نے اس بار چیختے ہوئے کہا تو سلیم ڈر کر کھڑا ہوا پھر ہلکی آواز میں اسے کچھ یاد دلانے کی کوشش کی.

"وہ دلدار.. شاہ سائیں نے ہمیں اس گھر سے باہر نکلنے سے سختی سے منع کیا تھا...."

سلیم نے آہستہ آواز میں کہا تو دلدار کھڑا ہوا اور اس کا گریبان پکڑ کر بولا.

"اس وقت تمہیں مجھ سے شاہ سائیں بھی نہیں بچا سکتے اگر تمہاری گردن مروڑ دوں تو....."

دلدار نے زہریلے لہجے میں کہا تھا. سلیم نے جلدی سے منہ نیچے کیا تو دلدار نے غصے سے اسے دھکا دیتے ہوئے اس کا گریبان چھوڑا تو وہ وہاں سے فوراً غائب ہوا.... جبکہ دلدار اب سکھاں کو اٹھا رہا تھا.

•••••••••••••••

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ارے شہلا جو نیا ڈاکٹر آیا ہے وہ کتنا ینگ اور ہینڈسم ہے۔"

ایک نرس نے دوسری نرس سے کہا تو اس نے بھی سر ہلایا۔

"ہاں صحیح کہہ رہی ہو... لیکن یہ کچھ دنوں کے لیے ہی آیا ہے پھر واپس کراچی چلا جائے گا، کاش یہ یہیں جاب کر لے۔ پھر ہمیں بھی اس اسپتال میں کوئی ایک عدد اتنا پیارا اور نوجوان ڈاکٹر دیکھنے کو ملتا نہیں تو یہاں تو سارے بڈھے ڈاکٹرز ہی ہیں۔"

دوسری نرس نے سموسہ منہ ڈالتے ہوئے کہا تو پہلی نرس کی بڈھے ڈاکٹر والی بات پر ہنسی چھوٹی۔ جس کو دیکھ کر دوسری نرس بھی ہنسنے لگی۔

•••••••••••••

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ راہداری میں چل رہا تھا جب سامنے کھڑکی کے شیشے سے اسے کینٹین میں بیٹھیں دو نرسز سموسے کھاتی ہوئی دکھائی دیں تو وہ سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا اس طرف چل پڑا. وہ نرسز اس کے بارے میں ہی باتیں کر رہی تھیں. اس نے مسکراہٹ دبائی.

"ہائے..."

اس نے نرسز کے قریب جا کر کہا تو وہ دونوں زور سے اچھلی تھیں.

"سر آپ..."

ایک نرس جس کا نام شہلا تھا وہ جلدی سے بولی. جبکہ دوسری مسلسل اس کو دیکھے جا رہی تھی.

"جی.....جان."

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ڈاکٹر نے گلا کھنکھارتے ہوئے کہا تو وہ نرس ہقا بقا سی اس کو دیکھنے لگی. جبکہ شہلا نام کی نرس نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا.

"پہلی ہی ملاقات میں جان..."

نرس نے دوسری نرس کو گھورنے کے بعد ڈاکٹر کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ حیران سا کبھی ایک کو دیکھتا تو کبھی دوسری کو. جب کہ دوسری نرس ڈاکٹر کو دیکھتی اور پھر نیچے منہ کر کے شرمانے کی کوشش کرتی.

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ایکسکیوزمی لیڈیز! جب ایک شخص اپنا تعارف کروا دیتا ہے تو سامنے والے کو بھی چاہیے کہ وہ بھی اپنا تعارف کروائے."

ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے باری باری دونوں کو دیکھ کر کہا تو دونوں نے ایک ساتھ اس کو گھورا.

"کون لیڈیز؟"

شہلا نام کی نرس کو کچھ زیادہ برا لگ گیا تھا تو وہ چبھتے ہوئے لہجے میں بولی. لیکن ڈاکٹر کے جواب دینے سے پہلے ہی دوسری نرس بولی.

"میرا نام ثانیہ ہے اور یہ شہلا... اور آپ کا نام؟"

اس نرس نے اپنے ساتھ ساتھ شہلا نامی نرس کا بھی تعارف کروایا اور پھر ساتھ ہی ڈاکٹر سے اس کا نام پوچھا تو وہ سوچ میں پڑ گیا. اور پھر سمجھ آتے ہی اس نے ایک زوردار قہقہ لگایا تھا. نرسز حیرانی سے اس کو دیکھنے لگیں تو وہ جلدی سے بولا.

"سوری سوری.... وہ مجھے کبھی بھی اور کہیں بھی ہنسی آجاتی ہے... خیر... میرا نام "جان" ذ ہے."

اس نے بمشکل اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا تو اس بار شہلا نامی نرس نے زور سے قہقہ لگایا تھا.

"وہ سوری... مجھے بھی کبھی کبھی ایسے ہی ہنسی جاتی ہے."

شہلا نے استہزائیہ نظروں سے ثانیہ کو دیکھا جس کے دل کا حال' دل کے ارماں آنسوؤں میں بہہ گئے' جیسا ہو گیا تھا.

"ڈاکٹر جان... آئیں ہمارے ساتھ لنچ کریں."

شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا. جان کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ ایک کمپاؤنڈر بھاگتا ہوا ان کی طرف آیا.

"جلدی چلیں ڈاکٹر جان.... پیشنٹ کی حالت بہت سیر ئیس ہے."

اس نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا تو جان کوئی جواب دیے بغیر وہاں سے بھاگا. جبکہ نرسز بھی جلدی جلدی اس کے پیچھے گئیں.

....

"بڑی اچھی عورت تھی بختاں مائی. شوہر کے مرنے کے بعد بھی حلال ہی کھلایا اپنی بیٹی کو. لیکن نہ جانے کیوں اس کی تربیت اچھی نہ کر پائی."

ایک عورت نے دوسری عورت سے بظاہر آہستہ آواز میں کہا لیکن اس کی آواز ارد گرد بیٹھی ساری خواتین کو سنائی دی تھی. آہلہ نے غصے سے مٹھی بھینچی اور سپارہ پڑھنے میں سارا دھیان لگانے کی کوشش کی.

"ہاں بھئی... سب سے بڑا فرض تو بیٹیوں کی تربیت کرنا ہوتا ہے. جب وہ ہی نہ کر سکی تو فائدہ ساری زندگی بیٹی کے لیے محنت مزدوری کرنے کا. اللہ بخشے بچاری کو."

دوسری عورت بھی پیچھے نہیں رہی تھی. جبکہ اب آہلہ سے خود پر کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا تھا.

"ارے سنا ہے کسی غلط صحبت میں پڑ گئی تھی. یہ سہیلیاں ہی تو برباد کرتی ہیں. پہلے خود عاشقی معشوقی کے چکر چلاتی ہیں اور پھر اپنے ساتھ کی لڑکیوں کو بھی یہ سب سکھاتی ہیں. ورنہ سکھاں کو تو میں اس کے بچپن سے دیکھ رہی ہوں. بڑی سیدھی سی بچی تھی."

ایک اور عورت نے آہلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو آہلہ کی ہمت جواب دے گئی.

"بہت افسوس کے ساتھ مجھے کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ سب اب یہاں سے تشریف لے جا سکتی ہیں. کیونکہ آپ سب کو یہاں بختاں چاچی کو ثواب پہنچانے کی نیت سے قرآن پڑھنے کے لیے بلایا گیا تھا. لیکن مجھے لگتا ہے کہ یہ کام میں اکیلے ہی بخوبی سر انجام دے سکتی ہوں. ایسے ہی آپ لوگوں کو تکلیف دی میں نے."

آہلہ نے دانت پیستے ہوئے تھوڑا اونچی آواز میں کہا تا کہ سب خواتین سن لیں. آہلہ کی بات سن کر کچھ خواتین شرمندہ ہو کر توجہ سے سپارہ پڑھنے لگیں اور کچھ خواتین آہلہ کو غصے سے گھورنے کے ساتھ بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے چلی گئیں. تو آہلہ وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گئی.

"یااللہ... کتنے بے حس لوگ ہیں یہ... ابھی بختاں چاچی کی قبر کی مٹی بھی نہیں سوکھی ہو گی اور یہ لوگ مزے لے لے کر ان کے اور سکھاں کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کر رہی ہیں. تھوڑا سا بھی احساس نہیں رہا ہے ان میں."

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آہلہ جو دو دن سے بھوکی پیاسی تھی اب چکراتے ہوئے سر کے ساتھ آنسوؤں بھری آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی.

"یہ دنیا واقعی بے حس ہے آہلہ.... اتنی زیادہ کہ ایک ماں کی گود سے بچہ چھین لیتی ہے. اور مڑ کر اس ماں کا چہرہ تک نہیں دیکھتی."

آہلہ کے قریب ہی کسی نے بہت آہستہ آواز میں کہا تو اس نے جلدی سے مڑ کر پیچھے دیکھا.

"بی بی سائین آپ...."

آہلہ بتول بیگم کو اتنے سالوں بعد اپنے سامنے دیکھ کر حیران رہ گئی. جبکہ بتول بیگم نے سر ہلاتے ہوئے اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کیے تو آہلہ یکدم ساکت ہوئی تھی.

"ایسے کیوں دیکھ رہی ہو آہلہ... کیا میں تمہارے آنسو صاف نہیں کر سکتی؟"

بتول بیگم نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے کہا تو اس نے سر جھکا دیا.

"آج کافی سالوں بعد آپ کا لمس محسوس کیا ہے. بچپن میں بھی جب آپ مجھے پیار کرتیں تھیں تو ایسا لگتا کہ یہی ماں کا لمس ہوتا ہے. ورنہ میں تو ماں کے لمس سے پیدا ہوتے ہی محروم ہو گئی تھی."

آہلہ نے دھیرے سے کہا تو بتول بیگم نے بے اختیار اسے گلے سے لگا یا اور پھر وہ اس قدر روئیں کہ آہلہ کے ساتھ ساتھ وہاں موجود باقی خواتین بھی پریشان ہو گئیں۔ایک عورت نے بتول بیگم کو بمشکل آہلہ سے الگ کیا اور انہیں اٹھا کر باہر لے گئیں۔جب کہ آہلہ سن سی بیٹھی تھی۔جیسے اس میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہ رہی ہو۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔اور اسی لمحے اسے اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا۔آنکھیں بند ہونے سے پہلے اس نے اپنے سامنے عائث شاہ کا چہرہ دیکھا اور پھر اپنے ہوش و حواس کھو دیے۔

....

"ڈاکٹر جان مریضہ کی حالت بہت خطرناک ہے۔ہمیں پولیس کو انفارم کرنا ہو گا۔ کیونکہ یہ پولیس کیس ہے۔وہ شخص تو مریضہ کو یہاں چھوڑ کر فرار ہو گیا ہے اگر اس دوران مریضہ کو کچھ ہو گیا تو اس کا زمہ دار اسپتال اور اس کی انتظامیہ ہو گی۔"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ڈاکٹر ناصر مسلسل جان کو مریضہ کا ٹریٹمنٹ کرنے سے روک رہے تھے. جبکہ جان کسی کی پرواکیے بغیر مریضہ کا علاج شروع کر چکا تھا.

''ٹھیک ہے ڈاکٹر جان... اگر آپ نہیں مان رہے تو میں خود انفارم کر دیتا ہوں پولیس کو....''

ڈاکٹر ناصر نے اب آخری حربہ استعمال کیا. لیکن اس کو یہ حربہ مہنگا پڑ گیا تھا.

''ڈاکٹر ناصر... ڈاکٹر کا رتبہ بہت بڑا ہوتا ہے. اللہ ڈاکٹرز کے زریعے مریضوں کو شفا دیتا ہے. اور آپ اس رتبے کو ٹھوکر مارتے ہوئے ایک مریض کو صرف اس وجہ سے موت کے منہ میں دھکیلنا چاہ رہے ہیں کہ یہ پولیس کیس ہے. اگر پولیس اگلے دس گھنٹے تک یہاں پہنچی اور تب تک وہ مریضہ ہی نہ رہی تو اس وقت کیا کریں گے؟''

جان نے چہرے پر افسوس بھرے تاثرات سجاتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر ناصر گڑبڑا گئے.

"میرا یہ مقصد نہیں تھا ڈاکٹر جان، لیکن جس طرح وہ شخص مرتضٰی کو مشکوک طریقے سے اسپتال پہنچا کر فرار ہو گیا ہے اس سے تو کوئی بہت بڑی گڑبڑ لگ رہی ہے.

اور....."

"اور یہ کہ جب پولیس آئے گی تو میں بات کر لوں گا فلحال آپ میرے ساتھ چلیں مرتضٰی کی حالت ٹھیک نہیں ہے. نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے."

جان نے ڈاکٹر ناصر کی بات کاٹتے ہوئے حکم صادر کیا اور آئی سی یو کی طرف چل پڑا. جبکہ ڈاکٹر ناصر بھی گہرا سانس لیتے ہوئے ڈاکٹر جان کے پیچھے چل پڑے.

....

"اسپتال کا گیٹ کیوں بند ہے؟ کھلواؤ اس کو...."

عائشہ شاہ نے گاڑی گاؤں کے اسپتال کے سامنے روکی لیکن اسپتال کا گیٹ بند تھا. اور چوکیدار باہر کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا. جب عائشہ نے گاڑی سے باہر نکل کر غصے سے کہا تو وہ ہڑبڑاتے ہوئے کھڑا ہوا. اور جلدی سے سلام کرنے کے بعد بولا.

"چھوٹے سائیں... اسپتال میں ڈاکٹر نہیں ہے اس لیے میں نے گیٹ بند کیا ہوا ہے."

چوکیدار نے ادب سے کہا. عائشہ کو حیرت ہوئی اور اس نے پیچھے مڑ کر ارباز کی طرف دیکھا. تو وہ زہر خند لہجے میں مسکرا دیے. اور واپس گاڑی میں جا بیٹھے. جبکہ عائشہ نے ناسمجھی سے ایک بات پھر چوکیدار کو دیکھا اور جلدی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا. اور ارباز کو مخاطب کرتے ہوئے بولا.

"ہمیں شہر جانا ہو گا."

وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا. اس نے ارباز کی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا. اور پھر اس نے گاؤں سے شہر جانے والی کچی سڑکوں پر بھی اس رفتار سے گاڑی چلائی تھی

کہ سکھر شہر تک دو گھنٹے کا سفر انہوں نے پون گھنٹے میں طے کیا تھا. جب کہ اس دوران پچھلی سیٹ پر لیٹی آہلہ ہنوز بے ہوش تھی.

....

"آپ نے اتنی دیر کیوں کی آنے میں مسٹر شاہ؟ یہ جیسے ہی بے ہوش ہوئی تھیں انہیں اسی وقت اسپتال لے آنا چاہیے تھا آپ کو.... اگر تھوڑی دیر اور ہو جاتی تو ان کی کنڈیشن اور زیادہ سیریس ہو جاتی."

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ڈاکٹر نے عائث سے کہا تو اس نے بے اختیار ارباز کی طرف دیکھا جو خود بھی اسے ہی دیکھ رہے تھے. اور پھر عائث کے کچھ بولنے سے پہلے ہی انہوں نے ڈاکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا.

"ڈاکٹر ہم گاؤں سے شہر آئے ہیں... ہمارے گاؤں کے اسپتال میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے ورنہ اپنی بیٹی کو اس طرح اتنی دیر تک اکیلے زندگی اور موت سے نہ لڑنے دیتا."

ارباز کے لہجے میں کچھ تھا جو عائشہ کو بری طرح چبھا تھا. لیکن فلحال وہ خاموش کھڑا رہا.

جبکہ ڈاکٹر پیشہ ورانہ انداز میں کچھ ہدایات دے کر وہاں سے چلے گئے.

"میں دوائیاں لے کر آتا ہوں."

عائشہ نے خاموشی توڑتے ہوئے کہا اور جانے کے لیے مڑا تو ارباز نے روکا.

"نہیں چھوٹے سائیں... آپ کی بہت مہربانی ہے جو آپ میری بیٹی کو اسپتال لائے ورنہ..... خیر... میں کسی اور احسان کا بوجھ نہیں سہہ پاؤں گا. آپ چاہیں تو چلے جائیں. میں دوائیاں وغیرہ خود لے لوں گا."

ارباز نے بمشکل اپنی بات پوری کی اور وہاں سے چلے گئے. جبکہ عائشہ خالی نظروں سے ان کو جاتا ہوا دیکھتا رہا. اسی لمحے کوئی اس کے سامنے سے گزرا لیکن پھر الٹے پاؤں واپس پلٹتے ہوئے عائشہ کو حیرت سے دیکھا.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"عائث....."

عائث مسلسل خاموشی سے بے مقصد ایک ہی طرف دیکھ رہا تھا جب کسی کے پکارنے پر حیرت سے مڑا.

"جان... تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ تم تو کراچی میں تھے نہ؟"

عائث نے جان کے گلے لگتے ہوئے کہا تو اس نے آنکھیں گھمائیں.

"کیوں بھئی میں سکھر نہیں آسکتا؟"

جان کی بات پر عائث دھیرے سے مسکرایا.

"میرا یہ مطلب نہیں تھا. دراصل کچھ دن پہلے ہماری بات ہوئی تھی تو تم نے یہاں آنے کے بارے میں زکر نہیں کیا تھا."

عائث نے آہلہ کے روم سے نکلتی نرس کو دیکھتے ہوئے کہا. اور جان کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ اس نرس کی طرف بڑھا تھا.

"سسٹر! کیا آہلہ کو ہوش آیا؟ اور کیسی ہے وہ؟"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائث کی بے تابی دیکھ کر جان نے غور سے اسے دیکھا.

"وہ ابھی ہوش میں نہیں آئی ہیں، لیکن آپ فکر مت کریں. آپ کی وائف بہت جلد ہوش میں آجائیں گی. آپ ان کا خیال رکھا کریں سر... اتنی پیاری وائف اللہ نے آپ کو دی ہے. لیکن پتا نہیں بچاری کو کیا صدمہ لگا ہے جو اس حال کو پہنچ گئی ہیں."

نرس کچھ زیادہ ہی باتونی تھی. اور اس کی باتوں پر عائث کے ہوش اڑے تھے. اس نے جلدی سے جان کی طرف دیکھا جو آنکھیں سکیڑے اسے ہی دیکھ رہا تھا. جبکہ نرس اب جا چکی تھی.

"تم نے تو کہا تھا کہ ابھی تمہاری زندگی میں کوئی لڑکی نہیں.... اور تم تو شادی شدہ نکلے."

جان نے بظاہر آہستہ آواز میں لیکن دانت پیستے ہوئے کہا تھا. جبکہ عائث نے دور جاتی نرس کو گھورا اور کوئی جواب دیے بغیر جانے لگا تو جان نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا.

"اوہ مجنوں! کھتے چلو او."

جان نے لہراتے ہوئے کہا تو عائث کی اس سنجیدہ صورت حال میں بھی ہنسی بے اختیار تھی. لیکن جلدی سے خود کو سنبھالتے ہوئے اس کی طرف مڑا.

"وہ میری ہونے والی بیوی ہے."

عائث کی ہنسی کی طرح اس کے یہ الفاظ میں بے اختیار تھے. جبکہ اس کے یہ الفاظ نہ صرف جان بلکہ عائث کے پیچھے موجود ارباز نے بھی سنے تھے. جو ابھی ابھی آہلہ کی دوائیاں لے کر آئے تھے.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اوہ اچھا پھر ٹھیک ہے."

جان نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اسی لمحے ایک نرس وہاں آئی.

"ڈاکٹر جان! آپ کی پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے."

نرس نے اطلاع دی اور واپس چلی گئی. جبکہ جان نے عائث کو معزرت خواہ نظروں سے دیکھا.

"عائث! کہیں جانا مت... میرے کیبن میں جا کر بیٹھو مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے."

جان نے اس کا کندھا تھپکتے ہوئے کہا اور ایمر جنسی وارڈ کی طرف گیا. جبکہ عائث نے سر ہلاتے ہوئے ارد گرد دیکھا اور اسی لمحے اس کی نظر اپنے پیچھے موجود ارباز پر پڑی. اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہے. جبکہ ارباز بھی کچھ دیر خاموشی سے اس کو دیکھتے رہے اور پھر وہ آہلہ کے روم کی طرف چل دیے. عائث خالی نظروں سے انہیں جاتے دیکھتا رہا. پتا نہیں کیوں وہ ارباز سے کوئی بات کرتے ہوئے جھجکتا تھا. نہ جانے کیوں وہ ارباز سے نظریں ملا کر بات نہیں کر سکتا تھا. وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا دل کیوں ارباز کی ہر بات کو ماننے کا کہتا تھا. پھر وہ سر جھٹک کر ایک نرس سے ڈاکٹر جان کے کیبن کا پوچھ کر اس طرف چل دیا.

....

"اب کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ؟"

جان نے مسکراتے ہوئے پوچھا.

'اچھا ہوا مر گئی...اب کم از کم مجھے سکھاں کی بار بار 'اماں کے پاس جانا ہے' کی رٹ تو نہیں سننی پڑے گی...'

"مس...کیا آپ مجھے سن رہی ہیں؟ اب کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ؟ سر میں درد تو نہیں ہے؟"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جان نے اس کو خاموش دیکھ کر پھر سے پوچھا تو وہ جیسے ہوش میں آئی. اور وہ ہوش میں آتے ہی زور سے چلائی تھی.

"اماں...میری اماں کو کچھ نہیں ہو سکتا...وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی....وہ...وہ....کیسے جا سکتی ہے. مجھے لیے بناوہ نہیں جا سکتی....دلدار مجھے اماں

کے پاس لے چلو... تمہیں اللہ کا واسطہ ہے مجھے... مجھے بس ایک بار اماں کو دیکھنے دووو.....“

وہ زور سے چلا رہی تھی. اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد اس کی آواز مدھم ہوتی گئ. کیونکہ جان کے اشارے پر نرس نے اسے نیند کا انجکشن لگا دیا تھا. لیکن جو کچھ اس نے ہوش میں آتے ہی کہا تھا. وہ سب کچھ جان کو پریشان کرنے کے لیے کافی تھا. وہ نرس کو کچھ ہدایات دے کر باہر آیا. وہاں عائث کو نہ پاکر سیدھا اپنے کیبن کی طرف گیا تھا.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

....

”کیا ہوا جان؟... سب ٹھیک ہے نہ؟... اور مجھے کیوں روکا ہوا ہے تم نے...؟“

عائث نے جان کو دیکھا جو غائب دماغی سے اس کے سامنے والی پر کرسی پر بیٹھا اس کو دیکھ رہا تھا. تو عائث نے اس کے آگے چٹکی بجاتے ہوئے پوچھا.

"وہ ہاں... مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی."

جان عائث کی آواز سن کر چونکا. اور پھر جلدی سے بولا. تو عائث نے سر ہلاتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا.

"کل ایک شخص ایک لڑکی کو اسپتال لایا تھا. وہ بہت گھبرایا ہوا لگ رہا تھا. اور شاید اسی گھبراہٹ میں اس نے اپنا نام بھی بتا دیا. مریضہ کی حالت سیریس تھی. اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا. اس لیے ہم نے اس کا فوراً اس کا علاج شروع کر دیا. لیکن کچھ دیر بعد جب کچھ ابتدائی کاروائی کے لیے اس شخص کو بلایا گیا تو وہ اسپتال سے غائب تھا. پہلے ہمیں اس لیے کوئی شک نہیں ہوا کہ مریضوں کے ساتھ آئے ان کے پیارے عموماً ایسے ہی پریشان اور گھبرائے ہوئے ہوتے ہیں. لیکن اس کی اسپتال میں غیر موجودگی جواب تک قائم ہے اس نے ہمیں شک میں ڈال دیا ہے. میں نے بمشکل ڈاکٹر ناصر کو پولیس کو بتانے سے روکا تھا. کیونکہ اس وقت لڑکی کا بروقت علاج ضروری تھا."

جان نے عائشہ کو ساری تفصیل بتائی. عائشہ کو بھی کچھ گڑبڑ لگی تھی. اور اسے دکھ بھی ہوا تھا اس لڑکی کے بارے میں جان کر لیکن وہ یہ سوچ رہا تھا کہ آخر جان یہ سب اس کو کیوں بتا رہا ہے.

"میں جانتا ہوں تم یہی سوچ رہے ہو کہ اس سب سے تمہارا کیا تعلق ہے... اور میں تمہیں کیوں بتا رہا ہوں."

جان نے اس کی آنکھوں میں الجھن دیکھ لی تھی. عائشہ نے اس کی بات پر سر ہلا دیا.

"عائشہ تم اس لڑکی کی مدد کر سکتے ہو... کیونکہ تمہیں یہاں سب جانتے ہیں... تم اپنے تعلقات استعمال کرو... مجھے یہ اغوا کا معاملہ لگتا ہے."

جان نے عائشہ کو کہتے ہوئے پر امید نظروں سے دیکھا. لیکن عائشہ اغوا والی بات پر ٹھٹکا تھا. اور جلدی سے بولا.

”اس شخص کا نام کیا تھا؟ ابھی تم نے کہا نہ کہ اس نے اپنا نام بتایا تھا؟“

عائث نے بے چینی سے سوال کیا تو جان نے اچنبھے سے اسے دیکھا.

”میرا خیال ہے ”دلدار“ نام بتا رہے تھے ڈاکٹر ناصر.“

جان نے سوچتے ہوئے کہا تو عائث کچھ دیر کے لیے ساکت ہوا.

”میں انصاف دلاؤں گا سکھاں کو....اور دلدار...ہاں دلدار ہی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اس سب میں بابا سائیں کا کوئی قصور نہیں....“

عائث بولتے بولتے رکا اور جان کی طرف دیکھا جو حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا. تو عائث نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گہرا سانس لیا.

”سکھاں...؟“

جان نے شاید صرف سکھاں نام پر ہی غور کیا تھا.

"ہاں...اس لڑکی کا نام سکھاں ہے. مجھے اس سے ملنا ہے ابھی."

عائث بے چینی سے بولا تھا. تو جان نے کھڑا ہوتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور تسلی دینے والے انداز میں بولا.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"عائث...ابھی وہ دوائیوں کے زیرِ اثر سو رہی ہے. جیسے ہی وہ اٹھتی ہے میں تمہاری ملاقات کروا دوں گا. لیکن اس سے پہلے تم ڈاکٹر ناصر سے مل لو کیونکہ میرا خیال ہے کہ اب وہ پولیس کو بلانے میں دیر نہیں کریں گے."

جان نے کہتے ہوئے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بھی خاموشی سے بیٹھ گیا. جبکہ جان پر سوچ نظروں سے اسے دیکھنے لگا. لیکن اس نے فلحال عائث سے کچھ پوچھنے سے پرہیز کیا تھا.

....

عائث اور جان جیسے ہی سکھاں کے روم میں داخل ہوئے یکدم ٹھٹھک گئے. کیونکہ سامنے ایک میل نرس کھڑا تھا. اس کا منہ سکھاں کی طرف تھا اس لیے وہ ابھی تک ان دونوں کو دیکھ نہیں پایا تھا. جبکہ جان حیران ہوا کہ کسی میل نرس کا سکھاں کے روم میں کیا کام' وہ تو یہاں شہلا کو رکنے کا کہہ کر گیا تھا.

"ایکسکیوز می.... تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جان نے آگے بڑھتے ہوئے اس نرس کے کندھے کو ہلکا سا تھپتھپاتے ہوئے کہا تو وہ یکدم مڑا اور جان کو جلدی سے عائث کی طرف دھکیل کر اپنے ہاتھ میں موجود پسٹل کا رخ عائث کی طرف کیا. جس کا نرس کے روپ میں دلدار کو دیکھتے ہی خون کھول اٹھا تھا.

"میں یہاں صرف سکھاں کو دیکھنے آیا تھا. اس لیے چپ چاپ میرے راستے سے ہٹ جائیں آپ چھوٹے سائیں.... مجھے جانے دیں."

اس نے بولتے ہوئے پسٹل کا رخ ہنوز عائث کی طرف کیے رکھا. جب کہ عائث کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے تھے.

"تم... گھٹیا انسان، تمہیں تھوڑا سا ترس بھی نہیں آیا اس لڑکی پر یا اس کی ماں پر، جس پر تم نے صرف اس لیے تشدد کیا کہ وہ تمہیں اپنی بیٹی کو لے جانے سے روک رہی تھی. اور کس منہ سے تم سکھاں کو دیکھنے آئے تھے."

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائث نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا. اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر دلدار کا منہ نوچ لے. جبکہ دلدار نے استہزائیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا.

"چھوٹے سائیں.... میں گھٹیا اور بے غیرت ہوں تو سب کے سامنے ہوں. سب جانتے ہیں مجھے میں کتنا ظالم ہوں. اور اپنی من پسند چیز کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا ہوں. کم از کم شاہ سائیں کی طرح...."

دلدار جیسے کچھ بولتے بولتے رکا تھا. جبکہ اس بار عائث سے برداشت نہیں ہوا تو وہ آگے بڑھا لیکن جان نے جلدی سے اس کا بازو پکڑ کر روکا تھا. کیونکہ دلدار کی انگلی ٹریگر پر تھی.

"بکواس بند کرو تم، خبردار جو میرے بابا سائیں کا نام لیا. میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا."

عائث کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دلدار کا گلا دبا دے. جان نے بمشکل اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا ہوا تھا کیونکہ اس کو دلدار کے چہرے سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ کچھ بھی کر گزرے گا. اسی لمحے دلدار لہراتا ہوا زمین پر گرا تھا. جان اور عائث نے حیرت سے اس کو نیچے گرتے دیکھا اور پھر سکھاں کے ہاتھ میں موجود شیشے کا گلدان دیکھ کر جان نے آنکھیں پھاڑ کر سکھاں کو دیکھا تھا.

"اوہ مائی.... میں تو سمجھتا تھا کہ پاکستانی لڑکیاں ڈرپوک ہوتی ہیں. لیکن یہاں تو لڑکی نے 'جزبات بدل دیے احساسات بدل دیے' والا کام کیا ہے."

جان ابھی تک حیرت سے سکھاں کو دیکھ رہا تھا جو نفرت بھری نظروں سے دلدار کو دیکھ رہی تھی.

"کیوں...آپ کو کیا لگا تھا بہادر صرف آپ کی گوریاں ہی ہوتی ہیں ڈاکٹر جان صفدر".

کسی کی طنز بھری آواز نے سب کو دروازے کی جانب متوجہ کیا تھا.

"آہلہ....."

سکھاں نے اسے دیکھتے ہی سسکی بھری تھی.دروازے پر کھڑی آہلہ بھی جان اور عائث کے بیچ سے گزرتی ہوئی سکھاں کی طرف بڑھی تھی.اور پھر دونوں گلے لگ کر اس قدر روئیں کہ جان نیچے زمین پر بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ گالوں پر رکھے انہیں اس طرح

دیکھنے لگا جیسے وہ یہ منظر اسکرین میں کسی فلم کا دیکھ رہا ہو. جبکہ عائث وہیں کھڑا خاموشی سے آہلہ کو دیکھ رہا تھا. جس کی ناک رو رو کر لال ہو چکی تھی. اور آنکھیں سوج گئی تھیں.

"باااسسسسسسسسسسسسسس....."

ایک زوردار آواز آئی تو آہلہ اور سکھاں یکدم اچھلیں اور ایک دوسرے سے الگ ہوئیں. جبکہ عائث نے جان کو جلدی سے پانی کا گلاس پکڑایا جو اتنی زور سے چیخنے کے بعد اب گلے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پانی کی طرف اشارہ کر رہا تھا. اسی لمحے چیخ کی آواز سن کر ایک نرس اندر آئی تو سامنے کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹنے کے قریب ہو گئی تھیں. اس سے پہلے کہ وہ باہر بھاگتی جان کی آواز نے اسے رکنے پر مجبور کیا تھا.

"جلدی سے کسی میل نرس کو بلاؤ اسے دوسرے روم میں شفٹ کرنا ہو گا. اس کے سر سے خون بہہ رہا ہے. جلدی کرو."

جان نے کھڑے ہوتے ہوئے دلدار کی طرف اشارہ کیا تو نرس سر ہلا کر چلی گئی. جبکہ وہ خود اب دلدار کا معائینہ کرنے لگا اور عائث نے باہر کی طرف قدم بڑھائے. آہلہ اور سکھاں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں.

....

"نوری جا کر دیکھو' عائث جاگ گیا ہے؟"

عائث کل رات شہر سے آتے ہی کسی سے ملے بغیر سیدھا اپنے کمرے میں گیا تھا. اور رات کے کھانے پر بھی وہ ڈائننگ روم میں نہیں آیا تھا. بتول بیگم اس کی وجہ سے کافی پریشان تھیں لیکن انہیں اس وقت عائث سے بات کرنا صحیح نہیں لگا. اس لیے انہوں نے صبح بات کرنے کا سوچا تھا. اور اب صبح ہوتے ہی وہ کئی بار ملازمہ کو عائث کے کمرے کی طرف بھیج چکی تھیں. لیکن ہر دفعہ ملازمہ یہی آ کر کہتی کہ ابھی چھوٹے سائیں نے اپنے کمرے کا دروازہ نہیں کھولا. اور اب انہوں نے ایک بار پھر وہ ملازمہ کو کہا تھا.

"جی بی بی سائیں! جاتی ہوں."

نوری نامی ملازمہ نے بظاہر سعادت مندی سے کہا. لیکن وہ بار بار بتول بیگم کی ایک ہی رٹ سے تنگ آچکی تھی. اسی لیے وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے جیسے ہی مڑی دروازے میں عائث کو کھڑے دیکھ کر اس کا سانس اٹکا تھا.

"کیا ہوا نوری! مجھے دیکھ کر تمہارا سانس تو ایسے اٹک گیا ہے جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو."

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائث نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ گڑبڑائی. پھر عائث کے دروازے سے ہٹنے پر جلدی سے باہر نکلی. جبکہ عائث کی آواز سن کر بتول بیگم بے چینی سے اس کی طرف بڑھی تھیں.

"عائث... میرے لال... تم ٹھیک تو ہو نا؟"

بتول بیگم نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پریشانی سے کہا تو وہ مسکرا دیا.

"میں بلکل ٹھیک ہوں اماں سائین.... آپ پریشان نہ ہوں."

اس نے کہتے ساتھ ہی بتول بیگم کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بٹھایا.

"کیسے پریشان نہ ہوں. کل رات تمہاری حالت ٹھیک نہیں لگی تھی مجھے' تم آتے ہی مجھ سے بات کیے بنا کمرے میں چلے گئے. کھانا بھی نہیں کھایا."

بتول بیگم نے شکوہ کیا تو وہ شرمندہ ہوا.

"دراصل میں کافی تھک گیا تھا اور...."

عائث ابھی بول ہی رہا تھا جب کسی نے دروازے پر دستک دی. تو عائث اور بتول بیگم نے بے اختیار اس طرف دیکھا.

"میں اندر آسکتی ہوں؟"

اس نے کھنکھتی ہوئی آواز میں کہا تو عائث کو اسے دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی.

"آجاؤ پلوشے' وہاں کیوں کھڑی ہو؟"

بتول بیگم نے حیرت بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو وہ آگے بڑھی اور ان کے گلے لگ گئی.

"میں نے سوچا کہ آپ دونوں کوئی ضروری بات کر رہے ہوں گے تو ایسے ہی آجانا ٹھیک نہیں ہو گا. کیسی ہیں آپ؟"

پلوشے نے ان سے الگ ہوتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی ان کا حال دریافت کیا. تو انہوں نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا.

"آپ کیسے ہیں؟"

پلوشے اب عائث کی طرف مڑی اور نظریں جھکاتے ہوئے کہا تو عائث نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا.

"میں ٹھیک ہوں، تم کیسی ہو؟ اور تم اتنی بدل گئی ہوا گر اماں سائیں تمہارا نام نہ پکارتیں تو میں نے تمہیں حجاب میں پہچاننا ہی نہیں تھا."

عائث نے حیرت سے اس کے سراپے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا.

"میں تو ویسی ہی ہوں عائث، البتہ آپ کراچی جا کر بدل گئے ہیں."

پلوشے نے مسکراتے ہوئے کہا.

"ارے تم بدل گئی ہو.... اور یہ بدلاؤ بہت اچھا ہے. پابندی سے نماز پڑھنا' قرآن پاک کی تلاوت کرنا. مجھے تو یقین ہی نہیں آیا تھا جب پھو پھو نے تمہارے بارے میں بتایا. کیونکہ بچپن میں تو تم اس سب سے بھاگتی تھیں. بلکہ کسی حد تک بد تمیز بھی تھیں."

عائشہ نے آخری جملہ شرارت سے ہنستے ہوئے کہا تھا. پلوشے کو لگا کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے. اس نے بمشکل مسکرانے کی کوشش کی اور کمرے سے باہر چلی گئی. جبکہ عائشہ نے حیرت سے اسے جاتے ہوئے دیکھا.

"اسے کیا ہوا؟"

وہ بتول بیگم کی طرف مڑا جو کسی گہری سوچ میں گم تھیں.

"اماں سائیں! میں آپ سے بات کر رہا ہوں. آپ کیا سوچ رہی ہیں؟"

عائشہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ سے ہلایا تو وہ یکدم چونکیں.

"وہ میں آہلہ کے بارے میں سوچ رہی تھی. دراصل...."

بتول بیگم نے عائشہ سے نظریں چراتے ہوئے کہا.

"اماں سائیں! مجھے آج تک یہ بات سمجھ نہیں آئی. کہ آپ کو آہلہ سے اس قدر لگاؤ کیوں ہے. بچپن میں بھی آپ اس سے اس طرح پیش آتیں تھیں جیسے وہ آپ کی اپنی بیٹی ہو."

عائشہ واقعی حیران تھا. لیکن اس کی بات پر بتول بیگم کو لگا کہ وہ اب سانس نہیں لے سکیں گی.

"اماں سائین! کیا بات ہے. آج آپ اتنی خاموش کیوں ہیں. بار بار کیا سوچنے لگتی ہیں؟"

عائث نے اپنی بات کا جواب نا پاکر دوسرا سوال کیا. لیکن بتول بیگم اس کے پہلے سوال کے زیرِاثر تھیں. ابھی وہ کچھ بولتیں کہ ملازمہ نے دستک دی.

"بی بی سائین! ارباز آیا ہے. کہتا ہے آپ سے ملنا ہے کوئی ضروری کام ہے."

ملازمہ کی بات سن کر بتول بیگم کے ساتھ ساتھ عائث چونک پڑا.

"تو بلاؤ نہ اس کو' یہاں کیا کر رہی ہو. تمھیں پتا ہے نہ کہ وہ میرے بھائیوں کی طرح ہے. آئندہ وہ آئے تو اس کو انتظار مت کروانا."

بتول بیگم نے ملازمہ کو ڈانٹتے ہوئے کہا.

"وہ بی بی سائین! وہ حویلی کے باہر موجود ہیں.ان کو گارڈز اندر نہیں آنے دے رہے ہیں. کیونکہ یہ شاہ سائیں کا حکم ہے. وہ تو جی! میں حویلی آرہی تھی تو انہوں نے مجھے پیغام دیا آپ کے لیے."

ملازمہ نے ساری بات بتاتے ہوئے کہا تو بتول بیگم نے عائث کی طرف دیکھا.

"اماں سائین! باباسائیں غصہ ہیں' ناراض ہیں ارباز چاچا سے. اس لیے شاید ایسا کر رہے ہیں. آپ پریشان نہ ہوں. میں لے کر آتا ہوں انہیں. اور ہاں ارباز چاچا کو کہہ دیجیے گا کہ میں نکاح سادگی سے کرنا چاہتا ہوں. باقی آپ دونوں مل کر جو بھی تاریخ رکھیں گے میں اسی تاریخ کو نکاح کر لوں گا. باباسائیں کی فکر مت کیجیے گا' ان کو منا لوں گا."

عائث نے نیچے دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا اور جلدی سے دروازہ کھول کر باہر چلا گیا. جبکہ بتول بیگم سن کھڑیں تھیں. انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ عائث کس نکاح کی

بات کر رہا ہے. اور اس کا ار باز سے کیا تعلق ہے. اور پھر جیسے ان کے دماغ میں کچھ کلک ہوا تو انہوں نے بے اختیار دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے ابھی عائث باہر گیا تھا.

....

''اری کیا ہو گیا... کیوں مرچیں چبا رہی ہو؟''

سعدیہ بیگم نے اس کو مسلسل ٹہلتے ہوئے دیکھا تو چڑتے ہوئے پوچھا. پلوشے جب سے بتول بیگم کے کمرے سے آئی تھی اسی طرح کچھ بولے بغیر ادھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی.

''اماں سائین! یہ آپ نے بلکل اچھا نہیں کیا.''

پلوشے نے دانت پیستے ہوئے کہا تو سعدیہ بیگم نے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے ابرو اچکائے.

"تمھارے ماما سائیں سے تمہارے اور عائث کے رشتے کی بات کر کے میں نے کیا غلط کیا ہے۔ اور تم تو خود مری جا رہی تھیں عائث سے شادی کرنے کے لیے۔"

سعدیہ بیگم نے اس کو تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے بے اختیار اپنے ماتھے کو چھوا۔

"افف! اماں سائین میں اس کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ یہ جو آپ نے مجھے اس روپ میں ان لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ جانتی ہیں یہ ایکٹنگ مجھ سے زیادہ دنوں تک نہیں ہو گی۔ میں جیسی ہوں مجھے ویسے ہی اس حویلی میں آنا ہے۔"

پلوشے نے اپنے حجاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چڑ کر اونچی آواز میں کہا تو سعدیہ بیگم نے آنکھیں دکھائیں۔

”آہستہ بولو پلوشے ! ہم اس وقت تمہارے ماما سائیں کی حویلی میں موجود ہیں. اگر کسی نے سن لیا تو سب کچھ ختم ہو جائے گا. اور اس روپ میں کیا برا ہے. کون سا تم سچ میں نماز قرآن پڑھ رہی ہو. صرف اداکاری ہی کرنی ہے تم نے اس سب کی.“

سعدیہ بیگم نے اس کو گھورتے ہوئے کچھ افسوس سے کہا. پلوشے کو ان کے ہی لاڈ پیار نے بگاڑ دیا تھا. وہ صرف اپنے بابا یا قاسم شاہ سے ڈرتی تھی. بتول بیگم سے بھی وہ اکثر بد تمیزی کر جاتی تھی. لیکن اب وہ عائشہ کو دکھانے کے لیے ان سے محبت سے پیش آ رہی تھی.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”اماں سائین ! آپ سمجھ نہیں رہی ہیں. میں کہہ رہی ہوں نہ کہ مجھ سے نہیں ہو گا یہ سب. اور آپ بس جلدی سے ماما سائیں سے میری اور عائشہ کی شادی کی بات کریں.“

اس نے سعدیہ بیگم کے پاس بیٹھ کر ان کے ہاتھ تھام کر کہا.

"پلوشے! میری دی... اس حویلی کی بہو تو ہی بنے گی. بس تھوڑا صبر رکھ اور ایک بار تیری عائث سے شادی ہو گئی نہ تو پھر تو جیسے چاہے اس گھر میں رہنا. لیکن ابھی تو نے عائث کے دل میں جگہ بنانی ہے. اور اپنی مامی کے ساتھ بھی اچھے سے پیش آنا. تجھے پتا ہے نہ وہ اپنی ماں سے کس قدر قریب ہے. جب وہ بتول والی خوبیاں تم میں دیکھے گا تو دیکھنا فدا ہو جائے گا تم پر."

سعدیہ بیگم آہستہ آہستہ اسے سمجھا رہی تھیں. پلوشے نے بھی دھیرے سے سر ہلا دیا. وہ دونوں ہی انجان تھیں کہ جب کوئی چیز قسمت میں ہی نہیں ہوتی تو پھر چاہے انسان کو لاکھ گر آتے ہوں تب بھی وہ چیز اس کو نہیں مل سکتی.

....

"ایک بار پھر سوچ لیں بی بی سائین، مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا ہے. ایسا لگتا ہے جیسے کچھ غلط ہونے والا ہے آہلہ کے ساتھ..."

ار باز کے لہجے کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھوں میں بھی ایک خوف تھا.بتول بیگم نے تڑپ کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔

"ایسا نہ کہو ار باز' اللہ نہ کرے کہ آہلہ کو کچھ ہو۔اور اب تو عائث نے خود ہاں کر دی ہے آہلہ کے لیے' دیکھنا وہ آہلہ کو بہت خوش رکھے گا۔"

بتول بیگم کے لہجے میں عائث کے لیے اس قدر پختہ یقین دیکھ کر ار باز نے دھیرے سے سر ہلا دیا. لیکن کچھ تھا جو اس کے دل میں کھٹک رہا تھا.

"اب بس تم آہلہ کی فکر چھوڑ دو۔میں اور عائث کل آہلہ کو اپنے ساتھ شہر لے جائیں گے۔وہ نکاح کی شاپنگ بھی کر لے گی اور عائث اور آہلہ بات بھی کر لیں گے۔دونوں کے درمیان جو بھی غلط فہمی ہے وہ دور ہو جائے گی۔"

جہاں بتول بیگم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ وہیں ارباز کو اپنا دل نا جانے کیوں ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن وہ ظاہر کیے بغیر وہاں سے چلے آئے تھے۔ انہیں اب آہلہ کی شادی کی تیاریاں کرنی تھیں۔ یہ جانے بغیر کہ یہ تیاریاں کسی کام نہیں آنے والی تھیں۔

•••••••••••••••

"عائشہ! تم نے اپنے بابا سائیں سے بات کیوں نہیں کی اپنے اور آہلہ کے نکاح کے بارے میں۔"

بتول بیگم نے بے چینی سے پوچھا تو عائشہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اماں سائین! آپ فکر نہ کریں میں آج شام۔۔۔۔"

"بی بی سائین۔۔۔ چھوٹے سائیں۔۔۔ارباز کی بیٹی کو کسی نے اغوا کر لیا ہے۔گاؤں کے بہت سارے لوگوں نے کسی نقاب لگائے ہوئے شخص کو زبردستی ارباز کی لڑکی کو ایک بڑی سی گاڑی میں دھکا دیتے ہوئے دیکھا ہے۔اس کے ہاتھ میں ایک بندوق تھی۔"

ملازمہ خبر سنا کر جا چکی تھی۔عائشہ شاہ کے باقی کے الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے تھے۔اور وہ خبر بتول بیگم کا دل دہلا گئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اماں سائین! میں دیکھتا ہوں۔۔آپ پریشان نہ۔۔۔"

عائشہ نے ماں کے چہرے کو زرد پڑتے دیکھ کر انہیں جلدی سے سہارا دے کر صوفے پر بٹھایا۔

"نہ عائشہ شاہ نہ! آج مجھے تسلی نہیں چاہیے۔مجھے آہلہ چاہیے سہی سلامت۔اگر آہلہ کو کچھ بھی ہوا تو تم میرا مرا ہوا منہ دیکھو گے۔"

بتول بیگم نے اس کی بات کاٹی۔عائشہ کو بتول بیگم اپنے حواس میں نہیں لگی تھیں۔اس نے ملازمہ کو آواز دے کر بتول بیگم کا خیال رکھنے کو کہا اور خود تیزی سے باہر کی طرف بڑھا تھا۔

....

قاسم شاہ پریشانی میں ٹہل رہے تھے۔انہیں ابھی خبر ملی تھی کہ آہلہ اغوا ہو گئی ہے۔اور اس کو اغوا کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ دلدار ہی تھا۔وہ یہ خبر سن کر غصے سے پیچ و تاب کھا کر رہ گئے تھے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی تو وہ جلدی سے میز پر پڑے فون کی طرف لپکے۔

"شاہ سائیں! میں دلدار بول رہا ہوں۔"

قاسم شاہ کے ہیلو کرتے ہی دلدار کی مطمئن آواز آئی۔ جس پر قاسم شاہ نے دانت پیسے۔

"منحوس انسان! یہ کیا کر گئے تم؟"

قاسم شاہ بمشکل اپنی آواز کو آہستہ رکھ پائے تھے۔

"میں نے کیا کیا ہے شاہ سائیں۔۔۔؟؟"

دلدار نے الٹا سوال کیا تو قاسم شاہ نے مٹھیاں بھینچیں۔

"ذلیل انسان سکھاں کو چھوڑ دیا اور آہلہ کو اغوا کر گئے۔ میں نے تمہیں اسے اغوا کرنے کا نہیں کہا تھا۔عائث شاہ پاگلوں کی طرح پورے گاؤں میں ڈھونڈ رہا ہے تمہیں۔ کہاں چھپے ہوئے ہو۔۔۔؟؟"

قاسم شاہ نے خود پر کنٹرول کرتے ہوئے کہا ورنہ ان کا دل چاہ رہا تھا کہ دلدار کا گلا دبا دیں۔ جبکہ دلدار ان کی بات سن کر ڈھٹائی سے ہنس دیا۔

"ہاہاشاہ سائیں! میں جہاں ہوں وہاں سے اگر پکڑا گیا تو بچیں گے آپ بھی نہیں' اسی لیے کسی کا دھیان بھی آپ کے ڈیرے کی طرف نہیں جانا چاہیے ورنہ آپ کا بیٹا اس بار آپ کی اصلیت جان جائے گا۔"

دلدار نے سکون سے فون کو ایک کان سے ہٹا کر دوسرے کان سے لگایا اور نیچے ٹھنڈے فرش پر بے ہوش پڑی آبلہ کو خالی نظروں سے دیکھنے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو دلدار۔۔۔؟؟ کیا تم بھول گئے کہ تم کون ہو۔۔۔؟؟ میرے ملازم ہو۔ میرا نمک کھایا ہے تم نے۔ اور اب اپنے فائدے کے لیے مجھے بلیک میل کر رہے ہو۔۔۔؟؟"

قاسم شاہ کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھا تھا۔ اور اب کی بار ان کے لہجے اور آنکھوں میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دلداران سے کبھی غداری کر سکتا ہے۔ جبکہ دلداران کی بات سن کر ایک زہریلی ہنسی ہنس دیا تھا۔

”شاہ سائیں! شکر کریں کہ اپنے منہ سے کچھ نہیں پھوٹا ہوں میں۔اور میرا یقین کریں آپ کے بیٹے کو آپ کی اصلیت جب بھی پتا چلے گی خود سے ہی چلے گی۔انہیں میں کبھی نہیں بتاؤں گا۔“

دلدار زہریلے لہجے میں بولتے ہوئے کھڑا ہوا اور ٹہلتے ہوئے تہہ خانے کی ایک دیوار سے دوسری دیوار کی طرف گیا۔

”آخر یہ سب کیوں کر رہے ہو تم دلدار۔۔۔؟؟ تمہیں میں نے اپنا سب سے قریبی ساتھی سمجھا اور تم میرے ہی دشمن بن گئے۔“

قاسم شاہ ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں بول رہے تھے۔جبکہ ان کی بات سن کر دلدار کی آنکھوں میں ایک درد ابھرا تھا۔جس نے اسے سختی سے آنکھیں بھینچنے پر مجبور کر دیا۔پھر تھوڑی دیر خود کو کنٹرول کرنے کے بعد وہ بولا تو اس کے ایک ایک لفظ سے نفرت ٹپک رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"قاسم شاہ! میرا ارادہ تو کبھی بھی نہیں تھا کہ آپ کو سچ بتاؤں۔ لیکن اب سوچ رہا ہوں کہ بتا ہی دوں۔ تاکہ مرنے سے پہلے آپ کے دل میں کوئی حسرت نہ رہ جائے جیسے میری ماں کے دل میں مرتے وقت مجھے دیکھنے کی حسرت رہ گئی تھی۔"

دلدار زہر خند لہجے میں بولا تو قاسم شاہ ساکت ہوئے۔

"کیسی حسرت۔۔ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔؟؟"

اب کی بار ان کی زبان میں ہلکی سے لڑکھڑاہٹ تھی۔

"قاسم شاہ! میں آج سے تتیس سال پہلے کا وہ بچہ ہوں جس کو آپ کی وجہ سے دنیا میں ناجائز بچہ بن کر آنا پڑا۔ میں اس عورت کا بیٹا ہوں جس کو اس کی شادی سے چند دن پہلے ہی آپ نے اغوا کروایا تھا اور اس سے اس کی عزت چھین کر ایسے غائب ہوئے تھے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیسے اس دنیامیں آپ کا کوئی وجود کبھی تھا ہی نہیں۔ لیکن آپ بھول گئے تھے کہ مکافات عمل اسی دنیامیں ہوتا ہے۔"

وہ بول رہا تھااور قاسم شاہ نیچے زمین پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئے تھے۔ لیکن اس کی آخری بات پر وہ چونکے تھے۔

"دلدااار ! تم۔۔۔ تم۔۔۔ وہ کیسے ہو سکتے ہو۔۔۔؟؟اور مکافات عمل۔۔۔ کیا مطلب ہے اس بات کا۔۔۔؟؟"

قاسم شاہ کی زبان ان کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"میں سکینہ کا بیٹا ہوں۔ ارباز کی بیوی سکینہ۔ جس کو ارباز نے صرف اس شرط پہ قبول کیا تھا کہ اس کا ناجائز بیٹا اس کے ساتھ اس کے گھر میں نہیں رہے گا۔ اور میری ماں کو مجبور کیا گیا کہ وہ مجھے چھوڑ کر اپنی نئی زندگی شروع کرے۔ لیکن اس کی شادی کے بعد مجھے کسی کو خیرات میں دے دیا گیا۔ اور اس کے بعد تو آپ جانتے ہی ہیں کہ میں کیسے

آپ تک پہنچا۔اور ہاں مجھے یہ ساری حقیقت کہاں سے پتا چلی اب یہ نہ پوچھنے بیٹھ جایئے گا۔۔۔؟؟"

دلدار کی آنکھوں سے کچھ آنسو نکلے تھے۔لیکن اس کی آواز سے محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ جبکہ قاسم شاہ کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

"لیکن ارباز نے تو کہا تھا کہ اس نے کسی اور لڑکی سے شادی کی ہے پھر وہ سکینہ۔۔۔تو تو اس لیے سکینہ حویلی میں پردے میں آتی تھی۔اور میں نے کبھی دھیان ہی نہیں دیا کہ وہ وہی سکینہ ہو سکتی ہے کیونکہ مجھے لگا تھا کہ اب ارباز کبھی سکینہ کو نہیں اپنائے گا۔'

قاسم شاہ نے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا اور پھر جلدی سے بولے۔

"لیکن مکافات عمل۔۔۔۔ تمہیں اگر ارباز پر غصہ ہے کہ اس نے تم سے تمہاری ماں کو چھین لیا تو تم بے شک آہلہ کے ساتھ کچھ بھی کرو' چاہے تو مار ڈالو۔۔لیکن عائث کو کچھ مت بتانا' تم۔۔۔ تمہیں جتنی دولت چاہیے وہ میں تمہیں۔۔۔"

قاسم شاہ بے خودی میں بول رہے تھے۔ جبکہ دلدار ان کی بات کاٹ کر بولا۔

”مجھے ارباز سے نہیں آپ سے بدلہ لینا ہے اسی لیے میں نے آہلہ کو اغوا کیا ہے۔اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ آپ کے ہی ڈیرے پر لے آیا ہوں اسے 'اور آپ اتنے بے بس ہیں کہ کچھ کر بھی نہیں سکتے۔۔۔ہاہاہا۔“

دلدار کی بات پر قاسم شاہ کو لگا کہ شاید وہ پاگل ہو گیا ہے۔آہلہ کا ان سے کیا تعلق۔۔۔؟؟وہ تو خود ارباز کی بیٹی آہلہ کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔انہیں اب یقین ہونے لگا تھا کہ دلدار اپنے حواس کھو چکا ہے۔

دلدار نے جیسے ہی فون کان سے ہٹا کر بند کیا تو اس کی نظر اپنے دائیں طرف کھڑی آہلہ پر پڑی جو بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”میں جو بھی پوچھوں گی اس کا جواب سچ سچ دینا دلدار قاسم شاہ۔“

آہلہ نے ایک لفظ چبا چبا کر کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"میرے نام کے ساتھ تو صرف سکینہ جچتا ہے آہلہ ' سننے میں بڑا عجیب لگے گا تمہیں لیکن میں اس دنیا میں بھی اپنے نام کے ساتھ اپنی ماں کا نام لگانا پسند کرتا ہوں اور اس دنیا میں بھی اپنی ماں کے نام سے پکارا جاؤں گا۔"

دلدار مسکراتے ہوئے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بولا۔اب کی بار آہلہ خاموش اسے دیکھتی رہی تو وہ آہلہ کو یقین دلانے والے انداز میں بولا۔

"میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا آہلہ 'بس ایک بات پر میرا یقین کرو کہ میں نے سکھاں کی ماں کو نہیں مارا اور نا اس کو مارنے کا کبھی میرا ارادہ تھا۔"

دلدار نا جانے کیوں اپنی صفائی پیش کرنے لگا تو آہلہ حیران ہوئی۔

”مجھے یقین کیوں دلانا چاہتے ہیں آپ۔۔۔؟؟ جبکہ مجھے تو آپ نے بدنام کرنے کے لیے اغوا کر ہی لیا ہے۔“

آہلہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا تو دلدار سیدھا ہوا۔

اور پھر اپنے ہر سوال کا جواب جاننے کے بعد وہ کچھ لمحے خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی اور پھر بے اختیار بھاگ کر دلدار کے گلے جا لگی تھی۔ دلدار نے حیرت سے اپنے گلے سے لگی آنسو بہاتی آہلہ کو دیکھا جو کل تک اس کی دشمن بنی ہوئی تھی اور پھر اس کا سر تھپک کر اسے خاموش کروانے لگا۔

••••••••••••••••

”جب وہ گاڑی گاؤں سے نکلی ہی نہیں تو پھر اسے آسمان کھا گیا یا زمین نکل گئی۔ پورا گاؤں چھان مارا ہے لیکن دلدار یا آہلہ کا کوئی اتا پتا نہیں ہے۔“

عائث کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ دلدار کا قتل کر دیتا۔جب کہ ارباز نیچے زمین پر خاموش بیٹھا چپ چاپ کبھی عائث کو دیکھتا اور کبھی آتے جاتے ملازموں کو۔عائث نے پچھلے ایک گھنٹے میں خود ہی پورا گاؤں چھان مارا تھا۔

''عائث! اگر وہ گاڑی گاؤں سے باہر بھی نہیں گئی اور گاؤں میں بھی کہیں نہیں تو صرف ایک جگہ رہ جاتی ہے' تمہارے بابا سائیں کا ڈیرہ۔''

ارباز نے دھیمی آواز میں بغیر کسی تاثر کے سپاٹ لہجے میں عائث کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو عائث بے یقینی سے ان کی طرف مڑا۔

''میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ تمہارے بابا سائیں ملوث ہیں اس سب میں۔لیکن ڈیرے کی چابیاں' ڈیرے کے ملازم یہاں تک کہ ڈیرے کا سارا انظام دلدار کے ہاتھ میں ہے۔وہ تمہارے بابا سائیں کو لاعلم رکھتے ہوئے بھی یہ سب کر سکتا ہے۔''

ارباز نے عائث کی آنکھوں میں مچلتے شکوے کو دور کرتے ہوئے کہا تو عائث کو بھی ان کی بات صحیح لگی۔اس سے پہلے کہ وہ ڈیرے کی طرف جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھتے' دور سے انہیں پولیس کی گاڑی کا ہارن سنائی دینے لگا۔اس ہارن کی آواز پورے گاؤں میں گونج رہی تھی۔گاؤں کے لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکلنے لگے تھے۔اور سب لوگ ڈیرے کی طرف جاتی ہوئی پولیس کی گاڑی کے پیچھے بھاگنے لگے تھے۔عائث اور ارباز بھی جلدی سے گاڑی میں بیٹھے اور ڈیرے کی طرف رخ کیا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

....

''میری بات غور سے سنو آہلہ' یہاں تم نے یہی کہنا ہے کہ تم نے ہی پولیس کو بلایا ہے۔اور کہنا ہے کہ میں فون پر بات کر رہا تھا اور تم ہوش میں آ گئیں جس پر تم نے یہ گلدان میرے سر میں مارا اور یہاں سے باہر نکلیں اور جلدی سے میرا فون لے کر تم نے پولیس کو فون کیا۔اور میں جو گلدان لگنے سے بے ہوش نہیں ہوا تھا بھاگتا ہوا اوپر آیا تو تم اس وقت چھپ گئیں جب تک میں تمہیں ڈھونڈتا تب تک پولیس پہنچ چکی تھی۔ میں تب ہی یہاں سے سامنے آؤں گا جب پولیس کا ہارن سنائی دے گا۔اب تم جلدی

سے اوپر چلی جاؤ۔ یہاں سے پولیس اسٹیشن کچھ منٹ کے فاصلے پر ہے۔ پولیس اب پہنچنے ہی والی ہو گی۔"

دلدار تیزی سے بولتا ہوا گلدان ہاتھ میں پکڑ چکا تھا۔ آہلہ نے اس کے ہاتھ سے گلدان لینے کی کوشش کی لیکن وہ پہلے ہی اپنے سر پر گلدان توڑ چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے سر نکلتے ہوئے ہلکی سی خون کی لکیر نے آہلہ کو چیخنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"کیا کر رہی ہو آہلہ، کوئی سن لیتا۔ اب تم جاؤ اوپر اور پولیس کے آنے کا انتظار کرو۔ اور جو کچھ آج تمہیں معلوم ہوا ہے اس کے بارے میں عائث کو کچھ مت بتانا۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ وہ خود کھوج لگائے۔ وہ خود جانے کہ وہ کون ہے اور قاسم شاہ کی حقیقت کیا ہے۔"

دلدار نے آہلہ کے آنسو اپنی ہتھیلی سے صاف کرتے ہوئے کہا اور اس سے دور ہوا۔ لیکن پھر مڑ کر دھیمی آواز میں بولا۔

”آہلہ ! عائث کو حقیقت پتا چلنے کے بعد تم نے ہی سنبھالنا ہے۔اور۔۔۔اور میری سکھاں کا خیال رکھنا۔جاؤ اب۔“

دلدار نے کہتے ساتھ ہی رخ موڑ کر اپنے ہاتھ سے سر سے نکلتے خون کو روکنے کی کوشش کی ،جبکہ آہلہ بمشکل اپنے آنسو روکتی اوپر کی طرف جاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

تھوڑی ہی دیر میں پولیس کا سائرن سنائی دینے لگا تو آہلہ اپنے گلے سے ایک آنسوؤں کا گولہ نگلتے ہوئے باہر کی جانب بھاگتے ہوئے گئی۔اسے اپنے پیچھے دلدار کے بھاگتے قدموں کی آواز سنائی دی تو وہ ایک لمحے کو کمزور پڑ گئی۔اس سے پہلے کہ وہ مڑ کر پیچھے دیکھتی ،ڈیرے کا بڑا گیٹ کھول دیا گیا تھا جس سے بیک وقت دو گاڑیاں اندر داخل ہوئیں تھیں۔ایک طرف پولیس کی گاڑی تھی اور اس سے تھوڑا پیچھے دوسری طرف عائث شاہ کی گاڑی آ کر رکی تھی۔پولیس کے کچھ سپاہیوں نے گاڑی سے نکلتے ہی آہلہ کے پیچھے آتے ہوئے اپنے سر کو پکڑے دلدار پر گنیں تان لی تھیں۔جبکہ دوسری

طرف ارباز عائث شاہ کی گاڑی سے نکل کر آہلہ کی طرف بھاگے۔عائث بھی تیزی سے اس کی طرف آیا تھا۔لیکن اس کی نظریں دلدار پر تھیں۔

”تمہارا کھیل اب ختم ہوا دلدار، اگر میرا بس چلتا تو میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کر ڈالتا،لیکن قانون کو اپنے ہاتھ نہیں لینا چاہتا۔اب تم ساری زندگی جیل میں سڑو گے۔“

عائث نے سرد لہجے میں کہتے ہوئے اپنے قریب سے پولیس کے نرغے میں گزرتے ہوئے دلدار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ خاموشی سے رک کر اسے دیکھنے لگا۔

”بکواس بند کرو تم عائث شاہ! یہ سب تمہارے باپ کی وجہ سے ہوا ہے۔بلکہ تمہاری وجہ سے بھی۔اگر اس دن تم میری بات پر یقین کر لیتے تو اپنے باپ کی حقیقت جان لیتے۔۔۔۔“

آہلہ چیخ پڑی تھی۔اور وہ اس زور سے چیخی تھی کہ اس کی آواز بیٹھ گئی اور وہ اپنا جملہ پورا نہیں کر سکی تھی۔عائث کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔اس نے مٹھیاں بھینچ کر بمشکل اپنا ہاتھ آہلہ پر اٹھنے سے روکا تھا۔جبکہ دلدار نے بے چینی سے آہلہ کو دیکھا' جس کی زرا سی بے احتیاطی ابھی سارا راز کھول کر رکھ دیتی۔

"بے فکر رہو عائث شاہ! تمہارے بہت اچھے اور نیک بابا سائیں کا اس بار کوئی ہاتھ نہیں ہے اس سب میں۔میرا مقصد تو اس لڑکی کو بدنام کرنا تھا(کاش میں ایسا نہ کرتا)جو میں کر چکا ہوں۔اب ارباز(اور قاسم شاہ) کو بھی تو پتا چلے کہ شادی کے عنقریب کسی لڑکی کو اغوا کرکے بدنام کرنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔"

دلدار نے عائث کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ آواز میں کہا جب کہ ارباز اور آہلہ نے بھی بخوبی وہ آواز سنی تھی اور پھر وہ خاموشی سے پولیس کی گاڑی میں جا بیٹھا تھا۔تھوڑی دیر بعد پولیس کی گاڑی وہاں سے چلی گئی تھی لیکن دلدار کے آخری جملے نے آہلہ کو بے اختیار ارباز کی طرف دیکھنے پر مجبور کیا تھا اور وہ یکدم ان سے دور ہوئی.ارباز سوچنے لگے تو کیا دلدار میرے اور قاسم شاہ کے بیچ موجود راز جانتا ہے.وہ سوچوں سے نکلے اور

چونک کر آہلہ کی طرف دیکھا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتے گاؤں کے آدمیوں کے نعرے ان کو پریشان کر گئے تھے۔عائث اور آہلہ نے بھی پریشانی سے اس طرف دیکھا۔

"ارباز ے! اب تو تمہیں یقین ہو گیا نہ کہ بیٹیاں اس قابل ہی نہیں ہو تیں کہ انہیں پڑھایا لکھایا جائے۔اب مل دی نہ تمہارے منہ پر کالک اس چوری (لڑکی) نے۔"

گاؤں کا ایک آدمی آگے آتا ہوا بولا۔تو باقی سب جو آہلہ اور ارباز کو سزا دینے کے نعرے لگا رہے تھے خاموش ہوئے اور ان کی گفتگو سننے لگے۔عائث کا دل کیا اس انسان کا منہ نوچ لے۔وہ خود ہی اپنی کیفیت نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ایک طرف وہ آہلہ سے سخت نفرت کرنے لگا تھا اور دوسری طرف وہ آہلہ کے بارے میں کوئی غلط بات برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

"اپنی بکواس بند کرو اور دفع ہو جاؤ یہاں سے 'تم نے دیکھا نہیں دلدار نے اغوا کیا تھا آہلہ کو اور اب اسے اسی لیے پولیس گرفتار کر گئی ہے۔"

ارباز غصے سے دھاڑے تھے۔ جس پر ایک اور شخص آگے بڑھتے ہوئے ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''او تم ہمیں چپ کروا کر اپنی بیٹی کے اغوا کو جھٹلا نہیں سکتے' وہ پورے دو گھنٹے تک دلدار کے ساتھ اس ڈیرے پر اکیلی رہی ہے۔اور اب ایسی لڑکی سے شادی کون کرے گا۔

اس شخص کی بات سن کر آہلہ کا دل کیا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

'یہ کیا کر دیا آپ نے' غصے اور نفرت کی آگ میں مجھے ہی دھکیل دیا۔ میں بھی تو آپ کی طرح اسی شخص کی دھتکاری ہوئی تھی۔'

آہلہ دل ہی دل میں دلدار سے مخاطب ہوئی۔اس کے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

''میں تو کہتا ہوں گلی کے نکڑ پر ایک بوڑھے کی پان کی دکان ہے وہ کانوں سے بہرا ہے۔ اسی سے پڑھوا دو لڑکی کا نکاح' اگر اسے کسی نے بتایا بھی تو وہ کون سا کچھ سن لے گا۔۔۔''

ایک اور شخص نے آگے بڑھتے ہوئے ارباز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنے مشورے سے نوازنا چاہا لیکن عائث شاہ سے اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکا تھا۔

''آہلہ اب بھی ویسی ہی ہے جیسے اغوا ہوتے وقت تھی۔اور آپ لوگوں کو اس کی شادی کی اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے؟ آپ سب ہوتے کون ہیں اس کی زندگی کا فیصلہ کرنے والے۔۔۔؟؟''

عائث غصے سے بول رہا تھا۔آہلہ اور ارباز نے بیک وقت اس کو دیکھا۔ جس کا چہرا غصے سے لال ہو رہا تھا۔جبکہ وہ آدمی بھی عائث شاہ کو اتنے غصے میں دیکھ کر تھوڑا پیچھے ہو گئے تھے۔

”تو آپ ہی بتائیں چھوٹے سائیں! اب اس بات پر کون یقین کرے گا کہ یہ اب بھی ویسی ہی ہے؟ اور کم از کم اس گاؤں میں تو اس کو کوئی نہیں اپنائے گا۔ کیونکہ آنکھوں دیکھی مکھی کوئی نہیں نگلتا۔“

ایک شخص نے ہمت کرتے ہوئے عائث کو استہزائیہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا تو عائث نے بے اختیار آہلہ کو دیکھا۔ جو زلت اور شرمندگی سے سر جھکائے اپنے آنسو پینے کی کوشش کر رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”میں کروں گا آہلہ سے نکاح' ابھی اور اسی وقت۔“

عائث کی آواز نے ہر طرف سناٹا کر دیا تھا۔ آہلہ نے بے یقین نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

”چھوٹے سائیں! یہ آپ کک کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔؟؟“

وہیں موجود ایک ملازم نے ڈرتے ڈرتے عائث سے پوچھا۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ میں ارباز چاچا کی بیٹی آہلہ سے ابھی اور اسی وقت نکاح کروں گا۔ تم جاؤ اور پانچ منٹ کے اندر مولوی صاحب کو یہیں لے کر آؤ۔ میرے نکاح کا گواہ پورا گاؤں ہو گا۔"

عائث نے ٹھنڈے لہجے میں کہا تو ملازم کپکپا کر رہ گیا۔ جب کہ آہلہ کو اپنا دماغ سن ہوتا محسوس ہونے لگا۔ اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ عائث شاہ کے ساتھ اس کی گاڑی پر قاسم شاہ کی حویلی میں آہلہ ارباز سے آہلہ عائث شاہ بن کر اندر داخل ہو رہی تھی۔

•••••••••••••••

قاسم شاہ دلدار کی کال آنے کے بعد سے ہی اپنے کمرے میں بند تھے۔ ملازم نے عائث شاہ کے آنے کا پیغام دینا چاہا لیکن انہوں نے کچھ سنے بغیر انہیں جھڑک دیا۔ جس کے بعد ان کے کمرے کے باہر بھٹکنے کی بھی کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ جبکہ لاؤنج میں

سعدیہ بیگم سینے پر زور زور سے ہاتھ مارتیں واویلا کر رہی تھیں۔عائث کو پہلی بار ان کا اس طرح شور کرنا سخت ناگوار گزرا تھا۔پلوشے عائث اور آہلہ کے نکاح کی بات سن کر اس قدر بپھر گئی تھی کہ سعدیہ بیگم کو مجبوراً اسے کمرے میں بند کر کے نیچے آنا پڑا تھا۔ اس ساری صورت حال میں بتول بیگم آہلہ کو اپنے ساتھ لگائے سعدیہ بیگم کی الفاظی جنگ سے بچانے کی کوشش کر رہی تھیں۔حالانکہ آہلہ کو اس سب سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔وہ تو ابھی تک آج لگاتار کئی راز جاننے کے بعد سن سی کھڑی اپنے دماغ کو خالی محسوس کرتے ہوئے کبھی سعدیہ بیگم کو بولتا ہوا دیکھتی اور کبھی عائث اور بتول بیگم کو آہستہ آواز میں جواب دیتا ہوا۔اسی دوران عائث کی نظر آہلہ پر پڑی تو اس نے اس کا ہاتھ بتول بیگم کے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے زور سے پکڑا اور اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔آہلہ خاموشی سے اس کے ساتھ گھسٹتی چلی گئی۔

کمرے میں آکر اس نے آہلہ کو زور سے بیڈ کی طرف دھکیلا اور انگلی اٹھا کر وارننگ دینے والا انداز میں بولا۔

”خبردار جو تم نے اس کمرے سے ایک قدم بھی باہر نکالا۔ تمہارا کھانا لے کر بھی میں ہی آؤں گا یا پھر اماں سائین' اس کے علاوہ کوئی آئے تم نے دروازہ نہیں کھولنا۔ اور ہاں' اماں سائین کے ساتھ اگر تم نے کوئی بدتمیزی کی یا ان سے اونچی آواز میں بات بھی کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔“

عائث سرد لہجے میں بول کر واپس جانے کے لیے مڑا۔ پھر کسی خیال کے تحت پلٹا تو آہلہ پر نظر پڑی جو ابھی ساکت بیٹھی نیچے فرش پر بچھے قالین کو گھورے جا رہی تھی۔ عائث کو لگا کہ آہلہ نے اس کی کوئی بات سنی ہی نہیں' وہ سر جھٹکتے ہوئے کمرے کا دروازہ آہستگی کے ساتھ بند کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔ جبکہ آہلہ ابھی تک سن بیٹھی آج دن میں ہوئے واقعات کے بارے میں سوچنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جس میں مکمل طور پر ناکام ہو رہی تھی۔ کیونکہ اسے لگ رہا تھا کہ اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہو چکی ہے۔

....

''میں چھوڑوں گی نہیں اس کم ذات کو'اس نے مجھ سے میرے عائث کو چھین لیا۔اس نوکر کی بیٹی کی اتنی ہمت۔''

پلوشے بیڈ پر بیٹھی اپنا سر گھٹنوں میں گرائے سر کو مضبوطی سے جکڑے پاگلوں کی طرح مسلسل ایک ہی بات بولے جا رہی تھی۔سعدیہ بیگم نے دروازہ کھولا'دروازہ کھلنے کی آواز پر بھی پلوشے نے اپنا سر نہیں اٹھایا۔سعدیہ بیگم اس کی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھی تھیں۔

''بس کر دے میری بچی'یوں خود کو اذیت نہ دے۔میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔''

سعدیہ بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔لیکن پلوشے نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

''پلوشے!میری طرف دیکھ نہ میری بچی'کیوں مجھے تکلیف دے رہی ہے۔''

سعدیہ بیگم نے روتے کہا تو پلوشے نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا اور حیرت سے سعدیہ بیگم کو دیکھنے لگی۔

"تکلیف' اماں سائین آپ کو کس بات کی تکلیف ہو رہی ہے؟ عائث کو تو اس لڑکی نے مجھ سے چھینا ہے نہ' آپ کو اس سے کیا فرق پڑا ہے؟ ہاں۔۔۔"

وہ دیوانوں کی طرح سعدیہ بیگم کو جھنجھوڑتے ہوئے بول رہی تھی۔اور سعدیہ بیگم کا دل اس کی حالت دیکھ کر خون کے آنسو رو رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"پلوشے! عائث کو کسی نے نہیں چھینا ہے تم سے' تم دیکھنا میں اس لڑکی کو کیسے چوٹی سے پکڑ کر اس حویلی سے باہر پھینکواؤں گی۔بس ایک بار تمہارے ماما سائیں اپنے کمرے سے باہر آجائیں۔"

سعدیہ بیگم نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے کہا تو وہ سُرخ آنکھوں سے سعدیہ بیگم کو دیکھنے لگی۔

"کیا آپ سچ کہہ رہی ہیں اماں سائین؟ ماما سائیں اس لڑکی کو اس حویلی میں نہیں رہنے دیں گے نہ؟ اس حویلی کی بہو میں ہی ہوں نہ؟ عائث شاہ صرف میرے ہیں۔۔۔ ہے نہ اماں سائین؟"

وہ دیوانوں کی طرح سعدیہ بیگم سے سوال پہ سوال کر رہی تھی اور سعدیہ بیگم اس کے ہر سوال کے جواب میں سر ہلا رہی تھیں۔ پلوشے نے روتے روتے سعدیہ بیگم کی گود میں سر رکھ دیا۔ تو وہ آہستہ سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے اسے پر سکون کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔

••••••••••••••••

"باباسائیں! دروازہ کھولیں پلیز، مجھے بات کرنی ہے۔ اگر آپ باہر نہیں نکلیں گے، اور ہم بیٹھ کر بات نہیں کریں گے تو مسئلہ حل کیسے ہوگا؟"

عائث پچھلے دس منٹ سے قاسم شاہ کے کمرے کے باہر کھڑا ان کو دروازہ کھولنے کا کہہ رہا تھا۔جب کہ وہ اندر اپنا سر پکڑے دلدار کے بارے میں سوچ رہے تھے۔وہ یقین نہیں کر پا رہے تھے کہ دلدار واقعی ان کا اپنا خون ہے۔اور عائث کی آمد اور اس کی باتوں نے ان کو اور حراساں کر دیا تھا۔

"مجھے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی' یہ میرا کیا دھرا ہے اور میں خود سب کچھ سنبھال لوں گا۔میں دیکھ لوں گا اس دلدار کو۔وہ میرے بیٹے کو میرے خلاف کر کے یہ سب کچھ خود ہتھیانا چاہتا ہے۔لیکن میں بھی قاسم شاہ ہوں۔اتنی آسانی سے تو ہار نہیں مانوں گا۔اور مجھے یقین ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔وہ بھلا کیسے میرا خون۔۔۔"

قاسم شاہ کی آواز آہستہ ہوتی جا رہی تھی اور اس کے آخری جملے عائث نہیں سن پایا تھا۔

"بابا سائیں! آپ نے کچھ نہیں کیا میں جانتا ہوں۔بلکہ دلدار بھی جانے سے پہلے یہی کہہ کر گیا تھا کہ آہلہ کو اغوا کرنے میں آپ کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔اور بابا سائیں میں جانتا ہوں کہ آپ یوں اس طرح میرے آہلہ سے نکاح کرنے پر غصہ ہیں لیکن میں اگر

اس وقت نکاح نہ کرتا تو ارباز چاچا گاؤں والوں کی الٹی سیدھی باتوں کی وجہ سے مر جاتے اور آہلہ' اس کا کیا قصور تھا اس سب میں' اگر اس وقت میں اس سے نکاح کر کے ایک مثال قائم نہ کرتا تو پھر۔۔۔۔"

عائث ابھی بول ہی رہا تھا جب دھاڑ سے دروازہ کھلا اور قاسم شاہ سامنے آئے۔ ان کے چہرے سے لگ رہا تھا جیسے انہوں نے کوئی انہونی دیکھ لی ہو۔

"کیا؟۔۔ کیا کہا تم نے؟ آہلہ سے نکاح' کیا تم نے وہی کہا جو میں نے سنا؟ تم نے ارباز کی لڑکی آہلہ سے نکاح۔۔۔۔؟"

قاسم شاہ صحیح سے لفظ ادا نہیں کر پا رہے تھے اور عائث ان کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"بابا سائیں! آپ کو پتا تو ہے کہ وہاں کیا ہوا۔۔۔"

عائشہ نے ان کے دونوں کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے حیرت سے کہا تو قاسم شاہ نے زور سے اس کے ہاتھ جھٹکے۔

”نہیں مجھے کچھ نہیں پتا کہ وہاں کیا ہوا۔لیکن تھوڑی دیر پہلے جو کچھ تم نے کہا کیا وہ واقعی سچ ہے؟“

قاسم شاہ نے سرد لہجے میں پوچھا تو عائشہ حیران ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Articles|Books|Poetry|Interviews

”باباسائیں اگر آپ کو کچھ نہیں پتا تھا تو آپ اتنے گھنٹوں سے اپنے کمرے میں کیوں بند ہیں اور۔۔۔“

عائشہ نے حیرانی سے پوچھنا چاہا لیکن قاسم شاہ نے بیچ میں ہی اس کی بات کاٹی۔

”عائشہ شاہ! کیا تم نے سچ میں ارباز کی لڑکی سے نکاح کیا ہے آج؟ ہاں یا نہ۔“

قاسم شاہ اتنی زور سے دھاڑے تھے۔کہ بتول بیگم جوان کے کمرے کی طرف ہی آرہی تھیں۔کانپتے ہوئے وہیں رک گئیں۔جب کہ عائث مسلسل حیرت سے قاسم شاہ کو دیکھ رہا تھا۔

"جی باباسا۔۔۔۔"

عائث کاہاں میں جواب سنتے ہی اس کو آگے کچھ بولنے کا موقع دیے بغیر انہوں نے زور سے کمرے کادروازہ بند کیا۔اور پھر کافی دیر تک عائث ان کے کمرے کے باہر کھڑا ان کے کمرے سے توڑ پھوڑ کی آوازیں سنتا رہا۔

•••••••••••••••••

آہلہ کو نیچے سے کچھ آوازیں سنائی دیں تو وہ یکدم ہوش میں آئی۔اور چونکتے ہوئے ارد گرد دیکھا اور پھر تیزی سے کھڑکی کی طرف آئی۔لیکن وہاں سے صرف لان نظر آرہا تھا۔

جب کہ اسے آواز نیچے لاؤنج سے آرہی تھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد آوازیں آنا بند ہو گئیں تو وہ کھڑکی سے ہٹ گئی۔ اور پھر کمرے کا جائزہ لینے لگی۔

کمرے کی دو دیواریں تیز نیلی اور دو سفید تھیں۔ چھت بھی نیلی اور سفید رنگ کی تھی۔ کمرے کی ایک کھڑکی حویلی کے لان کی طرف کھلتی تھی اور ایک کھڑکی دوسری جانب گھر کے پیچھے ایک چھوٹے سے گراؤنڈ کی جانب کھلتی تھی۔ وہ گراؤنڈ بھی یقیناً شاہوں کی ملکیت تھا۔ اسی لیے وہاں اکا دکا ملازم چھوٹا موٹا کام کرتے نظر آرہے تھے۔ جبکہ کمرے کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو زیادہ قابل زکر ہوتی۔ کمرہ انتہائی سادہ تھا۔ اور آملہ سمجھ گئی تھی کہ یہ عائث کا ہی کمرہ ہے۔ کیونکہ عائث بچپن سے ہی سادہ طبیعت کا مالک تھا۔ اور اپنے ارد گرد بھی سادگی ہی پسند کرتا تھا۔ اس نے ایک بار پھر پورے کمرے میں ایک اوپری نگاہ دوڑائی اور پھر سے گھر کے لان کی طرف کھلنے والی کھڑکی کی طرف آئی۔ تو اس کو عائث شاہ کی گاڑی گیٹ سے باہر نکلتی دکھائی دی۔ وہ خاموشی سے اس طرف دیکھنے لگی جب کسی نے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ یکدم اچھلی۔

”کون ہے وہاں؟“

آہلہ نے دروازے کی طرف آتے ہوئے پوچھا۔

"آہلہ! دروازہ کھولو بیٹی۔۔۔۔"

بتول بیگم کی آواز آئی تو آہلہ کا دل دھڑکا۔ حویلی آنے کے بعد سعدیہ بیگم کے واویلے کی اور خود پہ پے در پے ہونے والے انکشافات نے اس کا دماغ سن کر دیا تھا۔ لیکن اب وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔ تو اپنا اور بتول بیگم کا رشتہ یاد آیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

'تم ارباز اور سکینہ کا نہیں قاسم شاہ اور بی بی سائین (بتول بیگم) کا خون ہو۔ ان کی بیٹی ہو۔'

دلدار کی آواز آہلہ کے کان میں گونجی۔ وہ آہستہ سے اپنے ٹھنڈے ہوتے ہاتھوں سے دروازہ کھول کر ایک طرف ہٹ گئی۔ بتول بیگم اندر داخل ہوئیں تو ان کے ہاتھ میں کھانے کی ایک ٹرے تھی۔ جس کو انہوں نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور خود ابھی تک

دروازے کے پاس کھڑی آہلہ کی طرف آئیں۔اور آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگایا تو آہلہ کو لگا وہ تپتے صحرا سے یکدم ٹھنڈی چھاؤں میں آگئی ہے۔

•••••••••••••••

ناول: میں کملی ہوئی تیرے عشق میں

بقلم: اقراء اشرف

قسط نمبر 6

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

'بکواس بند کرو تم عائشہ شاہ! یہ سب تمہارے باپ کی وجہ سے ہوا ہے۔بلکہ تمہاری وجہ سے بھی۔اگر اس دن تم میری بات پر یقین کر لیتے تو اپنے باپ کی حقیقت جان لیتے۔۔۔۔'

"بس کر دو!! کسی پر جھوٹا الزام لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی تمہیں؟؟"

عائث چیخ پڑا تھا۔اسی لمحے گاڑی ایک جھٹکا کھا کر رکی تو عائث ہوش میں آیا۔اور پھر اسٹیئرنگ پر سر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔

''آہلہ۔۔۔دلدار نے پہلے تمہاری دوست سکھاں کو اغوا کیا' اس کی ماں کو موت کے منہ میں دھکیلا اور پھر۔۔۔اور پھر تمہیں اغوا کر کے بدنام کرنے کی کوشش کی۔اور تم نے اس کو چھوڑ کر ایک بار پھر سے میرے بابا پر الزام لگا دیا۔''

عائث نے دونوں ہاتھ سے اپنی کنپٹیاں مسلتے ہوئے کہا۔اور پھر سر اٹھا کر ارد گرد دیکھا۔سورج کو غروب ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی۔ہر طرف اندھیرا چھانے لگا تھا۔وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور ارد گرد نگاہ دوڑاتے ہوئے چونکا۔

''اوہ۔۔۔۔کافی دور آ گیا ہوں گاؤں سے' پتا نہیں میرا دھیان کدھر تھا۔''

وہ خود کو کوستا ہوا گاڑی کے سامنے آیا اور اس کا بونٹ اٹھا کر دیکھنے لگا۔

"اس کو بھی یہیں خراب ہونا تھا۔اب کیا کروں؟"

عائشہ نے ایک زوردار ٹھوکر گاڑی پر ماری اور پیچھے ہٹ کر پریشانی سے ارد گرد دیکھنے لگا۔اسی لمحے اس کی جیب میں رکھا موبائل بجنا شروع ہوا تو اس کی آواز پورے سناٹے میں گونجنے لگی۔

"اسلام علیکم!"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائشہ نے بنا دیکھے کال اوکے کر کے موبائل کان سے لگایا تو دوسری طرف جان نے سلام کیا۔

"وعلیکم اسلام!اچھا کیا تم نے کال کر لی،میں خود بھی تمہیں۔۔۔۔"

عائشہ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے بولنا شروع کیا تو جان بیچ میں ہی اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"باقی باتیں وہیں آکر سنوں گا تمہاری' ابھی تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے گاؤں کی طرف کون سی سڑک جاتی ہے۔نہر کے دائیں طرف والی یا بائیں طرف والی؟"

جان گاڑی کے شیشے سے دونوں طرف کا جائزہ لیتے ہوئے تیزی سے بولا۔

"کیا۔۔۔؟میرا گاؤں۔۔۔نہر۔۔۔سڑک۔۔۔کیا بول رہے ہو جان؟"

عائشہ اس کی بات سن کر حیرت سے بولا۔

"او یار! تمہیں سمجھ کیوں نہیں آرہی ہے۔۔۔میں اس وقت ایک نہر کے پل پر موجود ہوں۔میرے سامنے دو سڑکیں ہیں۔اور میں نہیں جانتا کہ تمہارے گاؤں کی طرف کون سی سڑک جاتی ہے۔اسی لیے تمہیں کال کی ہے۔اب جلدی بتاؤ' مجھے پہلے ہی ڈر لگ رہا ہے۔"

جان جھنجھلاتے ہوئے گاڑی کی کھڑکی سے سر باہر نکال کر ارد گرد دیکھ کر بولا۔

”اوہ! ایسا کرو‘ دائیں طرف والی سڑک پر آ جاؤ۔“

عائث نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تو جان نے فوراً فون بند کیا اور وہاں سے گاڑی کو نہر کے دائیں طرف والی سڑک پر ڈالتے ہوئے گاڑی کی اسپیڈ تیز کر دی۔

عائث اب گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگا کر جان کا انتظار کرنے لگا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد عائث کو دور سے کسی گاڑی کی روشنی دکھائی دی تو وہ چونکا۔ اور پھر جلدی سے سڑک کے بیچ آ کھڑا ہوا اور زور زور سے ہاتھ ہلانے لگا۔ لیکن گاڑی کی تیز اسپیڈ دیکھ کر وہ جلدی سے پیچھے ہو گیا۔ ساتھ ہی جان کو کال بھی ملانے لگا۔

”یہ گاڑی روک کیوں نہیں رہا ہے؟ اور نہ یہ کال پک رہا ہے میری۔۔۔؟“

عائث نے جھنجھلاتے ہوئے کچھ حیرت سے قریب آتی گاڑی کو دیکھا۔اسی لمحے گاڑی کی اسپیڈ تھوڑی کم ہوئی تو عائث پھر سے تھوڑا آگے ہو کر ہاتھ ہلانے لگا۔وہ سڑک کے بیچ میں اس طرح کھڑا تھا کہ گاڑی میں موجود شخص کو گاڑی کو بریک لگانا پڑا۔اور اسی لمحے گاڑی سے زور زور سے چیخنے کی آوازیں آنے لگیں۔

"بچاؤ۔۔۔بچاؤ۔۔۔کوئی ہے۔۔۔۔؟جو میری مدد کرے۔۔۔۔"

عائث جان کی آواز پہچان کر جلدی سے گاڑی کی طرف بڑھا تو اس نے بھی چیخنا بند کر کے جلدی سے موبائل اور والٹ اٹھاتے ہوئے گاڑی کی چابی نکال کر ہاتھ کھڑکی سے باہر کرتے ہوئے سر پیچھے ٹکالیا۔اور آنکھیں بند کر لیں۔

"باہر نکلو۔"

حیرت سے گنگ کھڑے عائث کو جیسے ہی ساری صورت حال سمجھ میں آئی تو وہ اپنی آواز کو کچھ بھاری کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولا۔اور ساتھ ہی اس کے ہاتھ سے موبائل، والٹ اور گاڑی کی چابی بھی چھیننے والے انداز میں لے لی۔

"اوکے۔۔۔اوکے۔۔۔پلیز گولی مت چلانا، ٹھیک ہے۔یہ گاڑی تم لے لو۔۔۔سس سوری، میرا مطلب کے آپ۔۔۔آپ یہ گاڑی لے لیں اور میری ایک گاڑی گھر موجود ہے۔وہ بھی آپ لے لینا، ٹھیک ہے برو۔۔۔؟"

جان گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے تیزی سے بولا۔جبکہ اس دوران اس کی آنکھیں ہنوز بند تھیں۔

"خبردار جو تم نے اپنی آنکھیں کھولیں۔۔جب تک میں تمہیں آنکھیں کھولنے کا نہ کہہ دوں تب تک تم اسی طرح آنکھیں بند کیے میرے ساتھ چلتے رہو۔"

عائث اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی گاڑی کی طرف لے گیا پھر ایک ہاتھ ڈرائیونگ سیٹ سے اندر ڈال کر اپنی شال اور گاڑی کی چابی لی اور پھر جان کو تھوڑی دیر وہیں گھمانے کے بعد اس کی گاڑی کے قریب لے آیا۔اس دوران جان مکیانکی انداز میں وہی کرتا رہا جو عائث کہہ رہا تھا۔عائث نے اس کو جان کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بٹھانے کے بعد بھاگ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

”دیکھو برو! بینک میں بھی کچھ سیونگز ہیں۔وہ بھی لے لینا،بس مجھے شاہوں کی حویلی ڈراپ کر دو۔بے شک کرایہ بھی لے لینا۔“

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جان کی بات سن کر عائث نے ایک زوردار ہاتھ اس کی گدی میں مارا اور بھاری آواز میں اسے خاموش رہنے کا کہا۔اس بار جان نے اس کی بات مانتے ہوئے خاموشی اختیار کر لی۔لیکن اس کی گردن میں جلن ہو رہی تھی۔کیونکہ عائث نے واقعی اسکی گردن پر زور سے ہاتھ مارا تھا۔اس نے دل ہی دل میں اس ڈاکو کو جی بھر کہ گالیاں دیں تھیں۔لیکن آنکھیں کھولنے کی غلطی اس نے نہیں کی تھی۔اس کی حرکتوں پر عائث بمشکل اپنے قہقے کا گلا گھونٹے ہوئے تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ حویلی پہنچ گئے تو عائث نے گاڑی کا دروازہ کھول کر نکلنا چاہا۔اور اسی لمحے خود پر ٹوٹنے والی افتاد نے اسے بوکھلا دیا تھا۔

....

پلوشے کی آنکھ کھلی تو اسے اپنے سر میں درد محسوس ہوا تو وہ سر پکڑ کر اٹھی اور بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔اور پھر آہستہ آہستہ یاد آیا تو وہ تڑپ اٹھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں آہلہ۔۔۔اس حویلی سے تمہارا نام و نشان مٹا دوں گی۔"

وہ غراتے ہوئے بولی۔سعدیہ بیگم نے اسے دودھ میں نیند کی گولیاں دے کر سلا دیا تھا۔اب کافی دیر بعد اس کی آنکھیں کھلی تھی۔اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا تو وہ بیڈ سے اٹھ کر آہستہ سے چلتی ہوئی کھڑکی تک آئی تو سامنے گیٹ کے قریب عائث کی گاڑی پر نظر پڑی۔

"عائث اس وقت کہاں سے آ رہے ہیں اور۔۔۔اوہ یہ عائث کو کون مار رہا ہے۔۔؟"

پلوشے کی نظر جیسے ہی گاڑی کے شیشے سے اندر پڑی تو اس نے اندر موجود منظر کو دیکھ کر دہل کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور نیچے کی طرف دوڑی۔

"کھولو دروازہ۔۔میں کہتی ہوں دروازہ کھولو۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کچھ دیر بعد وہ گاڑی کی فرنٹ سائیڈ کا دروازہ زور زور سے بجانے کے ساتھ ساتھ غصے سے بول بھی رہی تھی۔جبکہ اندر موجود عائث جس کا رخ فرنٹ سائیڈ پر بیٹھے جان کی طرف تھا اس کی نظر جان کے پیچھے گاڑی سے باہر گاڑی کا دروازہ پیٹتی پلوشے پر پڑی تو وہ چونکا اور جان کو اس طرف متوجہ کرتے ہوئے جان کے ہاتھ بمشکل اپنی گردن سے ہٹائے جو اس کا گلا دبانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا اور ڈرائیونگ سائیڈ کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔

”عاعائث۔۔۔آپ ٹھیک تو ہیں نہ۔۔۔؟ یہ شخص کون ہے اور آپ کو کیوں مار رہا تھا؟“

پلوشے عائث کو باہر نکلتا دیکھ کر اس طرف بھاگی اور عائث کی شرٹ پکڑ کر روتے ہوئے سوال پہ سوال کرنے لگی۔ عائث اس صورت حال کو دیکھ کر گھبرا گیا اور ارد گرد دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھ پکڑ کر اس کو خود سے دور کیا اور جلدی سے بولا۔

”ریلیکس پلوشے۔۔۔میں بلکل ٹھیک ہوں، کچھ نہیں ہوا ہے مجھے اور یہ میرا دوست ہے۔“

عائث کی بات پر پلوشے نے گردن موڑ کر پیچھے کھڑے جان کو دیکھا جو خود بھی حیرت سے اس لڑکی کو روتے ہوئے دیکھ رہا تھا اس کے دیکھنے پر گڑبڑاتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

”پلوشے جاؤ اور آرام کرو، مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔“

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائث نے نرمی سے کہا تو پلوشے نے ایک نظر جان کو دیکھا اور پھر عائث کی طرف دیکھتے ہوئے سر ہلا کر لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔اس کے جانے کے بعد عائث نے جان کو دیکھا اور کچھ بولے بغیر اسے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔وہ بھی خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔

....

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsanay|Articles|Books|Poetry|Interviews

”نہیں اماں سائیں! محبت تو دور وہ مجھے پسند بھی نہیں کرتا،اور آج تو اس کی آنکھوں میں مجھے نفرت کی چنگاری دکھائی تھی۔“

آہلہ کھڑکی سے ہٹتے ہوئے بولی اور آہستہ سے چلتی ہوئی صوفے کی طرف بڑھی۔

”آہلہ اگر اسے تم سے محبت نہ ہوتی تو وہ تم سے نکاح نہ کرتا۔“

بتول بیگم بضد تھیں۔اسی لیے اس کی بات کی نفی کرتی ہوئی بولیں۔آہلہ ان کی بات سن کر تلخی سے ہنس دی۔

”اس نے ایسا ہمدردی میں کیا ہے۔ہمدردی بھی اس کو مجھ سے نہیں بابا سے تھی۔اور دوسرا وہ گاؤں کے لوگوں کو بھی سبق سکھانا چاہتا تھا۔“

آہلہ بھی اپنی بات پر بضد تھی۔اور اسے لگ رہا تھا کہ وہ ماں ہیں اسی لیے انہیں عائث کی آنکھوں میں اس کے لیے نفرت کی بجائے محبت نظر آرہی ہے۔

”آہلہ۔۔۔انسان کے اندر جتنی بھی اچھائی کیوں نہ ہو وہ محض ہمدردی میں اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا۔اگر عائث کو صرف ہمدردی ہوتی تو وہ تم سے کبھی بھی نکاح نہ کرتا۔“

بتول بیگم نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے اس کو سمجھانا چاہا۔

"آپ نے شاید ابھی اس کی آنکھوں میں پلوشے کے لیے نرمی نہیں دیکھی تھی۔ لیکن میں نے دیکھی تھی۔"

آہلہ نے نیچے منہ کرتے ہوئے دھیرے سے کہا تو بتول بیگم نے بے اختیار اس کو دیکھا۔

"تو تم مانتی ہو نہ کہ اس کی آنکھوں میں پلوشے کے لیے نرمی تھی، محبت نہیں۔ اور ہر نرمی محبت نہیں ہوتی۔"

بتول بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا تو آہلہ لاجواب ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔

•••••••••••••••

عائث گیسٹ روم میں موجود صوفے پر بیٹھا کبھی جان کو دیکھتا اور کبھی اپنے سامنے رکھی شیشے کی میز کو، جس پر جان بہت مطمئن انداز میں آلتی پالتی مار کر بیٹھا عائث کو آنکھیں سکوڑے گھور رہا تھا تو عائث کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو بول پڑا۔

"بس کرو اب، پچھلے پندرہ منٹ سے اسی طرح گھورے جا رہے ہو۔ کچھ منہ سے بھی پھوٹو۔"

وہ جھلاتے ہوئے بولا تو جان ایک جمپ لگا کر نیچے اترا اور میز کے دوسری جانب جا کھڑا ہوا۔

"غلط! پندرہ نہیں تیرہ منٹ اور کچھ سیکنڈز ہوئے ہیں بس۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جان نے اپنے اور عائث کے درمیان پڑی میز کو ایک طرف کرتے ہوئے بولا۔

"تو!!!"

عائث ابرو اچکا کر ایک نظر میز پر ڈالتے ہوئے بولا۔

''تو یہ کہ منہ سے پھوٹنے کی کیا ضرورت ہے' اس کے لیے میرے ہاتھ ہی کافی ہیں۔''

جان تیزی سے آگے بڑھا اور دونوں ہاتھ اس کے کندھے پر رکھتا ہوا بولا۔عائث کو پہلے ہی خطرہ محسوس ہو گیا تھا۔اسی لیے وہ بھی تیزی سے جان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ہوشیار ہو گیا تھا۔اور پھر وہ ایک دوسرے میں گتھم گتھا ہوئے بچوں کی طرح لڑ رہے تھے۔

''اگر میرا دل بند ہو جاتا تو۔۔پہلے ہی میں پاکستان کے بارے میں نیوز سن سن کر ڈرا ہوا تھا۔ اور اوپر سے تم نے پرینک کر کے مجھے ہارٹ اٹیک دینے کی پوری کوشش کی۔''

جان اس کے بال زور سے کھینچتے ہوئے بولا تو عائث نے درد سے دانت بھینچتے ہوئے ایک زوردار مکہ اس کے پیٹ میں مارا۔جس نے جان کو کراہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ کون سی نیوز سنی ہوئی ہیں تم نے پاکستان کے بارے میں؟''

عائشہ نے اس کو گھورتے ہوئے پوچھا۔جان اب صوفے پر ڈھیر ہونے والے انداز میں بیٹھا گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔

"یہی کہ یہاں چوری اور ڈکیٹی کی آئے دن وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔اور اگر کوئی مزاحمت کرنے کی کوشش کرے تو وہ لوگ جان سے مارنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔"

جان کچھ سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا تو عائشہ کی ہنسی چھوٹی۔اور پھر کچھ دیر ہنسنے کے بعد بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

"تو تم نے اسی لیے مجھے خوشی خوشی نہ صرف اپنے پاس موجود ساری چیزیں دے دیں بلکہ وہ سب کچھ بھی بعد میں دینے کا وعدہ کر لیا جو تمہارے گھر یا بینک میں تھا۔"

عائشہ بول کر پھر سے ہنس دیا تھا۔اور زیادہ ہنسنے کی وجہ سے اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔جبکہ جان ہنوز سنجیدہ بیٹھا رہا۔عائشہ نے اس کو سنجیدہ بیٹھا دیکھ کر اپنی ہنسی روکی اور سنجیدگی سے جان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"جان!!جو کچھ تم نے لندن بیٹھ کر نیوز میں پاکستان کے بارے میں سنا' وہ سو فیصد سچ نہیں ہے۔میڈیا والے تو ایک نارمل سی بات کو بھی مرچ مصالحہ لگا کر پوری دنیا میں پھیلاتے ہیں۔یہ ٹھیک ہے کہ کچھ عرصہ پہلے یہاں کہ حالات تھوڑے خراب ہو گئے تھے۔لیکن اب حالات پہلے سے کافی بہتر ہو گئے ہیں۔اور اگر کبھی کبھار چوری ڈکیتی کا واقعہ پیش آتا بھی ہے تو یہ صورت حال دنیا کے کسی بھی کونے کسی بھی ملک میں پیش آسکتی ہے بلکہ کئی ایسے ممالک ہیں جہاں اس قسم کی وارداتیں اس قدر ہوتی ہیں کہ پاکستان میں ہونے والے واقعات ان کے سامنے دب جاتے ہیں۔"

عائشہ نے کچھ جزباتی سا ہو کر جان کو ہر ممکن یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ وہ پاکستان میں بلکل محفوظ ہے۔

”میں جانتا تھا کہ تم بھی ہر پاکستانی کی طرح اپنے ملک کے خلاف کوئی بات سن کر اسی طرح جزباتی ہو جاؤ گے۔ بہر حال تم ان کا درد نہیں سمجھ سکتے جن پر قیامتیں گزری ہوں۔“

جان نے کچھ تلخی سے کہا تو عائث حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ جو کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو گیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”لیکن جان۔۔۔“

عائث نے کچھ بولنا چاہا تو جان نے اس کی بات بیچ میں ہی ٹوکی۔ عائث خاموش رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جان کے ساتھ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے اسی لیے وہ اس قدر تلخ ہو رہا ہے۔

”وہ کون تھی۔۔۔؟“

جان کی آواز نے عائث کو سوچوں کے بھنور سے آزادی دلائی۔

"کون؟"

عائث نے اس کو دیکھتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

"وہ ہی جو تمہاری میرے ہاتھوں گاڑی میں درگت بنتے دیکھ کر تڑپ اٹھی تھی۔ میں جانتا ہوں وہ بھابھی نہیں تھیں۔ان کو میں نے دیکھا تھا اسپتال میں۔"

جان نے اپنا بدلہ ادھورا رہ جانے پر کچھ بھناتے ہوئے کہا۔ کیونکہ کمرے میں آکر بھی وہ عائث کو مارنے کی بجائے خود اس سے اچھی خاصی مار کھا چکا تھا۔

"میری کزن۔"

عائث نے جان کے سوال کا مختصر جواب دیا اور گہری سانس لیتے ہوئے کھڑا ہوا۔

"لیکن مجھے تو کچھ اور ہی لگ رہا تھا۔"

جان نے عائث کے چہرے پر کچھ کھوجنا چاہا۔عائث نے اسے گھوری سے نوازا۔

"شٹ اپ۔۔وہ واقعی صرف میری کزن ہے۔"

عائث نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا تو جان نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"اچھی بات ہے کہ وہ صرف تمہاری کزن ہی ہے۔لیکن دھیان رہے شاہ صاحب' کزن وہ صرف آپ کی نظروں میں ہے۔ان کی نظروں میں آپ صرف کزن نہیں ہیں۔"

جان نے کندھے اچکاتے ہوئے لاپرواہ انداز میں کہا اور عائث کے چہرے کی طرف دیکھا۔وہاں ہنوز سنجیدگی تھی۔

”تم ان فضول باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ تم سے ایک زخمی شخص نہیں سنبھالا گیا۔۔۔۔۔؟“

عائشہ نے اس کو گھورتے ہوئے پوچھا تو جان نے کان کھجایا۔

”عائش! میں صرف کال سننے باہر گیا تھا۔واپس آیا تو وہ نہ صرف روم سے بلکہ اسپتال سے ہی فرار ہو گیا تھا۔“

جان نے شرمندگی سے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بتایا تو عائشہ نے سر پر ہاتھ پھیرا۔

”اچھا چھوڑو ان باتوں کو،تم فریش ہو جاؤ میں تمہارے لیے کھانے کا کہہ کر آتا ہوں۔“

عائشہ اسے مزید شرمندگی سے بچانے کے لیے جلدی سے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ جبکہ جان نے ایک نظر ارد گرد گھماتے ہوئے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر باتھروم کی طرف بڑھ گیا۔

....

"نہ پلوشے۔۔۔ تم اپنے خاندان کی روایات بھول گئی تھیں۔ جو ایک جوان جہان مرد کے گلے لگ کر کھڑی ہو گئیں۔ اور تو اور وہاں ایک غیر مرد بھی موجود تھا۔ اری باؤلی ہو گئی تھی کیا؟ اگر کوئی دیکھ لیتا تو؟"

سعدیہ بیگم نے غصے سے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا تو پلوشے نے سر جھٹکا۔

"اماں سائین! اب مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا' کہ کون کیا کہتا ہے۔ مجھے عائشہ شاہ کو حاصل کرنا ہے۔ عزت سے نہ سہی بدنام ہو کر ہی سہی۔"

پلوشے نے ضدی لہجے میں کہا تو سعدیہ بیگم نے زور سے ماتھے پر ہاتھ مارا۔اسی وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ دونوں چونکیں۔

"بڑی بی بی سائین! میں اندر آجاؤں۔۔۔؟"

دروازے کے پار سے ملازمہ کی آواز سنائی دی تو سعدیہ بیگم نے پلوشے کو گھورا۔

"آجاؤ نوری۔۔۔"

پلوشے نے سعدیہ بیگم کی گھوری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نوری کو اندر آنے کی اجازت دی تو وہ کمرے میں داخل ہو کر تیزی سے پلوشے کی طرف بڑھی۔

"نوری! وہ لڑکی کہاں ہے؟"

پلوشے نے بے چینی سے پوچھا۔سعدیہ بیگم نے پریشانی سے پلوشے کو دیکھا جو ایک ملازمہ کو اپنی کمزوری سے آشنا کر رہی تھی۔

"پلوشے بی بی! آہلہ کو تو چھوٹے سائیں اپنے کمرے میں چھوڑ آئے تھے۔"

نوری نے نخوت سے آہلہ کا نام لیتے ہوئے بتایا تو پلوشے کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

"دیکھ لیا آپ نے اماں سائین! یہ انجام ہوا ہے آپ کے مجھے چپ کروانے کا۔اگر اس وقت ہی مجھے اس کو چوٹی سے پکڑ کر اس حویلی سے باہر کرنے دیا ہوتا تو۔۔۔"

وہ نوری کی بات سن کر بپھر اٹھی تھی۔اور اپنی بات ادھوری چھوڑ کر زور سے اپنے بال کھینچے تو سعدیہ بیگم اس کے ہاتھ پکڑتی ہوئیں تیزی سے بولیں۔

"پلوشے وہ کون سا اس کو اس کے حقوق دے دے گا۔تم جانتی ہو نہ کہ یہ صرف مجبوری میں۔۔۔۔"

ابھی وہ بول ہی رہی تھیں کہ پلوشے چیخ اٹھی۔

"اماں سائین! اگر مجبوری کا نکاح ہے تو اس کو ملازموں کے کمرے میں یا حویلی کے کسی اور کونے میں ڈالے نہ' اسے اپنے کمرے میں جگہ دینے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ کمرہ' وہ جگہ میری ہے۔ سمجھ رہی ہیں آپ۔۔۔۔؟"

وہ چلائی تھی۔ نوری نے اس کے غصے سے ڈر کر وہاں سے کھسکنے کی کوشش کی تو پلوشے نے اس کا بازو پکڑا اور زور سے مروڑتے ہوئے بولی۔

"تم آہلہ پر نظر رکھو گی۔ اور مجھے اس کے ایک ایک پل کی خبر دو گی۔ اور اگر تم نے اس کمرے کی کوئی بات ادھر اُدھر کرنے کی کوشش کی تو تمہاری ماماسائیں کے خاص ملازم دلدار کے عشق میں گرفتار ہونے کی خبر اس گاؤں میں جنگل میں آگ کی طرح پھیلے گی۔ اور سب کو پتا چل جائے گا کہ تم آہلہ اور اس کی دوست سکھاں سے کیوں خار کھاتی ہو۔"

پلوشے نے ہلکی سی زہریلی ہنسی کے ساتھ اسے تنبیہہ کی تو وہ آنکھیں پھاڑے بے یقینی سے پلوشے کو دیکھنے لگی۔جو بات اس نے اپنی بدنامی کے ڈر سے اپنی جان سے عزیز دوست سے چھپائی تھی وہ پلوشے بی بی کو پہلے سے ہی پتا تھی۔

"آپ کو کیسے پتا کہ۔۔۔۔؟"

"مجھے تو یہ بھی پتا ہے کہ دلدار نے تمہیں کتنی بار زلیل کر کے دھتکارا ہے۔کیونکہ وہ تم سے نہیں سکھاں سے محبت کرتا تھا۔اور دیکھو اسے اغوا کر کے ہی سہی لیکن نکاح بھی اسی سے ہی کیا جس سے اس کو محبت تھی۔"

نوری نے پوچھنا چاہا تو پلوشے نے اس کی بات کاٹی۔اور سکون سے بولتی ہوئی سعدیہ بیگم کے برابر میں جا کر بیٹھ گئی۔نوری نے منہ نیچے کرتے ہوئے اپنے آنسو پینے کی کوشش کی اور جانے کے لیے مڑی۔لیکن پلوشے کی اگلی بات پر وہ رکی تھی۔

"اگر تمہیں سکھاں سے بدلہ لینا ہے تو اس کے لیے تمہیں آہلہ کو ہر ممکن تکلیف دینی ہو گی۔ کیونکہ آہلہ اور سکھاں اتنی گہری سہیلیاں ہیں کہ چوٹ ایک کو لگتی ہے تو تڑپ دوسری اٹھتی ہے۔"

پلوشے نے اب سکون سے کہتے ہوئے نوری کے چہرے کو دیکھا۔ جو آنسو ضبط کرنے کے چکر میں سرخ ہو چکا تھا۔ اس دوران سعدیہ بیگم خاموشی سے کچھ مطمئن انداز میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہی تھیں۔

"اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا۔۔۔؟"

نوری کو سمجھ آگئی تھی کہ پلوشے اس سے اپنا کوئی کام کہے گی۔ اسی لیے وہ یہ سب کچھ کہہ رہی ہے۔

"تمہیں وہ کرنا ہو گا جو میں کہوں گی۔ اور فکر نہ کرنا تمہیں اس کے پیسے بھی ملیں گے۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پلوشے نے نخوت سے کہتے ہوئے آنکھیں سکیڑ کر نوری کو دیکھا جس کے چہرے پر پیسوں کا سن کر تھوڑی دیر پہلے والا دکھ سیکنڈز میں غائب ہوا تھا۔

”چھوٹی بی بی! آپ جو کہیں گی، جب کہیں گی میں کروں گی۔آپ فکر ہی نہ کریں۔“

نوری نے خوشامدی انداز میں کہا۔پلوشے نے سر ہلاتے ہوئے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ سر ہلاتی ہوئی باہر چلی گئی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”تم کیا کرنے والی ہو پلوشے؟“

سعدیہ بیگم نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے دھیمے انداز میں پوچھا تو پلوشے مسکرا دی۔

''بس دیکھتی جائیں آپ اماں سائین، اس آہلہ کی بچی کو تو میں ایسا مزہ چکھاؤں گی کہ وہ مرتے دم تک نہیں بھولے گی۔''

پلوشے نے پر سکون انداز میں کہتے ہوئے سعدیہ بیگم کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے ہٹایا اور کھڑی ہوئی۔

''دیکھو پلوشے ! جو بھی کرنا احتیاط سے کرنا۔اور کچھ ایسا مت کرنا کہ الٹا تم ہی پھنس جاؤ۔''

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سعدیہ بیگم نے پلوشے کو دروازے کی طرف جاتے دیکھ کر کہا تو وہ جو باہر جانے کے لیے کمرے کا دروازہ کھولنے ہی والی تھی، واپس پلٹی اور ہنس دی۔

''ابھی تھوڑی کچھ کر رہی ہوں میری بھولی اماں سائین، ابھی تو بس محترمہ کو زرا اپنا دیدار کروانا ہے۔آپ اس بات کو چھوڑیں اور ماما سائیں سے بات کریں۔''

پلوشے نے سعدیہ بیگم کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کہا اور پھر واپس مڑی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔جبکہ سعدیہ بیگم اس کے جانے کے بعد اس سوچ میں پڑ گئیں کہ قاسم شاہ کو کس طرح راضی کرنا ہے۔

....

"سکھاں دھیی! کہاں ہو تم؟ ذرا باہر آ کر کھانا لے جاؤ۔"

ارباز نے سکھاں کے گھر کے باہر کھڑے ہو کر تین بار آواز لگائی۔تب جا کر سکھاں نے دروازہ کھولا۔

"ارے ارباز چاچا! آپ ایک بار زور سے دروازہ کھٹکھٹاتے تو مجھے آواز سنائی دے جاتی۔ اتنی دیر سے آپ آوازیں دے رہے تھے اور مجھے لگا کہ شاید گلی میں کوئی کسی کو پکار رہا ہے۔"

سکھاں نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔اس کی آواز بیٹھی ہوئی تھی۔یقیناً وہ سارا دن روتی رہی تھی۔

"سکھاں دھیی! جو گھر ویران پڑا ہو' اس گھر کے دروازے پر دستک نہیں دیا کرتے۔ اگر دستک پر کوئی دروازہ نہ کھولے تو اس دستک کی تکلیف بڑی ازیت ناک ہوتی ہے۔ نہ صرف دستک دینے والا بلکہ وہ دستک سننے والا بھی تڑپ اٹھتا ہے۔"

ارباز نے آسمان کی طرف دیکھا جو آج چاند اور تاروں کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھا۔اور ہر طرف کالے بادل چھائے تھے۔

"چاچا! تو کیسی باتیں کر رہا ہے؟ اور یہ آسمان کی طرف کیوں دیکھ رہا ہے؟"

سکھاں نے حیرت سے ارباز چاچا کو دیکھا جو آج دیوانوں کی سی باتیں کر رہے تھے۔

”دھیی رانی! دیکھ رہا ہوں۔ یہ کالے بادل تو بلاجہ بدنام ہیں۔ اصل اندھیرا تو تب ہوتا ہے جب ہمارا دل سیاہ پڑ جاتا ہے۔“

ارباز نے دھیرے سے کہا۔ ان کی نظریں ابھی تک آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ لیکن سکھاں کے اگلے سوال پر وہ بے اختیار اس کو دیکھنے لگے تھے۔ جو سوال کر کے جواب کی منتظر تھی۔

”کیا آپ نے کسی کا کالا دل دیکھا ہے ارباز چاچا؟ اگر دیکھا ہے تو مجھے بھی بتائیں نہ کہ وہ کیسا ہوتا ہے؟ کیا بلکل ویسا ہوتا ہے جیسے دلدار اور قاسم شاہ کا دل ہے؟“

سکھاں کے سوال پر ارباز کے گلے میں آنسوؤں کا ایک گولہ اٹکا تھا۔

”نہیں، کالا دل تو ایسا ہوتا ہے جیسے میرا دل۔۔۔۔“

ارباز کہہ کرر کے نہیں تھے۔سکھاں بت بنی ان کو جاتا دیکھتی رہی۔جو اپنے گھر کی طرف جانے کی بجائے مخالف سمت کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔اور سکھاں جانتی تھی کہ وہ سمت انہیں قبرستان کی طرف لے جائے گی۔اس نے ٹھنڈا سانس بھرا اور چھوٹی دیوار پر رکھی کھانے کی ٹرے اٹھائی اور اندر چلی گئی۔

....

بتول بیگم سیڑھیوں سے اتر کر اپنے کمرے کی طرف جانے ہی لگی تھی جب انہیں سامنے کچن کے دروازے پر عائث شاہ کھڑا ملازمہ کو کچھ ہدایات دیتا ہوا نظر آیا۔اسی وقت عائث مڑا تو بتول بیگم کو وہاں دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ان کے چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے سے نشانات تھے۔اس نے مٹھیاں بھنچیں۔

"آپ کہاں سے آرہی ہیں؟"

عائث نے اپنے غصے پر بمشکل قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"میں اوپر اپنی بیٹی کے پاس اس کے کمرے میں گئی تھی۔اور یہ تم بھی جانتے ہو۔پھر یہ سوال پوچھنے کا مقصد کیا ہے؟"

بتول بیگم نے مسکراتے ہوئے اس کے قریب آ کر کہا۔مسکراہٹ ان کے چہرے سے جدا ہی نہیں ہو رہی تھی۔عائث ایک لمحے کو تو ان کی مسکراہٹ دیکھ کر شک میں پڑ گیا۔لیکن پھر سر جھٹکتے ہوئے پیار سے بولا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اماں سائین! آپ فکر نہ کریں'اور آج آپ اپنے کمرے میں مت جائیے گا۔بابا سائیں غصے میں ہیں۔آپ کو ڈانٹ دیں گے۔"

عائث کی بات سن کر بتول بیگم کھل کر مسکرا دیں۔

"میرے لال! فکر تو اب تم نہ کرو'کیونکہ مجھے جو چاہیے تھا وہ مجھے مل گیا۔اب تمہارے بابا سائیں مجھے کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

بتول بیگم کی آواز میں پہلے خوشی اور پھر لاپرواہی جھلکی۔عائث نے حیرت سے انہیں دیکھا۔جو قاسم شاہ کے تھوڑا سا غصہ کرنے پر بھی تھر تھر کانپنے لگتی تھیں۔اور آج اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی انہیں قاسم شاہ یا ان کے غصے کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

عائث خیالوں سے چونکا تو بتول بیگم جا چکی تھیں۔اس نے ایک نظر اوپر جاتی سیڑھیوں کو دیکھا اور ایک ساتھ دو دو سیڑھیاں پھلانگتے اپنے کمرے تک پہنچا۔اور کمرے کا دروازہ اتنے زور سے پیٹا کہ اندر موجود آہلہ اچھل پڑی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کون ہے۔۔۔؟"

اندر سے آہلہ کی آواز آئی تو عائث نے ایک بار پھر سے مٹھیاں بھنچیں اور دانت پیستے ہوئے بولا۔

"دروازہ کھولو۔"

اس کی آواز سن کر آہلہ نے جلدی سے دروازہ کھولا اور پیچھے ہٹ گئی۔عائث کمرے میں داخل ہوتے ہی تیزی سے اس کی طرف آیا جو دیوار کے ساتھ لگی اس کو ہی دیکھ رہی تھی۔

”منع کیا تھا میں نے کہ میری اماں سائین کی آنکھوں میں تمہاری وجہ سے آنسو نہیں آنے چاہیے۔“

آہلہ نے اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر ایک طرف ہونا چاہا لیکن عائث نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے ارد گرد دیوار پر رکھ کر اسے جانے سے روکا اور غراتے ہوئے بولا تھا۔اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔آہلہ کو لگا وہ انہی شعلوں سے اسے جلا کر بھسم کر دینا چاہتا ہے۔

”میں نے کچھ نہیں کہا اماں سائین کو۔۔۔۔“

آہلہ نے اپنی صفائی میں بولنا چاہا لیکن عائث نے تیزی سے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رکھ کر اس کو خاموش کروایا۔

”خبر دار اگر تم نے پھر سے میری اماں سائین کو اماں سائین کہا۔اور میری اماں سائین سے دور رہو۔تم نے باباسائیں سے بد تمیزی کی تھی تو میں برداشت کر گیا تھا۔لیکن اگر تم نے اماں سائین کو اپنے زہریلے الفاظوں سے تکلیف دینے کی کوشش کی تو میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔“

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائث نے اس کا منہ دبوچتے ہوئے کہا۔اس کی آنکھیں بے اختیار بھر آئیں تھیں۔ لیکن اس نے اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی تھی۔اور اگلا لمحہ عائث شاہ کے لیے خاصا حیران کن تھا۔

”اماں سائین۔۔۔۔اماں سائین۔۔۔۔اماں سائین۔لے لیا میں نے اماں سائین کا نام‘اور دور بھی نہیں رہوں گی ان سے بلکہ جو میرا دل چاہے گا میں ان سے وہ بات کروں گی۔اگر تم میں ہمت ہے تو مجھے روک کر دکھانا۔“

آہلہ نے اسے دھکا دیا تھا جس پر وہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ہوا تھا اور اس کے پیچھے ہٹتے ہی وہ اس سے دور ہوئی اور مضبوط لہجے میں بولی۔ جبکہ عائث جو یہ سمجھ رہا تھا کہ اب وہ روئے گی، گڑگڑائے گی۔ وہ الٹا اسی کو للکار رہی تھی۔

" میں تمہیں۔۔۔۔"

ابھی وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا ہی تھا کہ اس کی نظر دروازے سے باہر کسی کے لہراتے آنچل پر پڑی۔

"کون ہے باہر۔۔۔؟ میں پوچھ رہا ہوں، باہر کون ہے؟"

عائث بولتے ساتھ ہی دروازے پر آیا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ کمرے سے باہر نکل کر ارد گرد دیکھنے لگا۔ اسے کہیں بھی کوئی نظر نہیں آیا تو واپس پلٹا لیکن اسی وقت آہلہ نے دھاڑ سے دروازہ اس کے منہ پر بند کیا تھا۔

”دروازہ کھولو آہلہ۔۔۔ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔“

عائشہ نے زور زور سے دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

”تم سے برا تو ویسے بھی کوئی نہیں ہے۔“

آہلہ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔اسے لگ رہا تھا کہ اس کے جبڑے ہل گئے ہیں۔درد کی شدت سے اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

”آہلہ میری بات سنو۔۔اگر تم نے دروازہ نہیں کھولا تو میں توڑ دوں گا۔“

عائشہ نے دانت پیستے ہوئے آخری کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن اس کی یہ کوشش بھی بے کار گئی تھی۔

"توڑ دو' لیکن میں تمہارے کہنے پر تو کبھی دروازہ نہیں کھولوں گی'آہ۔"

آہلہ بولتے ساتھ ہی کراہی تھی۔ کیونکہ اس کے منہ میں درد پہلے سے زیادہ ہو گیا تھا۔ جب کہ باہر کھڑے عائث نے غصے سے ایک زوردار ٹھوکر دروازے پر ماری اور نیچے چلا گیا۔

....

"کیا ہوا' تمہارا منہ کیوں لٹکا ہوا ہے؟ اور یہ تمہارا کمرہ تو نہیں ہے۔ پھر یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔؟ تم نے سنا نہیں ہے کہ ہر وقت بھی مہمان کے سر پر سوار رہنا میزبان کو زیب نہیں دیتا۔"

جان نے منہ میں نوالہ ڈالتے ہوئے بیڈ پر لیٹے عائث سے کہا تو وہ سر اٹھا کر جان کو گھورنے لگا۔

"آم کھاؤ' پیڑ گننے کی کوشش نہ کرو۔"

عائث نے تکیہ منہ پر رکھتے ہوئے کہا تو جان نے حیرت سے آنکھیں سکوڑیں۔

"لیکن یہ تو روٹی ہے۔۔۔شاید یہاں روٹی کو آم کہتے ہیں۔۔۔"

جان نے بڑبڑاتے ہوئے پہلے اپنے سامنے رکھی کھانے کی ٹرے کو اور پھر عائث کو دیکھ کر کہا اور کندھے اچکا دیے۔ لیکن پھر کسی خیال کے تحت اچھلا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اوئے اٹھو یہاں سے'میں کہاں سوؤں گا۔۔۔؟"

جان نے پوری طرح بیڈ پر پھیل کر سوئے عائث سے کہا تو عائث نے ایک لمحے کو تکیہ منہ سے ہٹایا۔

"اس صوفے پر۔۔۔"

عائشہ نے کہتے ساتھ ہی پھر سے تکیہ منہ پر رکھا اور جان کے چہرے کے دلچسپ تاثرات میں کوئی دلچسپی نہ لیتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔ جبکہ جان ابھی تک سکتے میں تھا۔

....

"تو اور کیا کرتا میں باباسائیں۔۔۔؟ مجھے آپ ہی بتائیں۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائشہ نے تھک ہار کر بے بس لہجے میں قاسم شاہ سے کہا۔ وہ کافی دیر سے انہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن قاسم شاہ کی انا اور غرور کی دیوار بہت اونچی تھی۔ وہ ابھی تک اپنے خاندان میں ایک ملازم کی بیٹی کی بہو کی حیثیت سے شمولیت برداشت نہیں کر پائے تھے۔

"عائشہ شاہ! کیا تم نے ٹھیکہ لے رکھا ہے گاؤں کی لڑکیوں کو بچانے کا' اور اگر اتنا ہی تمہارے سر پر اس لڑکی اور اس کے باپ سے ہمدردی کرنے کا بھوت سوار تھا تو پکڑ کر

اپنے کسی ملازم سے اس کا نکاح کیوں نہیں پڑھوا دیا۔۔۔؟خود کو ہی کیوں پلیٹ میں رکھ کر اس کے سامنے پیش کر دیا تھا۔"

قاسم شاہ نے ایک ہی سانس میں اونچی آواز میں کہا تو عائث کو لگا کہ وہ انہیں کبھی نہیں سمجھا پائے گا۔اسی وقت اس کے موبائل کی سکرین ایک بار پھر روشن ہوئی تو اس نے بے چینی سے ایک نظر موبائل کو دیکھا اور پھر قاسم شاہ کی طرف جو خود بھی اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جاؤ عائث !تم نے بہت محنت کر کے بزنس سیٹ کیا تھا۔اور اب میں نہیں چاہتا کہ اس کو تمہاری غیر موجودگی نقصان پہنچائے۔اور کب تک اسے ملازم سنبھالیں گے؟"

قاسم شاہ کا لہجہ یکدم بدلا تھا۔وہ تھوڑی دیر پہلے والے قاسم شاہ سے بلکل مختلف دکھائی دے رہے تھے۔عائث شاہ کو جھٹکا قاسم شاہ کی کراچی جا کر بزنس سنبھالنے والی بات سن کر لگا تھا۔کیونکہ وہ سب سے زیادہ اس کے بزنس کے خلاف تھے۔وہ تو عائث شاہ کو اپنی طرح اس گاؤں میں سردار اور حاکم کی طرح دیکھنا چاہتے تھے۔عائث کے دل

میں کچھ کھٹکا تھا'لیکن اسے ابھی جانا تھا۔کل رات اسے اس کے مینیجر کی طرف سے آفیشل میل آئی تھی۔جو عائث نے صبح اٹھ کر دیکھی تھی۔اس کی غیر موجودگی سے شاہ اینڈ کمپنی پر برا اثر پڑا تھا۔

"باباسائیں! میری درخواست ہے آپ سے کہ میرے آنے تک آپ۔۔۔۔۔"

اس نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن قاسم شاہ نے ہاتھ کھڑا کر کے اس کی بات بیچ میں ہی ٹوک دی۔

"تم جاؤ عائث شاہ! میں نے کہا نہ کہ تم اپنا بزنس دیکھو' یہ مسئلے مسائل تو چلتے ہی رہیں گے اور وقت کے ساتھ ساتھ سلجھتے بھی رہیں گے۔تم خیر سے جاؤ۔اور ہاں جاتے ہوئے منظور کو اندر بھیج دینا باہر ہی کھڑا ہو گا۔"

قاسم شاہ نے اپنی بات کرتے ہی اسے جانے کا سگنل دیا تو عائث نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے انہیں دیکھا اور پھر کھڑا ہو گیا۔وہ جانتا تھا کہ باباسائیں اتنی آسانی سے اس

بات کو نہیں جانے دے رہے ہیں۔بلکہ عائث کو کراچی جانے کی اجازت دینے کے پیچھے ان کا کوئی مقصد ہے۔اسے پہلی بار قاسم شاہ کی خاموشی سے تھوڑا سا خوف بھی محسوس ہوا تھا لیکن اس کا کراچی جانا بے حد ضروری تھا۔

اس نے باہر جا کر منظور کو اندر جانے کا اشارہ کیا اور خود اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

منظور اندر جا کر قاسم شاہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ان کے حکم کا منتظر تھا۔لیکن ان کا حکم سن کر منظور کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی۔

''کیا ہوا۔۔۔؟کیا تم میری دی گئی یہ زمہ داری پوری کرنے سے گھبرا رہے ہو؟ اگر ایسا ہے تو مجھے بتا دو ابھی'میرے پاس اور ایسے کئی بندے ہیں جو اس کام کو کرنے سے پہلے ایک بار بھی نہیں سوچیں گے۔''

قاسم شاہ نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو منظور جلدی سے بولا۔

''نن نہیں شاہ سائیں! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میں بھلا کیوں گھبراؤں گا؟ آپ فکر ہی نہ کریں۔ آپ کا کام ہو جائے گا۔''

منظور کو اتنے سالوں بعد قاسم شاہ کا بھروسا جیتنے کا موقع ملا تھا۔ قاسم شاہ کی بات سن کر جو تھوڑا بہت ڈر دل میں پیدا ہوا تھا وہ قاسم شاہ کی اگلی بات سنتے ہی رفو چکر ہو گیا تھا۔ اسے ہر حال میں دلدار کی جگہ لینی تھی۔

''ٹھیک ہے پھر، کل شام کو یہ کام ہو جانا چاہیے۔ اور ہاں انسپکٹر صاحب کو میرا سلام کہنا۔''

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

قاسم شاہ نے سائیڈ ٹیبل کی دراز سے نوٹوں کی ایک بڑی گڈی نکالی اور اس کے حوالے کی۔ منظور سمجھ گیا کہ یہ انسپکٹر کا منہ بند کروانے کے لیے ہے۔

''جاؤ۔۔۔ لیکن دھیان رہے۔ اس بات کی بھنک بھی کسی کو نہیں پڑنی چاہیے ورنہ تم جانتے ہو کہ نقصان صرف تمہارا ہی ہو گا۔''

قاسم شاہ کی بات سن کر منظور نے سر ہلاتے ہوئے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔ جبکہ قاسم شاہ اب اگلا لائحہ عمل طے کرنے لگے۔

....

عائشہ نے ایک اور پانی کا گلاس خالی کر کے میز پر پٹخا تھا۔ لیکن اس کا غصہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ اسی لمحے دروازے پر کھٹکا ہوا تو وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف آہلہ نے جیسے ہی کمرے کے اندر قدم رکھا تو اپنے سامنے عائشہ کو دیکھ کر اپنا سانس اٹکتا ہوا محسوس کیا۔ لیکن پھر ہمت کر کے پوری طرح اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھنا چاہا تو عائشہ کو اس کی ڈھٹائی پر اور زیادہ غصہ آیا اور اس نے اپنا بازو آہلہ کی راہ میں حائل کر کے اس کا راستہ روکا۔

"تمہارا مسئلہ کیا ہے آہلہ۔۔۔؟ کیوں تمہیں میری بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے؟"

عائشہ نے بمشکل اپنے غصے کو قابو میں رکھتے ہوئے آہستہ آواز لیکن سرد لہجے میں پوچھا۔

''مجھے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔اور آپ نے مجھے کون سی بات سمجھائی تھی' جو مجھے سمجھ نہیں آئی؟''

آہلہ نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے معصومیت سے کہا تو عائشہ یکدم خاموش ہو کر اسے دیکھنے لگا۔اسی لمحے آہلہ نے بھی اس کی طرف دیکھا تھا۔شاید اس لمحے نے دونوں کو ایک ہی سحر میں جکڑا تھا۔لیکن یہ سحر بس چند لمحے کا ہی تھا۔عائشہ فوراً اس سے دور ہوا تھا۔

''میں نے منع کیا تھا نہ کہ تم اس کمرے سے باہر نہیں نکلو گی۔''

عائشہ نے اس کو گھورتے ہوئے اب کی بار کچھ نرمی سے کہا تھا۔

”مجھ سے نکاح کیا ہے تم نے، خریدا نہیں ہے۔ جو اس طرح کی فضول پابندیاں عائد کر رہے ہو۔ جب تک میں اس گھر میں ہوں، تب تک یہ میرا گھر ہے۔ عائث شاہ کی بیوی کی حیثیت سے۔ اور مجھے میرے ہی گھر میں تم قید کر کے رکھنا چاہتے ہو تو تمہارا یہ خواب ادھورا رہ جائے گا۔“

آہلہ کو سخت غصہ آیا تھا۔ لیکن اس نے آہستہ آواز میں عائث کو بہت کچھ جتا دیا تھا۔ عائث نے اس کی بات پر بے اختیار اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔ جبکہ وہ جو پہلے ہی اس کی طرف دیکھ رہی تھی، نظریں جھکا گئی۔ عائث نے گہرا سانس لیا اور کچھ اور سمجھ نہ آنے پر بولا۔

”یہ کیا تم نے 'تم تم' لگا رکھا ہے۔ ہم کوئی بچپن کے دوست نہیں ہیں جو تم اتنی بے تکلفی سے مجھے تم کہتی ہو۔ جب تک میں تمہارا شوہر ہوں تب تک تم مجھے آپ کہو گی۔ عائث شاہ کی بیوی کو اتنی تمیز تو ہونی چاہیے کہ شوہر کو عزت کے ساتھ پکارے۔“

عائشہ نے کہتے ساتھ ہی الماری کی طرف قدم بڑھائے' کیونکہ اسے ابھی پیکنگ بھی کرنی تھی۔ جبکہ آہلہ عائشہ کی بات پر یکدم ساکت ہوئی تھی۔ پھر اسے محسوس ہوا کہ اس کا دل پہلے سے زیادہ تیز تیز دھڑک رہا ہے۔ اس نے جلدی سے عائشہ کی طرف دیکھا جو اب الماری سے اپنی شرٹس نکال کر بیگ میں رکھ رہا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ اس کے دل کی تیز دھڑکن سن نہ لے۔ وہ تیزی سے اٹھ کر باتھروم کی طرف چل دی۔ جبکہ عائشہ اس سے بے خبر پیکنگ میں لگا ہوا تھا۔ کیونکہ پہلے ہی اسے بہت دیر ہو گئی تھی۔ اور اسے جلد سے جلد کراچی پہنچنا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

••••••••••••••••

"تم پاگل نہیں' پاگلوں کے سردار ہو۔ مطلب حد ہو گئی' میں یہاں اور کسی کو نہیں جانتا تو تمہارے جانے کے بعد یہاں میں کیا کروں گا۔۔۔؟"

جان عائشہ کی بات سن کر دانت پیس کر بولا تھا۔ جو جان کو یہیں رکنے کا کہہ رہا تھا۔

”جان! میرا جانا ضروری ہے یہ تم بھی جانتے ہو۔اور تمہیں یہاں رکنے کا اس لیے کہہ رہا ہوں کیونکہ۔۔۔۔۔۔“

عائث بولتے بولتے یکدم خاموش ہوا تو جان چونکا۔

”اگر تم مجھ پر اتنا بھروسا کر کے مجھے اپنے گھر چھوڑ کر جا رہے ہو تو تھوڑا سا بھروسا اور کر کے ساری بات بھی بتا دو۔یقین کرو عائث، تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔“

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جان نے دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو عائث نے حیرت سے اس کو دیکھا۔ابھی ان کی دوستی کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا لیکن وہ دونوں، ایک دوسرے کے دل ودماغ میں کیا چل رہا ہے، جان جاتے تھے۔عائث نے اس کی بات سن کر گہری سانس لی اور صوفے پر بیٹھتے ہوئے اپنا سر اپنے دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔

”جان کچھ غلط ہے۔۔۔۔کیا۔۔۔یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا۔۔۔مجھے ڈر ہے کہ میرے جانے کے بعد کچھ اور غلط نہ ہو جائے۔۔۔“

عائث کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کس طرح جان کو اپنی بات سمجھائے۔ جان کچھ دیر خاموشی سے اس کو دیکھتا رہا پھر اس کے ساتھ ہی صوفے پر جا کر بیٹھا اور آہستہ آواز میں گویا ہوا۔

"عائث جو بھی مسئلہ ہے کہہ دو، یقیناً کوئی بڑی بات ہی ہوگی جو تمہیں اس قدر پریشان کر رہی ہے۔ لیکن اگر تمہیں لگتا ہے کہ تمہارے جانے کے بعد میں یہاں سب کچھ سنبھال لوں گا تو پھر مجھے سب کچھ بتا دو۔"

جان کی بات پر عائث نے اس کو دیکھا اور پھر سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"بابا سائیں اور آہلہ کے درمیان پہلے ہی سرد جنگ چل رہی تھی۔ جبکہ اب تو بابا سائیں میرے اور آہلہ کے نکاح کی وجہ سے شدید غصے میں ہیں۔ اور اب اگر۔۔۔۔۔"

عائث ابھی بول ہی رہا تھا جب جان زور سے اچھلا۔

”ویٹ ویٹ ویٹ۔۔۔ کیا کہا تم نے۔۔۔؟ تمہارا نکاح۔۔۔۔رائٹ؟“

جان کے حیرت سے پوچھنے پر عائث نے اس بات میں سر ہلا دیا۔ جس پر جان نے اس کو ایک زبردست گھوری سے نوازا۔ لیکن عائث اس کی پرواکیے بنا پھر سے بولنا شروع ہوا۔ تو جان بھی اس کی طرف متوجہ ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

•••••••••••••••

عائث کو گئے ابھی چند گھنٹے ہی گزرے تھے جب آہلہ کے کمرے کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھی اور دروازہ کھولا، لیکن دروازے کے کھلتے ہی کسی نے بے دردی سے آگے بڑھ کر اس کی گردن پکڑی تھی۔

”تو تم ہو اس نوکرار باز کی بیٹی۔“

پلوشے نے اس کی گردن پر دباؤڈالتے ہوئے اس کو دیوار کی طرف دھکیلا اور غراتے ہوئے بولی۔

''جس نے بھی کروایا ہے پہلا اور ادھورا تعارف کروایا ہے میرا تم سے۔''

آہلہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی گردن پر رکھا پلوشے کو ہاتھ زور سے مڑورا۔ جس سے اس کی ہلکی سی چیخ نکلی تھی اور وہ یکدم اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ سے سہلاتی ہوئی پیچھے ہٹی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''لیکن کوئی بات نہیں، میرا پہلا تعارف بھول جاؤ اور دوسرا اور آخری تعارف سنو۔''

اب کی بار آہلہ نے اس کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے صوفے پر بیٹھ کر کہا اور اس کو بھی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جس پر پلوشے نے بمشکل صبر کا گھونٹ بھرا لیکن وہی کھڑی اس کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی۔

''میں ،یعنی آہلہ عائث شاہ اس حویلی کی اکلوتی بہو اور نئی مالکن ہوں۔''

آہلہ نے ٹانگ پر ٹانگ چڑھاتے ہوئے ایک دل جلانے والی مسکراہٹ پلوشے کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔گئی۔

''تم میری بات غور سے سنو،'اس گھر کی اور عائث کے دل کی مالکن صرف میں ہی ہوں۔اور بہت جلد اس حویلی کی یعنی قاسم شاہ کی بہو بھی بن جاؤں گی۔تم اور تمہارا رشتہ 'عائث شاہ کے لیے ایک مجبوری سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے۔اور اس مجبوری کو میں جڑ سے نکال کر پھینک دوں گی۔''

پلوشے کی زبان زہر اگل رہی تھی اور اس بات کا اندازہ باہر کھڑے جان کو بخوبی ہو گیا تھا۔جب کہ آہلہ اس کی بات سن کر یکدم خاموش ہو گئی تھی۔پلوشے نے ایک استہزائیہ نظر اس پر ڈالی اور کمرے کے دروازے کو زور سے بند کرتے ہوئے باہر چلی گئی۔

باہر کھڑا جان یکدم کھڑکی کی اوٹ میں ہوا تھا۔اور اس کے نیچے جانے کے بعد اس نے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"اسلام علیکم بھابھی! میں جان ہوں' عائث کا دوست۔آپ سے میری ملاقات اسپتال میں بھی ہوئی تھی۔"

آہلہ کے دروازہ کھولتے ہی جان نے اپنا تعارف کروایا۔

"اگر آپ عائث کے دوست ہیں' تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ عائث آج صبح ہی کراچی چلے گئے تھے۔اور آپ کو اس وقت یہاں نہیں قاسم شاہ کے حجرے میں یا نیچے ڈرائینگ روم ہونا چاہیے۔"

آہلہ نے دانت پیس کر غراتے ہوئے کہا تھا۔اس نے پلوشے کا غصہ جان پر نکال دیا تھا۔

"بھابھی ریلیکس ہو جائیں پلیز' مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔"

جان تیزی سے بولا کہ کہیں وہ دروازہ اس کے منہ پر ہی نہ بند کر دے۔ جبکہ آہلہ اس کی بات پر چونکی تھی۔

”مجھ سے آپ کو کیا بات کرنی ہے؟“

آہلہ نے اچنبھے سے پوچھا۔ تو جان نے پہلے ارد گرد دیکھا اور پھر آہلہ کو۔

....

”ہمم۔۔۔“

انسپکٹر فضل نے ایک لمبی سی ہمم کرنے کے بعد جان کو گھورنا شروع کر دیا۔

”تو آپ کو لگتا ہے کہ میں آپ کے کہنے پر آپ کے یار دلدار کو چھوڑ دوں گا؟“

انسپکٹر فضل نے ایک نظر آہلہ کو دیکھا اور پھر میز پر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر جان سے کہا تو جان نے ایک نظر آہلہ کو دیکھا۔

”ہماری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں انسپکٹر صاحب، جس لڑکی کو اس نے اغوا کیا تھا وہ لڑکی خود دلدار کو معاف کرنے پر تیار ہے۔ پھر آپ ان کو کیوں نہیں رہا کر سکتے۔۔۔؟“

آہلہ نے منت بھرے لہجے میں کہا تو انسپکٹر فضل نے ایک زوردار قہقہ لگایا تھا۔

”او میڈم جی، اس دلدار نامی شخص نے ایک نہیں دو لڑکیوں کو اغوا کیا تھا۔ اور ایک قتل بھی اس کے سر پر ہے۔ او اس کے خلاف پکی ایف آئی آر کٹوادی تھی اس علاقے کے سردار قاسم شاہ کے بیٹے عائث شاہ نے۔ اب جو بھی فیصلہ کرے گی عدالت کرے گی۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔“

انسپکٹر نے آہلہ کو گھورتے ہوئے کھردرے لہجے میں کہا تو آہلہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''ٹھیک ہے' آپ انہیں رہا نہ کریں لیکن مجھے ان سے ایک بار ملنے کی اجازت دیں پلیز۔''

آہلہ کی بات پر جان نے حیرت سے اس کو دیکھا پر آہلہ انسپکٹر کا اشارہ ملتے ہی اس کی طرف دیکھے بغیر کھڑی ہوئی اور ایک اہلکار کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔ جان چونک گیا تھا۔ اسے لگا کہ آہلہ اس سے کچھ چھپا رہی ہے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جبکہ دوسری طرف دلدار نے جیسے ہی آہلہ کو دیکھا تو تیزی سے آہلہ کی طرف آیا تھا۔

''آہلہ' تم یہاں کیوں آئی ہو؟ تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔''

دلدار بے چینی سے ارد گرد دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ جبکہ آہلہ کا دل کٹ رہا تھا اس کو سلاخوں کے پیچھے دیکھ کر' اس کی حالت بھی اچھی نہیں تھی۔ اس کے زرد چہرے اور

اس کی سرخ آنکھوں کے نیچے گہرے سیاہ ہلکے اس بات کا ثبوت تھے کہ وہ خود کو پچھتاوے کی آگ میں جلا رہا تھا۔

"بولو آہلہ! کیوں آئی ہو یہاں۔۔۔؟"

دلدار نے اس اسے پھر پوچھا تو آہلہ چونکی۔

"قاسم شاہ نے آپ کو قتل کروانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔وہ کل شام تک ہر صورت آپ کے مرنے کی خبر سننا چاہتے ہیں۔"

آہلہ نے جس قدر پریشانی اور بے چینی سے یہ خبر اس کو سنائی دلدار نے اتنے ہی سکون سے اس کی بات سنی اور پھر پیچھے ہٹ کر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ کو حیرت نہیں ہوئی؟ڈر نہیں لگا۔۔۔؟"

آہلہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر اپنے قتل کی سازش کا سن کر بھی کوئی خوف نہیں جھلکا تھا۔

''حیرت مجھے تب ہوتی جب قاسم شاہ مجھے پوری دنیا کے سامنے اپنا بیٹا قبول کر لیتے' اور ڈر۔۔۔یہ تو میں اسی دن سے جانتا تھا کہ قاسم شاہ مجھے مروانے کی سازش ضرور کریں گے جس دن میں نے انہیں یہ حقیقت بتائی تھی کہ میں سکینہ کی کوکھ سے پیدا ہونے والا ان کا ہی ناجائز بچہ ہوں۔''

دلدار نے اس قدر تلخی سے کہا تھا کہ آہلہ لرزا اٹھی تھی۔

''بھائی! اگر آپ کو پتا تھا کہ وہ آپ کو یہ حقیقت جاننے کے بعد مروانے کی کوشش کریں گے تو آپ نے انہیں ساری حقیقت بتائی ہی کیوں؟''

آہلہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر دلدار کے دماغ میں چل کیا رہا ہے۔

"مطلب یہ آہلہ کہ جنہیں زندہ رہنے میں کوئی دلچسپی ہی نہ ہوا نہیں موت سے ڈر نہیں لگا کرتا۔"

دلدار نے دھیمے لہجے میں سر جھکائے کہا تو آہلہ نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"تو کیا آپ سکھاں کی وجہ سے بھی نہیں جینا چاہتے۔"

آہلہ کی بات پر وہ یکدم ساکت ہوا تھا۔

"کیسی ہے وہ۔۔۔؟"

اس نے آہلہ کی بات کا جواب دینے کی بجائے بے چین ہو کر سوال کیا تو آہلہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں جانتی، لیکن وہ دکھی ہو گی۔"

آہلہ کے جواب نے اس کو پہلے سے زیادہ بے چین کر دیا تھا۔وہ تیزی سے سلاخوں کے قریب آیا تھا۔

"کیا مطلب کہ تم نہیں جانتی،تم نے اس کو اس مشکل وقت میں اکیلا چھوڑ دیا ہے۔۔۔۔؟"

دلدار کے لہجے میں دکھ بول رہا تھا۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ سکھاں کی وجہ سے خود کو مشکل میں ڈالنے والی آہلہ نے اس مشکل وقت میں اپنی جان سے بڑھ کر عزیز دوست کو اکیلا چھوڑ دیا تھا۔

"بھائی! میرا آپ کی گرفتاری کے فوراً بعد عائث شاہ سے نکاح ہو گیا تھا۔اور مجھے بابا نے عائث شاہ کے ساتھ حویلی بھیج دیا تھا۔تاکہ گاؤں والوں کے منہ بند ہو سکیں۔۔۔؟"

آہلہ نے نظریں جھکا کر کہا تو دلدار چونک پڑا۔

''تو اس کا مطلب۔۔۔ایک منٹ' ابھی تم کس کے ساتھ آئی ہو یہاں۔۔۔؟''

دلدار تیزی سے بولا تو آہلہ نے گہری سانس لی۔

''عائث کے دوست کے ساتھ' عائث شاہ آج صبح کسی بہت ضروری کام سے کراچی چلے گئے تھے۔ لیکن ان کا دوست ادھر ہی تھا۔ اور آج صبح میں قاسم شاہ کے کمرے کی طرف گئی تو وہاں ایک ملازم کو وہ آپ کو قتل کرنے کا حکم دے رہے تھے۔ لیکن میرے علاوہ عائث شاہ کا دوست بھی اتفاق سے وہاں موجود تھا۔ جو میری طرح چھپ کر ہی ان کی باتیں سن رہا تھا۔''

آہلہ کی پوری بات سننے کے بعد دلدار نے سر ہلایا اور آہلہ کو دیکھتے ہوئے منت بھرے لہجے میں بولا۔

”آہلہ! اپنی زندگی برباد مت کرو انتقام کے چکروں میں۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ جان عائث کو کچھ نہیں بتائے گا۔ تم میری فکر مت کرو اور آئندہ یہاں مت آنا۔ اگر میرے لیے کچھ کرنا ہی چاہتی ہو تو سکھاں کا خیال رکھنا۔“

دلدار نے واپس دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے عائث آہلہ سے نفرت کرنے لگے۔ لیکن آہلہ تو کچھ اور ہی سوچ چکی تھی۔ اور وہ یہ بات ابھی دلدار کو نہیں بتانا چاہتی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

•••••••••••••••

”میں نے کہا پتا کرواؤ کہ وہ لڑکی عائث شاہ کے دوست کے ساتھ گئی کہاں ہے؟ اور تم لوگ اس وقت ان کا پیچھا نہیں کر سکتے تھے۔۔۔ تم لوگوں کو ہر بات میں بتاؤں؟“

قاسم شاہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ منظور کا گلا دبا دیں۔ جبکہ منظور جوان کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا ان کا حکم سنتے ہی باہر کی طرف بھاگا تھا۔

"آخر یہ لڑکی اس شہری لڑکے کے ساتھ مل کر کون سا کھیل کھیل رہی ہے۔۔۔؟"

منظور کے جانے کے بعد وہ دانت پیس کر بولے۔اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی تو انہوں نے قہر بھری نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا۔انہیں اس وقت کسی مداخلت پسند نہیں آئی تھی۔لیکن دروازے پر سعدیہ بیگم کو دیکھ کر وہ چونکے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آئیں آئیں سعدیہ ۔یہ°(سعدیہ باجی)۔"

قاسم شاہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔سعدیہ بیگم ان سے 3 سال بڑی تھیں۔اور وہ اپنی بہن سے محبت کے ساتھ ساتھ ان کی بہت عزت بھی کرتے تھے۔انہوں نے ہر چھوٹے بڑے فیصلے پر سعدیہ بیگم کو ہمیشہ بتول بیگم پر فوقیت دی تھی۔اور اس طرح شادی ہو جانے کے بعد بھی وہ شاہ حویلی پر قاسم شاہ کی بدولت پہلے کی طرح ہی حکومت کر رہی تھیں۔

”یہ کیا حالت بنالی ہے آپ نے قاسم ۔ اۓ(قاسم بھائی)'اور باہر کیوں نہیں نکلتے آپ اپنے کمرے سے ؟“

سعدیہ بیگم نے خوشامدی لہجہ اپناتے ہوئے فکر مندی سے پوچھا اور صوفے پر جا کر بیٹھ گئیں۔

”میرے پہ(میرے بیٹے)نے مجھے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا'میں کیسے سامنا کروں گاؤں والوں کا؟وہ کیا سوچ رہے ہوں گے کہ قاسم شاہ کے بیٹے نے اپنے ملازم کی بیٹی سے نکاح کر لیا اور اس نکاح کی اپنے باپ سے اجازت لینا تو دور اس کو بتایا تک نہیں'اور تو اور اس کو اپنے نکاح میں شامل کرنا تک گوارا نہ کیا۔“

قاسم شاہ اس زکر پر ایک بار پھر سے بھڑک اٹھے تھے۔

”تو کیا اب اس حویلی سے قاسم شاہ کا دانہ پانی اٹھ گیا ہے؟ کیا میں سمجھوں کہ میری بیٹی کا حق جو اس ملازم کی بیٹی چھین کر کھا گئی کبھی نہیں ملے گا۔

سعدیہ بیگم نے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ کرنے میں دیر نہیں کی تھی۔ قاسم شاہ نے الجھی ہوئی نظروں سے انہیں دیکھا۔ لیکن پھر سمجھ آنے پر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولے۔

”ابھی قاسم شاہ نے ہار نہیں مانی ہے باجی۔۔۔۔ آپ فکر نہ کریں۔“

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

قاسم شاہ کی بات پر سعدیہ بیگم نے سر جھٹکا۔

”قاسم شاہ! آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ میں آپ کو اپنا بیٹا سمجھتی ہوں۔ اماں سائین اور بابا سائیں کے اس دنیا سے جانے کے بعد میں نے آپ کو ماں بن کر پالا تھا۔ حالانکہ وہ تو میرے بھی کھیلنے کودنے کے دن تھے۔ اور آج بھی مجھے آپ سے اتنی ہی محبت ہے۔“

سعدیہ بیگم نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے قاسم شاہ کو ماضی کا حوالہ دیا تو قاسم شاہ کی آنکھوں میں سعدیہ بیگم کے لیے شفقت بھری محبت جھلکنے لگی۔

''سعدیہ باجی! آپ بھی جانتی ہیں نہ کہ میں آپ کی کتنی عزت کرتا ہوں۔ کیا آپ کو شک ہے کہ۔۔۔۔''

قاسم شاہ ابھی بول ہی رہے تھے جب سعدیہ بیگم نے ان کی بات کاٹی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''مجھے آپ کی محبت اور خلوص میں کوئی شک نہیں' اور اسی لیے میں چاہتی تھی کہ پلوشے آپ کی بہو بنے۔ اس حویلی کی بہو بنے۔ لیکن آپ کی بیوی اور بیٹے نے میری خواہش کا احترام نہیں کیا۔ قاسم شاہ میں آپ کو بتائے دے رہی ہوں کہ میرا عائث شاہ بڑا بھولا ہے' معصوم ہے۔ یہ تو آپ کی بیوی کے کہنے پر وہ آپ کے خلاف جا کر اس نوکر ذات سے نکاح کر آیا ہے۔''

سعدیہ بیگم نے ڈوپٹے کے پلو سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا تو قاسم شاہ چونکے' پھر جلدی سے بولے۔

''نہیں نہیں باجی' وہ بھلا کیوں ایسا چاہے گی۔ وہ جانتی ہے کہ اگر اس نے میرے بیٹے کو میرے خلاف کرنے کی کوشش کی تو میں اس کا کیا حشر کروں گا۔''

قاسم شاہ نے سعدیہ بیگم کے خدشے کو دور کرنا چاہا لیکن سعدیہ بیگم استہزائیہ انداز میں ہنسیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''اگر یہ نکاح بتول کی مرضی سے نہیں ہوا تو وہ کیوں اس لڑکی کی اتنی آؤ بھگت کر رہی ہے؟ جب سے وہ آئی ہے' بتول خود جا کر اس کو کھانا کھلاتی ہے۔ اب کہاں گیا اس کے جوڑوں کا درد؟ ایسا لگتا ہے جیسے یہ سارے ڈرامے تھے ہی اس لیے۔ غضب خدا کا' اسے تو یہ تک بھول گیا کہ اس کا سر کا سائیں بھی ہے۔ آپ خود بتائیں' جب سے عائث اس لڑکی سے نکاح کر کے اس کو گھر لے کر آیا ہے تب سے کیا بتول آئی آپ کے پاس؟ حالانکہ وہ جانتی بھی تھی کہ آپ عائث شاہ کی حرکت کی وجہ سے کتنے دکھی ہیں۔''

سعدیہ بیگم نے بروقت ایک اور چوٹ کی تھی۔اور قاسم شاہ سوچ میں پڑ گئے تھے۔
جبکہ سعدیہ بیگم اب پر سکون ہو کر ان کے تاثرات دیکھ رہی تھیں۔

....

"بھابھی اب اگر آپ نے ایک بھی لفظ مجھ سے چھپایا تو میں ابھی اور اسی وقت عائث کو سب کچھ بتادوں گا۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جان نے آہلہ کے گاڑی میں بیٹھتے ہی اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے اس کو دیکھے بغیر ٹھہر ٹھہر کر کہا۔آہلہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا بتائیں گے آپ عائث کو۔۔۔؟ یہ کہ ان کے رحمدل بابا سائیں دلدار کو جیل میں قتل کروانا چاہتے ہیں؟اور وہ مان جائیں گے آپ کی بات۔۔۔؟"

آہلہ نے تلخی سے کہتے ہوئے گردن موڑی اور سامنے دیکھنے لگی۔ جان لاجواب ہو کر اس کو دیکھنے لگا۔ لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری تھی۔

"بھابھی! اگر آپ مجھے ساری حقیقت سے آگاہ کر دیں تو شاید میں آپ کی مدد کر سکوں۔ پلیز مجھے بتادیں سب کچھ، کچھ بھی چھپائے بغیر۔"

جان نے اس کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تو آہلہ نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھا۔ جان نے اس کو کشمکش میں دیکھ کر یقین دلانے والے انداز میں سر ہلایا۔ بلآخر آہلہ نے اس کو بتانے کا فیصلہ کر لیا۔

"دلدار بھائی قاسم شاہ کے ظلم اور میری ماں سکینہ کے ساتھ زبردستی کرنے کا نتیجہ ہیں۔"

آہلہ نے سر جھکاتے ہوئے دھیمے مگر زہر خند لہجے میں کہا۔ جبکہ جان اس کی بات پر سن رہ گیا تھا۔

"اور دلدار بھائی نے یہ سب کچھ اپنے باپ سے بدلہ لینے کے لیے کیا تھا۔ مگر شاید بروقت انہیں احساس ہو گیا تھا کہ انہوں نے بدلہ لینے کے لیے غلط طریقہ اختیار کیا ہے۔"

آہلہ نے مزید بتاتے ہوئے جان کو شش و پنج میں ڈال دیا تو وہ سر جھٹکتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں بولا۔

"لیکن قاسم انکل سے بدلہ لینے کے لیے آپ کو اغوا کرنے کی کیا تک بنتی تھی۔ جبکہ عائشہ نے مجھے بتایا تھا کہ آپ قاسم انکل سے بہت بدتمیزی سے بات میرا مطلب ہے کہ انہیں پسند نہیں کرتیں؟"

جان کی بات پر آہلہ کی نظروں کے سامنے ارباز کا چہرہ ابھرا تھا۔ اور جان اس سوال پر آہلہ کے چہرے پر اذیت صاف دیکھ سکتا تھا۔

”وہ قاسم شاہ کے ساتھ ساتھ میرے بابا ار باز سے بھی بدلہ لینا چاہتے تھے۔لیکن بعد میں انہیں احساس ہوا کہ اپنے باپ کے لیے جس طرح وہ ان چاہا وجود ثابت ہوں گے اسی طرح میں بھی ان کے لیے ان چاہا وجود ہی ہوں گی۔“

آہلہ نے تلخی سے سر جھٹکتے ہوئے کہا تو جان ایک دم ساکت ہوا تھا۔

”تو کیا آپ بھی۔۔۔میرا مطلب ہے کہ آپ۔۔۔“

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جان نے اپنا سوال ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

”ناجائز نہیں لیکن ہوں میں بھی قاسم شاہ کا خون ہی۔“

آہلہ کی بات پر جان نے اپنا سر پکڑ لیا۔اور پھر کافی دیر بعد بولنے کی ہمت کر پایا تھا۔

”تو اس کا مطلب عائث سے آپ کا نکاح جائز نہ۔۔۔“

جان کی اگلی بات پر آہلہ نے تیزی سے اس کو آنکھیں دکھائی تھیں۔ جس پر جان نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی۔

"استغفر اللہ' حد ہی ہو گئی۔ مطلب اس سے زیادہ گھٹیا اندازہ شاید ہی کسی نے لگایا ہو۔۔۔"

آہلہ نے غصے سے بڑبڑاتے ہوئے منہ پھیرا۔ جبکہ جان زور سے ایک چپت اپنے سر پر ماری اور پھر منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گہرا سانس لیا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ۔۔۔"

جان کے بات پوری کرنے سے پہلے ہی آہلہ نے اس کی بات کاٹی۔

"ہاں! عائث قاسم شاہ اور اماں سائین کے نہیں بلکہ ار باز اور سکینہ اماں کا بیٹے ہیں۔"

آہلہ کی بات پر ایک بار پھر اس کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

"اگر آپ کے سوال ختم ہو گئے ہوں تو شہر کی طرف چلیں۔"

آہلہ نے اپنا سر پیچھے ٹکاتے ہوئے کہا تو جان نے الجھن بھری نظروں سے اس کو دیکھا۔

"اب کیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں آپ۔۔۔؟"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آہلہ نے جان کو دیکھا جو جواب کا منتظر تھا۔

"دلدار بھائی اور عائث کی سگی ماں سکینہ کے ساتھ زیادتی کی وجہ سے اپنے سگے باپ قاسم شاہ کے خلاف ایف آئی آر کٹوانے کا ارادہ رکھتی ہوں۔"

آہلہ کی آنکھوں میں قاسم شاہ کے لیے نفرت اور چہرے پر موجود سختی نے جان کو لرزنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"اس سب میں عائث ٹوٹ جائے گا۔"

جان نے ڈرتے ڈرتے اپنے خدشے کا اظہار کیا تو آہلہ کی آنکھوں میں بے یقینی ابھری تھی۔ جس کو دیکھ کر جان نے نظریں چرائیں۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میرا ساتھ دیں گے آپ۔۔ہاں یا نہ؟"

آہلہ نے سامنے دیکھتے ہوئے پتھریلے لہجے میں سوال کیا تھا۔

"لیکن۔۔۔پہلے ہمیں اسی اسٹیشن پر کوشش کرنی ہوگی۔ اگر یہاں بات نہ بنی تو تب ہم شہر جائیں گے۔"

جان جانتا تھا کہ اگر اس نے آہلہ کا ساتھ نہیں دیا تو بھی وہ اکیلے ہی قاسم شاہ کے خلاف جائے گی۔اور پھر اس نے حق کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"اوکے،لیکن اس سے پہلے قاسم شاہ کے اس آدمی کو روکنا ہو گا جس کو انہوں نے دلدار بھائی کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔تاکہ پولیس چوکنا نہ ہو جائے۔قاسم شاہ نے یقیناً اس انسپکٹر کے لیے بھاری رقم دی ہو گی۔"

آہلہ نے تیزی سے کہا تو جان نے سر ہلا دیا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

....

"آپ ہوش میں تو ہیں ایس پی صاحب۔۔۔کس میں اتنی جرأت پیدا ہو گئی مجھ پر اتنا گھٹیا الزام لگانے کی؟"

قاسم شاہ ایس پی شاہنواز کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی دھاڑے تھے۔جبکہ ایس پی شاہنواز قاسم شاہ کے غصے کی پرواہ کیے بغیر بولا۔

''ابھی میری بات اور آپ پر الزام ختم نہیں ہوئے ہیں شاہ صاحب۔پہلے سن لیں کہ اور کون سا جرم کیا ہے آپ نے' پھر نام بھی بتادیں گے آپ کو اس کا۔''

ایس پی شاہ نواز اپنی بل دار مونچھوں کو کچھ اور بل دیتے ہوئے استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ قاسم شاہ کا خون کھول اٹھا تھا۔لیکن یہ ایس پی شہر سے آیا تھا' یہی وجہ تھی کہ وہ ابھی تک اپنے غصے کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ایس پی شاہ نواز ان کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے پھر سے بولنا شروع ہوا۔

''ہاں تو شاہ صاحب۔۔۔ارے نہیں یار' وہ کیا کہہ رہے تھے ان کے ملازم۔۔۔''

ایس پی شاہ نواز نے کان کھجاتے ہوئے اپنے پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑے اپنے اسسٹنٹ کی طرف دیکھا تو وہ جلدی سے بولا۔

''شاہ سائیں سر' شاہ سائیں۔''

''ارے ہاں ہاں' شاہ سائیں۔۔۔ہاں تو شاہ سائیں! آپ پر صرف اس چھوکرے دلدار کو جیل میں قتل کروانے کی کوشش کا ہی الزام نہیں ہے' بلکہ۔۔۔''

ایس پی شاہ نواز ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بول رہا تھا لیکن اس بار بھی قاسم شاہ نے اس کی بات بیچ میں کاٹی۔اور بہت مطمئن انداز میں بولے۔

''میں نے کہا تو ہے ایس پی شاہ نواز صاحب کہ میں نے دلدار کو قتل کروانے کی کوشش نہیں کی ہے۔اور آپ ہی بتائیں ذرا' کہ میں ایک معمولی سے ملازم کو جو پہلے ہی اپنے کیئے کی سزا بھگت رہا ہے اس کو کیوں قتل کروانا چاہوں گا؟''

قاسم شاہ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی بات مکمل کی اور مطمئن انداز میں صوفے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھا ایس پی ان کی بات سن کر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”ارے شاہ سائیں!! میری بات پوری نہیں ہونے دیں گے تو کیسے پتا چلے گا آپ کو کہ آپ نے کیا کیا ہے۔آخر سالوں پرانی بات ہے۔آپ جیسے بادشاہ لوگ اتنی پرانی باتوں کو یاد ہی کہاں رکھتے ہیں۔“

ایس پی شاہ نواز بولتے بولتے پھر سے ہنس پڑا۔شاید اس کو ہر بات پر ہنسنے کی عادت تھی۔جبکہ قاسم شاہ اس کے ہنسنے پر تلملا کر رہ گئے۔

”ہاں تو آپ کیا کہہ رہے تھے شاہ سائیں۔۔۔؟ کہ آپ کیوں قتل کروائیں گے اس معمولی ملازم کو۔“

ایس پی شاہ نواز اب کی بار خود ہی بات ادھوری چھوڑ کر سوالیہ انداز میں قاسم شاہ کی بے چینی کے مزے لیتے ہوئے بولا۔قاسم شاہ خاموشی سے اس کو دیکھتے رہے تو ایس پی ہنس دیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"وہ اس لیے میرے پیارے شاہ سائیں' کہ آپ نے اس معمولی ملازم کی ماں کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ ہیں نہ شاہ سائیں؟ یاد آ رہا ہے نہ آپ کو؟"

ایس پی نے آخر میں سوال کیا تھا لیکن قاسم شاہ تو اس کی پہلی بات پر ہی ساکت ہوئے تھے۔ ایس پی بغور ان کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"لگتا ہے یاد آ گیا ہے اپنا وہ زمانہ شاہ سائیں کو۔ کیوں شاہ سائیں' ٹھیک کہا نہ میں نے؟"

ایس پی شاہ نواز کہتے ساتھ ہی پھر سے ہنس دیا تھا۔

"وہ گھٹیا انسان الزام لگا رہا ہے مجھ پر' وہ بدلہ لینا چاہتا ہے مجھ سے اور میرے بیٹے سے۔ وہ تو خود قاتل ہے ہمارے گاؤں کی ایک بوڑھی عورت کا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس عورت کی بیٹی کو اغوا کر کے زبردستی اس سے نکاح بھی کیا۔ اور جب میں نے اس کے خلاف ایف آئی آر درج کروائی تو اس نے میری ہونے والی بہو کو اغوا کر لیا۔ لیکن میرے بیٹے عائث شاہ نے اس کو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا اور میری بہو کو

سہی سلامت بازیاب کروا کر اس کو پولیس کے حوالے کر دیا۔یہی وجہ ہے کہ وہ مجھ پر الزام تراشی کر رہا ہے۔“

قاسم شاہ نے پوری وضاحت کے ساتھ ان الزامات کو جھٹلایا۔ایس پی شاہ نواز اس بار ہنسنے کی بجائے تیزی سے اٹھ کر ان کے پاس آیا اور ان کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔

”لیکن مجھے تو یہ اطلاع ملی ہے کہ اس بوڑھی عورت کو قتل کرنے والے آپ کے اپنے ہی دو مسٹنڈے تھے۔اور آپ بھی اس لڑکی کو اغوا کرنے میں دلدار کے حامی تھے۔“

ایس پی شاہ نواز کی بات پر قاسم شاہ چند لمحے خاموشی سے اس کو دیکھنے لگے۔اور پھر ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئے۔

”یہ جھوٹی کہانی بھی دلدار نے ہی گھڑی ہو گی۔اور مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ بنا ثبوتوں کہ آپ کسی سردار کے گھر آ کر اس کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔آپ مجھے سمجھدار

افسر لگ رہے ہیں سائیں' آپ کیوں ان چھوٹے موٹے لوگوں کی باتوں میں آ گئے ہیں۔"

قاسم شاہ بظاہر مسکراتے ہوئے بول رہے تھے۔ایس پی کچھ لمحے ان کو خاموشی سے گھورتا رہا۔پھر جاکر واپس صوفے پر بیٹھ گیا۔اور بیٹھتے ہی اسکو ایک بار پھر ہنسی کا دورہ پڑا تھا۔

"ارے آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔مجھے ان چھوٹے موٹے لوگوں کی شکایتوں پر اس طرح تو کسی سردار کو گرفتار کرنے کے لیے نہیں دوڑتے آنا چاہیے۔"

وہ چند لمحے خاموش ہوا۔اور قاسم شاہ کی پرسکون مسکراہٹ کو دیکھ کر نیچے منہ کر کے ہنس دیا۔

"لیکن اگر سردار کے خلاف ناجائز ہی سہی پر سگے بیٹے نے ہی اس پر کیس کر دیا ہو' بلکہ سردار کی اکلوتی اور چہیتی بہو نے بھی اس کے خلاف قتل' اغوا اور اپنی ماں کے ساتھ

سالوں پہلے کی گئی زیادتی کے خلاف ہمارے پاس آ کر شکایت کی ہو تو ہمیں تو پھر آنا ہی ہو گا نہ گرفتار کرنے آپ کو۔ ہیں نہ شاہ سائیں؟ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نہ۔۔۔؟"

ایس پی شاہ نواز نے قاسم شاہ پر بم ہی تو پھوڑا تھا۔ آہلہ تو دلدار سے نفرت کرتی تھی پھر وہ کیسے دلدار کے ساتھ مل کر اس کے خلاف کھڑی ہوئی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دلدار نے اس کو یہ ساری حقیقت کب بتائی اور اس نے یقین بھی کر لیا۔

"کیوں شاہ سائیں' سانپ سونگھ گیا آپ کو۔۔۔؟ چلو وہ گرفتار کر لو اس کو' بہت کر لیں باتیں۔"

ایس پی شاہ نواز یکدم کھڑا ہوا اور دروازے پر موجود وردی میں ملبوس سپاہیوں کو اشارہ کیا تو وہ تیزی سے قاسم شاہ کی طرف بڑھے تھے۔

"خبردار جو میرے قریب آنے یا مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش بھی کی تو۔اور ایس پی' نہ تو تم نے مجھے کوئی ثبوت دکھایا ہے میرے خلاف اور نہ ہی تمہارے پاس میرا گرفتاری کا وارنٹ ہے۔اور بنا وارنٹ کے تو میں تمہیں کبھی گرفتاری نہیں۔۔۔"

قاسم شاہ سپاہیوں کو اپنے قریب آتے ہوئے دیکھ کر تیزی سے کھڑے ہوئے اور اونچی آواز میں بولے۔اور پھر آخری بات ایس پی کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔ جبکہ ایس پی نے ان کی پوری بات سنے بغیر پیچھے کھڑے اپنے اسسٹنٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"او یار اس بندے کو اس کی گرفتاری کا وارنٹ دکھاؤ زرا۔۔۔"

ایس پی شاہ نواز کے کہتے ہی اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ایک کاغذ قاسم شاہ کو دکھایا۔

"او چلو بھئی بس بہت ہو گیا اب' لے کر چلو اس کو۔میں بس زرا یہ بسکٹ ختم کر کے آتا ہوں۔ بڑے ہی ذائقے دار ہیں۔ویسے شاہ سائیں آپ نے کہاں سے منگوائے ہیں یہ بسکٹس۔۔۔؟"

ایس پی نے سامنے پڑی میز پر رکھی ٹرے میں سے بسکٹ اٹھا کر اپنے منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ لیکن تب تک سپاہی قاسم شاہ کو لے جا چکے تھے۔

"ایک سوال ہی تو پوچھا تھا۔ جواب دے کر ہی چلے جاتے شاہ سائیں۔ چلو خیر ہے جاتے وقت کسی ملازم سے پوچھ لوں گا۔"

ایس پی شاہ نواز کندھے اچکاتے ہوئے ایک اور بسکٹ منہ میں ڈال کر بولا۔ اور ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کھڑا ہوا اور باہر کی جانب قدم بڑھائے۔

....

"یہ یہ۔۔۔ تو زہر ہے بی بی جی' وہ مر جائے گی۔"

نوری نے ہکلاتے ہوئے پلوشے کو دیکھا جس کے چہرے پر پوری طرح سفاکیت چھائی ہوئی تھی۔

''اور اگر تم نے یہ جوس آہلہ کو نہ دیا تو تم مر جاؤ گی۔''

پلوشے نے سفاک لہجے میں نوری سے کہا تو وہ کانپ اٹھی تھی۔

جاؤ اب' یہاں کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو۔''

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پلوشے کا بس نہیں چل رہا تھا کہ خود جا کر وہ جوس اپنے ہاتھوں سے آہلہ کو پلا دیتی۔

''اور ہاں' اس کے یا مامی کے سامنے زیادہ میٹھی بننے کی ضرورت نہیں ہے نوری' اس کو شک ہو جائے گا۔''

اس نے نوری کو تنبیہ کی اور اس کو جانے کا اشارہ کیا تو نوری مرے مرے قدموں سے کچن کے دروازے سے باہر نکلی۔

''بس کچھ دیر اور جی لو آہلہ' کچھ سانسیں اور لے لو۔۔۔میرا بس چلتا تو اپنے ہاتھوں سے تمہارا گلہ گھونٹ دیتی۔ لیکن کیا کروں' میری بھی مجبوری ہے۔اب مجھے اپنی پیاری مامی جان کی نیک اور فرمانبردار بہو بھی تو بننا ہے نہ۔اگر تمہیں اپنے ہاتھوں سے مار دیا تو وہ کیا سوچیں گی میرے بارے میں بچاری۔''

پلوشے زہر خند لہجے میں خیالوں ہی خیالوں میں آہلہ سے مخاطب تھی۔اور آخری جملہ کہتے ہوئے وہ قہقہ لگا کر ہنس پڑی تھی۔

....

بتول بیگم کمرے کی کھڑکی سے باہر لان کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ جہاں شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔اور ان کی نظریں وہیں ایک کونے میں رکھے ایک پنجرے

پر اٹکی ہوئی تھیں۔ جس میں دو پرندے ایک ساتھ قید تھے۔ لیکن در حقیقت ان کی آنکھوں میں ماضی کے کئی مناظر ایک ساتھ چل رہے تھے۔اور وہ وہاں موجود ہوتے ہوئے بھی وہاں نہیں تھیں۔آہلہ جو کب سے انہیں بغور دیکھ رہی تھی ان کے متوجہ نہ ہونے پر ان کے برابر میں جا کر کھڑی ہو گئی۔اس کی نظریں بھی بتول بیگم کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے پنجرے میں قید پرندوں پر جا پڑیں۔

"کیا سوچ رہی ہیں اماں سائین۔۔۔؟"

آہلہ نے اپنی نظروں کا رخ بدلتے ہوئے بتول بیگم کے چہرے کی طرف دیکھ کر پر پوچھا تو وہ چونکتے ہوئے آہلہ کی طرف مڑیں۔

"کچھ نہیں بس ان پرندوں کو دیکھ رہی تھی۔ کتنے اکیلے اور تنہا ہیں بچارے۔"

بتول بیگم نے آہلہ کو ٹالنا چاہا تھا۔لیکن آہلہ جانتی تھی کہ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔ ان کے دل و دماغ پر سالوں کا بوجھ تھا۔آہلہ چاہتی تھی کہ وہ اپنے اندر کا غبار ایک ہی بار نکال دیں اور پر سکون ہو جائیں۔

”آپ مجھے بتانا نہیں چاہتیں تو کوئی بات نہیں،لیکن اماں سائین جب بھی آپ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہیں میری سماعتیں اور کندھا حاضر ہیں۔“

آہلہ نے محبت سے بتول بیگم کو دیکھتے ہوئے دھیمے اور پر خلوص لہجے میں کہا۔اس کی بات سن کر بتول بیگم کی آنکھیں بے اختیار چھلک پڑیں۔

”ایسے ہی تو نہیں کہا گیا ہے کہ 'بیٹی رحمت ہے' بیٹی واقعی رحمت ہی تو ہے۔کاش یہ بات قاسم شاہ کو بھی سمجھ آجاتی تو آج ہم سب کتنی پر سکون زندگی گزار رہے ہوتے۔“

بتول بیگم پہلے آہلہ کے چہرے پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اور آخری جملہ ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے افسوس سے بولیں۔اس سے پہلے کہ آہلہ کچھ کہتی نوری نے اندر آنے کی اجازت چاہی تھی۔

"وہ میں آپ کے کمرے میں گئی تھی چھوٹی سائین' آپ وہاں نہیں تھیں تو میں یہاں آ گئی۔یہ جوس پی لیں کل مجھے بی بی سائین نے ہی یہ حکم دیا تھا کہ آپ کے کھانے اور صحت کا خیال رکھا کروں۔"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نوری کے ہاتھ میں ایک جوس کا گلاس تھا۔اس گلاس کو وہ آہلہ کی طرف بڑھاتے ہوئے آخری جملے پر بتول بیگم کی طرف دیکھ کر بولی تو آہلہ نے بے اختیار انہیں دیکھا۔

"گلاس پکڑو اور سارا جوس ختم کرو۔میں نے دیکھا ہے کہ تم بہت کمزور ہو گئی ہو اور اپنی صحت کا بلکل بھی خیال نہیں رکھتی ہو۔اسی لیے میں نے تمہارے کھانے پینے کی زمہ داری نوری کو دے دی ہے۔"

بتول بیگم نے نوری کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا اور نوری کے ہاتھ سے گلاس لے کر آہلہ کی طرف بڑھایا۔

"لیکن اماں سائین' اس وقت میرا دل نہیں چاہ رہا۔۔۔"

آہلہ نے منہ بناتے ہوئے گلاس کو دیکھا اور پھر روہانسے لہجے میں بتول بیگم سے کہا۔

"خبردار آہلہ جو تم نے اپنی صحت کے معاملے میں لاپرواہی کی تو۔ تمہیں پتا ہے عائث کو میں نے آج تک کسی بات پر نہیں ڈانٹا سوائے اس کی صحت کے معاملے میں لاپرواہی برتنے کے۔اور اس معاملے میں میں بڑی سخت ماں ہوں۔"

بتول بیگم نے پہلے کچھ سختی اور پھر آخری جملے کو مزاق میں بدلتے ہوئے کہا۔آہلہ کو ناچار وہ جوس پورا ختم کرنا پڑا تھا۔اس دوران نوری بمشکل اپنی آواز کا گلا گھونٹے ہوئے تھی اور آہلہ کے جوس ختم کرتے ہی وہ گلاس اس سے واپس لے کر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔اور باہر جا کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے بلک پڑی تھی۔

”یہ یہ میں نے کیا کر دیا؟میری دشمنی تو سکھاں سے تھی نہ پھر آہلہ کو کیوں۔۔۔مجھے معاف کر دینا آہلہ۔۔۔خدا کے لیے مجھے معاف کر دینا۔“

نوری بے ربط جملے کہتی ہوئی اپنے حواس کھو رہی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ چیخ پڑتی پلوشے نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور اس کو واپس کچن کی طرف لے گئی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

....

عائث شام کو تھکا ہارا آفس سے اپنے اپارٹمنٹ آیا تھا۔اور آتے ہی لاؤنج میں ہی صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔اسے سکھر سے کراچی آئے آج دوسرا دن تھا۔یہاں آتے ہی وہ اس قدر اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا کہ گھر میں کسی کو بھی کال کرنے کی فرصت نہیں ملی تھی۔وہ صوفے پر لیٹا آنکھیں موند کر اپنے ایک ہاتھ سے آہستہ آہستہ سر دبا رہا تھا۔اسی وقت سامنے موجود میز پر رکھا ہوا موبائل بج اٹھا۔لیکن وہ نظر انداز کرتے

ہوئے ہنوز لیٹا رہا۔ موبائل بج بج کر خود ہی بند ہو گیا تو اس نے سکون کا سانس لیا، لیکن شاید فون کرنے والے نے قسم کھالی تھی کہ جب تک وہ فون نہیں اٹھائے گا تب تک اس نے بھی ہار نہیں مانی۔ عائث نے ہاتھ بڑھا کر بے دلی سے بغیر دیکھے کال او کے کی اور کان سے لگاتے ہوئے ہیلو کہا۔

"سلام چھوٹے شاہ سائیں! میں حفیظ بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ڈیرے کے ملازم کی گھبرائی ہوئی آواز آئی تو عائث تیزی سے اٹھ کر بیٹھا۔

"کیا ہوا ہے حفیظ چاچا؟ آپ اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہیں؟"

عائث نے پریشانی سے پوچھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"چھوٹے شاہ سائیں! پولیس شاہ سائیں کو گرفتار کر کے لے گئی ہے جی، کوئی شہر سے ایس پی بہت سارے سپاہیوں کے ساتھ آیا تھا سائیں۔"

دوسری طرف سے جو خبر عائث کو حفیظ چاچا نے سنائی تھی وہ اس کے اوسان خطا کرنے کے لیے کافی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ بابا سائیں نے ایسا کیا کیا ہے جو پولیس انہیں گرفتار کر کے لے گئی۔۔۔اور آپ سب کہاں تھے اس وقت؟ اتنے سارے گارڈز ہیں کہاں مر گئے تھے سب کے سب؟"

وہ بنا سوچے سمجھے چیخ پڑا تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر سکھر پہنچ جائے۔

"چھوٹے شاہ سائیں! پولیس اور شاہ سائیں کی کافی دیر تک بات چیت ہوتی رہی تھی۔ ہمیں سپاہیوں نے اندر نہیں جانے دیا۔شاہ سائیں جاتے وقت ہمیں آپ کو اطلاع کرنے کے لیے کہہ کر گئے تھے۔"

دوسری طرف حفیظ نے تفصیل بتائی۔عائث نے بنا کچھ بولے کال منقطع کی اور تیزی سے ضروری سامان لینے کے لیے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

••••••••••••••••••

آہلہ نوری کے جانے کے بعد کچھ دیر بتول بیگم کے ساتھ گزارنے کے بعد ان کے کمرے سے باہر نکلی اور اپنے کمرے میں جانے کی غرض سے سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔اس سے پہلے کہ وہ سیڑھی پر قدم رکھتی پلوشے اس کے سامنے آگئی۔آہلہ خاموشی سے دیکھنے لگی کیونکہ وہ اس سے الجھنا نہیں چاہ رہی تھی،لیکن پلوشے کا ایسا کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔اسی لیے مسکراتے ہوئے اس کے گال پر اپنے ہاتھ کی ایک انگلی پھیرتے ہوئے بولی۔

''تم بہت خوبصورت ہو آہلہ' اتنی خوبصورت کہ تمہاری خوبصورتی کے آگے میری خوبصورتی بھی ماند پڑنے لگتی ہے۔حالانکہ پورے خاندان میں میری ٹکر کی کوئی اور لڑکی نہیں ہے خوبصورتی کے معاملے میں۔''

پلوشے کے لہجے میں حسد بول رہا تھا۔آہلہ نے افسوس سے اس کو دیکھا اور خاموشی سے ایک طرف ہو کر نکلنا چاہا۔لیکن پلوشے پھر سے اس کے سامنے آگئی۔اس بار آہلہ نے کوفت سے اسے دیکھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''کیا مسئلہ ہے تمہارا؟کیوں بلاوجہ تماشا کھڑا کرنا چاہ رہی ہو؟''

آہلہ نے دھیمی آواز لیکن سخت لہجے میں کہا تو پلوشے ہلکا سا ہنس دی۔

''ویسے تو میرا کوئی ارادہ نہیں ہے تماشا کھڑا کرنے کا'لیکن اگر کوئی تماشا کھڑا ہو بھی گیا تو یہ آخری تماشا ہوگا۔اس کے بعد سکون ہی سکون ہوگا۔''

پلوشے نے عجیب لہجے میں کہتے ہوئے ایک لمبی سانس لی اور سیڑھیوں کی گرل کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

"کیوں' اس کے بعد تم جانے والی ہو یہاں سے؟ ویسے اچھا ہی ہے کہ چلی جاؤ۔ کیونکہ مہمان بس تین دن تک کا ہی ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ مہمان نہیں رہتا۔ اب میزبان مروت میں کچھ کہہ نہیں رہا تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ مہمان بس وہیں کا ہو کر رہ جائے۔ مہمان کو خود بھی تو کچھ خیال کرنا چاہیے نہ۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آہلہ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اس کو اس کی اوقات یاد دلائی تھی۔ چند لمحے تو پلوشے کچھ نہیں بول پائی۔ اس کے بعد خود کو کنڑول کرتے ہوئے ایک قہقہ لگایا تو آہلہ کو لگا کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو چکی ہے۔ کیونکہ پلوشے اتنی آسانی سے کسی بات کو نہیں جانے دیتی تھی۔

"مہمان میں نہیں تم ہو آہلہ' وہ بھی اس دنیا میں' صرف چند لمحوں کی مہمان۔"

پلوشے نے آہستہ آواز میں اس کی طرف جھکتے ہوئے استہزائیہ انداز میں کہا تو آہلہ کھٹک گئی۔

"کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا پلوشے۔۔۔؟"

اس نے بظاہر پرسکون لہجے میں پلوشے سے پوچھا تھا۔ جبکہ اندر ہی اندر اس کو پلوشے کا لہجہ اور الفاظ کھٹک رہے تھے۔

"مطلب یہ پیاری آہلہ' ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے تم نے جو جوس نوری کے ہاتھ سے پیا تھا وہ جوس نہیں تھا۔ وہ تمہاری موت تھی۔"

پلوشے کا الفاظ اور لہجہ ایسا نہیں تھا کہ آہلہ اس کو نظر انداز کرتی۔ اس کا چہرہ یکدم پیلا پڑا تھا۔

’’تم نے کیا سمجھا تھا کہ عائث شاہ کو پلوشے سے چھیننا اتنا آسان ہوگا؟ میں اس کے عشق میں کملی ہوچکی تھی، کملی سمجھتی ہو نہ آہلہ؟ پاگل، ہاں میں پاگل ہوچکی تھی اس کے عشق میں، ابھی بھی ہوں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ ٹاٹ میں مخمل کا پیوند لگ سکتا ہے۔‘‘

پلوشے جنونی انداز میں بول رہی تھی۔ اس کے ایک ایک لفظ میں آہلہ کے لیے نفرت جھلک رہی تھی۔ آہلہ کو لگا کہ اتنی نفرت تو وہ قاسم شاہ سے نہیں کر پائی تھی جتنی پلوشے اس سے کرتی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

’’پلوشے اب جب کہ تم نے مجھے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے تو میں تمہیں ایک بات سمجھانا چاہتی ہوں۔ جب کبھی موقع ملے تو اس پر غور کرنا۔ مجھے امید ہے کہ اس کے بعد خود کو سنبھالنا تمہارے لیے زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔‘‘

آہلہ نے گہری سانس لیتے ہوئے پلوشے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو پلوشے حیران رہ گئی۔ وہ کیسی انسان تھی۔ جو یہ جاننے کے باوجود کہ اس کے اندر زہر سرائیت کر رہا

ہے اور کچھ ہی لمحوں بعد اپنا اثر بھی دکھانا شروع کر دے گا تو وہ چیخنے چلانے اور اسپتال جانے کی بجائے اسے کوئی بات سمجھانا چاہتی تھی۔ جبکہ آہلہ کے ماتھے پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمکنا شروع ہو گئے تھے۔ لیکن اس سے بے نیاز اس نے بولنا شروع کیا۔

''تمہیں پتا ہے پلوشے تم عائث شاہ سے عشق بلکہ محبت بھی نہیں کرتیں۔ تم بس ان کو پسند کرتی ہو' اور ان کو حاصل کرنا چاہتی ہو۔''

آہلہ ہنوز اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بول رہی تھی۔ جبکہ پلوشے نے اس کی بات سن کر تعجب سے اس کے ماتھے پر چمکتی پسینے کی بوندوں سے نظریں ہٹاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ آہلہ نے اس کی حیرت پر مسکراتے ہوئے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے پھر سے کہنا شروع کیا۔

''حیران مت ہو پلوشے۔ ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ تمہیں کیا لگتا ہے یہ جو تم کملی ہوئی پھر رہی ہو وہ عائث کے عشق میں ہوئی ہو؟ نہیں' یہ بس تمہارا حسد ہے جو اس حد تک چلا گیا ہے کہ تم سے قتل کروانے میں بھی دیر نہیں کی۔ پلوشے تم نے کبھی سوچا ہے کہ

جس سے تم محبت کے دعوے کرتی ہو وہ تمہارا الگتا کیا ہے؟یقیناً نہیں سوچا ہو گا تم نے' تمہارے غرور نے تمہیں یہ موقع ہی نہیں دیا کہ تم کچھ سوچ سکو۔"

آہلہ بولتے بولتے پہلی سیڑھی پر جا کر بیٹھ گئی تھی۔کیونکہ اب اس سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔جبکہ پلوشے لاشعوری طور پر اپنی سانسیں روکے اس کی بات غور سے سن رہی تھی۔

"وہ تمہارا ماموں زاد ہے پلوشے' اور ماموں زاد نامحرم ہوتا ہے۔پھر تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم اس سے محبت یا عشق کرتی ہو۔۔۔؟"

آہلہ نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ پلوشے سے سوال کیا اور پھر اس کے جواب کا انتظار کیئے بغیر پھر سے بولنا شروع ہوئی۔

"میں چھوٹی سی تھی اور روزانہ سکھاں اور بختاں چاچی کے ساتھ اس حویلی آیا کرتی تھی۔اور عائث کے ساتھ اس کے کھلونوں سے کھیلا کرتی۔تب مجھے عائث اچھے لگتے

تھے۔ لیکن تب وہ اچھا لگنا صرف اچھا لگنا ہی تھا۔ دل میں کسی بھی قسم کے خواب سجانے سے پاک صرف اچھا لگنا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ میں بڑی ہوتی گئی اور عائث اور میرا بچپن کہیں دور چلا گیا۔ ساتھ ہی ہم بھی ایک دوسرے سے بہت دور ہو گئے۔ وجہ ہماری پڑھائی، ہمارے نئے خواب اور ہماری حیثیت تھی۔ عائث کراچی کے کسی کالج چلے گئے اور میں پڑھنے کے لیے شہر چلی گئی۔ تب میرے دماغ میں کوئی عائث نہیں تھا۔ لیکن پھر ایک دن ہم کالج کی طرف ایک ٹرپ کے ساتھ کراچی گئے۔ وہاں ہمیں ایک کالج میں ایک چھوٹے سے فنکشن میں بھی حصہ لینے کا موقع ملا۔ عائث شاہ اسی کالج میں پڑھتے تھے۔ جب میں نے انہیں اتنے سالوں بعد دیکھا تو میرا دل بے اختیار دھڑکا تھا۔ میں عائث شاہ کو پسند کرنے لگی تھی۔ اور پھر آہستہ آہستہ مجھے لگا کہ میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔ لیکن یقین کرو پلوشے ہر دھڑکن پیار یا محبت کی نوید نہیں ہوتی۔ اور مجھے یہ بات عائث شاہ سے نکاح کے بعد سمجھ آئی ہے کہ محبت وہ نہیں تو جو میں ایک نامحرم سے کرتی تھی۔ محبت یہ ہے جو میں اپنے شوہر سے کرتی ہوں۔ اور ان سے لاکھ اختلافات کے باوجود بھی انہیں کھونے سے ڈرتی ہوں۔"

آہلہ نے اب سیڑھیوں کی گرل کے ساتھ بیٹھے بیٹھے ہی ٹیک لگالی تھی۔اسے اپنا سر ہلکا سا چکراتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔لیکن وہ خاموش نہیں ہوئی تھی۔

"پلوشے تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ تمھیں ایک نامحرم سے محبت ہو سکتی ہے۔تم ایک نامحرم کو اس کی خوبصورتی یا خوبسیرتی کی وجہ سے پسند تو کر سکتی ہو لیکن اس کو محبت کا نام دے کر محبت کی توہین مت کرو پلوشے۔اگر نامحرم سے محبت ہو سکتی تو اللہ نکاح کرنے کا حکم کیوں دیتا۔آج دو نامحرم ایک ساتھ اپنی محبت کے ساتھ نہ زندگی گزار رہے ہوتے۔نامحرم کے ساتھ محبت 'محبت نہیں بس ایک سراب ہے۔تمھیں کیا لگتا ہے کہ محبت ہمارے چاہنے سے ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہے؟ایسا نہیں ہے پلوشے۔محبت تو اللہ ہمارے دلوں میں ڈالتا ہے۔اور کیا تم سمجھتی ہو کہ اللہ ایک نامحرم کے دل میں دوسرے نامحرم کے لیے محبت ڈال سکتا ہے؟یقیناً ایسا نہیں ہے۔میری نظر میں محبت کی پہلی سیڑھی نکاح ہے۔جس نے اس سیڑھی پر قدم رکھ لیا سمجھو وہ محبت سے آشنا ہو گیا۔"

آہلہ کی آنکھیں بند اور آواز دھیمی ہوتی جا رہی تھی۔ جبکہ پلوشے کی ساکت آنکھیں آہلہ کے چہرے پر تھیں۔ اسے لگا کہ اس کی ٹانگوں میں جان نہیں رہی' وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

''ایک بات یاد رکھنا پلوشے' محرم سے ایک لمحے کی محبت نامحرم سے نام نہاد سالوں کی محبت پر بھاری ہوتی ہے۔۔۔اور میری محبت تمہاری جھوٹی محبت سے کئی گنا پاک اور سچی ہے۔ تم۔۔۔مجھے مار۔۔۔ کر بھی نہیں۔۔۔مار پاؤ گی۔''

آہلہ کا سانس اکھڑنے لگا تھا۔ پلوشے کو لگا وہ یہاں سے قیامت تک نہیں ہل پائے گی۔ وہ آہلہ کو آگے بڑھ کر سہارا دینا چاہتی تھی لیکن اسے لگا کہ اس کے ہاتھوں اور ٹانگوں سے کسی نے جان نچوڑ کر پھینک دی ہے۔ اور زبان بھی ساتھ دینے سے انکاری تھی۔

''بھابھی!! آہلہ بھابھی' کیا ہوا ہے آپ کو۔۔۔ آنکھیں کھولیں۔''

جان جو سیٹی بجاتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہا تھا نیچے والی سیڑھی پر آہلہ کو بے حال ہوتے دیکھ کر تیزی اس کی طرف لپکا تھا۔

"کیا کیا تم نے ان کے ساتھ۔۔۔بتاؤ مجھے۔۔۔؟"

جان نے آہلہ کا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے پلوشے کی طرف دیکھا جو جان کی آواز سن کر ہوش میں تو آگئی تھی لیکن اپنی جگہ سے ہل نہیں پائی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"مم۔۔۔میں نے اس کو۔۔۔زہر دیا ہے۔۔۔میری وجہ سے یہ مر جائے گی۔۔۔میں حسد کرتی ہوں اس سے۔۔۔"

پلوشے کے منہ سے نکلنے والے بے ربط جملوں نے جہاں جان کو ساکت کیا تھا وہیں پلوشے کے پیچھے موجود بتول بیگم کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔ جبکہ پلوشے اب خالی نظروں سے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ جان نے ایک نفرت بھری نظر

اس پر ڈال کر آہلہ کو اٹھایا اور تیزی سے لاؤنج کا دروازہ پار کیا تو بتول بیگم نے بھی سن ہوتے دماغ کے ساتھ جان کی تقلید کی۔

•••••••••••••••

عائث چھے گھنٹے کا سفر چار گھنٹے میں طے کر کے کراچی سے سکھر پہنچ چکا تھا۔ دورانِ سفر دو بار اس کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔ وہ گاؤں جانے کی بجائے سیدھا شہر کے پولیس اسٹیشن آیا تھا۔ اور اب کافی دیر سے انتظار گاہ میں موجود ایس پی شاہ نواز سے ملاقات کا منتظر تھا۔ اسے ایک سپاہی نے بتایا تھا کہ پچھلے ہی دنوں ایک نئے ایس پی کا ٹرانسفر ہوا ہے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ اپنے تعلقات استعمال کرنے سے قاصر تھا۔ وہ بے چینی سے بار بار ایس پی کے دفتر کی طرف دیکھ رہا تھا جب وہاں سے ایک سپاہی نے اسے ایس پی شاہ نواز کا پیغام پہنچایا۔

"آئیں شاہ صاحب، ایس پی صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ سپاہی ایس پی کا پیغام دے کر اس کو اپنے ساتھ لیے ایس پی شاہ نواز کے آفس میں آیا تو عائث جو اپنے ذہن میں کسی خرانٹ اور لالچی مزاج کے ایس پی کا خاکہ بنائے ہوئے تھا ایس پی کی کرسی پر بیٹھے شخص کو دیکھ کر اس کے چہرے اور آنکھوں میں شناسائی کی جھلک ابھری تھی۔

دوسری طرف ایس پی شاہ نواز بھی قاسم شاہ کے بیٹے کو ایک مغرور اور دولت کے نشے میں ڈوبا وڈیرہ سمجھے ہوئے تھا۔ لیکن عائث شاہ کو دیکھ کر نہ صرف اس کو اپنا اندازہ غلط ثابت ہوتا ہوا نظر آیا۔ بلکہ وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"عائث شاہ!!"

ایس پی شاہ نواز اس کا نام پکارتا ہوا اس سے ملنے کے لیے آگے بڑھا ہی تھا جب عائث کا کھڑا ہوتا ہوا ہاتھ اس کو وہیں رکنے پر مجبور کر گیا۔

”تو یہ وجہ تھی میرے باباسائیں کو گرفتار کرنے کی۔ تمہیں شرم نہیں آئی شاہ نواز، تم نے مجھ سے بدلہ لینے کے لیے میرے باباسائیں کی سالوں سے بنی عزت کو مٹی میں ملا دیا۔“

عائث شاہ نفرت سے سر جھٹک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تو ایس پی شاہ نواز جو ’پچھلی رنجشوں کو بھلا کر عائث کی طرف خلوص سے بڑھا تھا‘ اب پچھتا رہا تھا۔

”شرم تو تمہیں آنی چاہیئے عائث شاہ سائیں۔ تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں یونیورسٹی کی ان چھوٹی موٹی لڑائیوں کی وجہ سے تمہارے بابا کو گرفتار کروں گا۔“

ایس پی شاہ نواز نے ایک لفظ چبا چبا کر کہا اور پھر اپنی کرسی پر بیٹھ کر اجنبی لہجے میں بولا۔

”جی تو مسٹر عائث شاہ! کس سلسلے میں آنا ہوا آپ کا؟“

ایس پی شاہنواز پھر سے اپنے ایس پی والے روپ میں آتے ہوئے ہلکی مسکراہٹ لیکن چہرے پر مکمل اجنبیت تانے اس سے مخاطب ہوا تو عائث نے دانت پیسے۔

"میرے بابا سردار قاسم شاہ کو کس جرم میں گرفتار کیا ہے تم نے؟"

عائث نے بمشکل خود کو کنڑول کرتے ہوئے ایس پی کو غصے سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ جبکہ ایس پی شاہنواز نے حسبِ عادت ایک قہقہ لگایا اور پھر کرسی سے پیچھے ٹیک لگاتے ہوئے پرسکون لہجے میں بولا۔

"ان کے جرم کی داستان بڑی لمبی ہے شاہ صاحب' بیٹھ جایئے۔ پھر تفصیل سے آپ کو بتاتا ہوں۔"

ایس پی شاہنواز نے اپنے ایک ہاتھ سے کرسی کی طرف اشارہ کیا تو عائث نے مٹھیاں بھینچیں اور دونوں ہاتھ میز پر ٹکا کر ایس پی کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”ایس پی شاہنواز صاحب!! میرے باباسائیں کا وہ جرم بتائیں جس کی وجہ سے آپ نے انہیں گرفتار کرنے کی جرأت کی ہے۔“

عائث کی آنکھوں سے اس قدر تپش اور لہجے میں حیرت تھی کہ ایس پی شاہنواز کو یقین ہو گیا کہ وہ ہر چیز سے انجان ہے۔ وہ کچھ دیر عائث شاہ کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر گہرا سانس لیتے ہوئے سنجیدگی سے میز پر دونوں ہاتھ رکھ کر ایک دوسرے میں پھنساتے ہوئے بولا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”میں جانتا ہوں کہ تم یقین نہیں کرو گے، لیکن یہی سچ ہے کہ تمہارے بابا پر ارباز کی بیوی سکینہ کو اس کی شادی سے پہلے اغوا اور پھر اس کے ساتھ زیادتی کرنے کا الزام ہے۔“

ایس پی شاہنواز نے اس کے سر پر آسمان ہی تو گرایا تھا۔ عائث سانس روکے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کا دماغ اس کا ساتھ دینے سے انکاری تھا۔

"دیکھو عائث! یہ سننا اور اس پر یقین کرنا یقیناً تمہارے لیے آسان نہیں ہے لیکن یہ سچ۔۔۔"

ابھی ایس پی بول ہی رہا تھا جب عائث کی جزبات سے عاری دھیمی آواز اس کو بہت مشکل سے سنائی دی۔

"کوئی ثبوت۔۔۔؟"

عائث کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی سنائی دے رہی تھی۔ جبکہ ایس پی شاہنواز نے ہمدردی بھری نظروں سے اس کو دیکھا۔

"ثبوت کے طور پر ایک جیتا جاگتا انسان اسی دنیا میں صرف اس دن کے لیے سانسیں لے رہا ہے جب قاسم شاہ اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے اس کو اپنا خون مانیں گے۔"

ایس پی شاہ نواز کے الفاظ اس کے سینے پر برچھی کی مانند جا لگے تھے۔وہ گرنے والے انداز میں کرسی پر بیٹھا اور اپنی خالی نظریں شاہ نواز کے چہرے پر گاڑھیں۔

"کہاں ہے وہ۔۔۔؟"

لہجہ اور آواز ہنوز ہر قسم کے تاثر سے عاری تھا۔

"اس کا نام۔۔۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

شاہ نواز نے بولنا شروع ہی کیا تھا جب عائث نے اس کی بات کاٹی۔

"میں نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کون ہے۔نہ مجھے یہ جاننے میں دلچسپی ہے۔مجھے جاننا ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔"

شاہنواز کو اس کی آنکھوں میں اس بار چنگاری سی نظر آئی تھی۔ لیکن وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس چنگاری کا شکار کون ہے۔

"تمہارے گاؤں کی حدود میں موجود پولیس اسٹیشن کی جیل میں ہے۔"

ایس پی شاہنواز جواب دے کر اگلے سوال کا منتظر تھا۔ لیکن عائث ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا اور جانے کے لیے مڑا ہی تھا جب پیچھے سے آتی شاہنواز کی آواز نے اس کے قدم زمین کے ساتھ جکڑ دیے تھے۔

"تمہارے گاؤں میں قتل ہونے والی بختاں مائی کے قاتل بھی قاسم شاہ ہیں۔"

شاہنواز اپنی کرسی سے کھڑا ہوا اور اس کو قاسم شاہ کے ایک اور جرم سے آشنا کیا۔

"اس کا ثبوت۔۔۔؟"

عائشہ شاہ نے اپنا رخ موڑے بغیر سوال کیا تھا۔

"اس واقعے کے ایک گواہ ہیں ارباز۔ جبکہ بختاں مائی بھی اس حقیقت سے واقف تھی۔"

شاہنواز کے جواب پر وہ اس کی طرف مڑا اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑھتے ہوئے بے تاثر لہجے میں پوچھا۔

"تو قاسم شاہ نے اپنے خلاف دوسرے گواہ کو کیوں نہیں مار ڈالا۔"

"اس کا جواب تمہیں ارباز صاحب یا پھر خود تمہارے بابا قاسم شاہ ہی دے سکتے ہیں۔ ابھی ارباز صاحب سے تفتیش کرنا باقی ہے۔"

اس بار شاہنواز کے پاس عائشہ کے سوال کا ڈائریکٹ جواب نہیں تھا۔

ایف آئی آر کس نے درج کروائی تھی' ارباز چاچا نے؟''

ارباز چاچا کہتے ہوئے نا جانے کیوں عائث کی زبان لڑکھڑائی تھی۔ جیسے اس کو توقع نہیں تھی کہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔

''ایف آئی آر درج کروانے والی نے اپنا نام آہلہ اور خود کو عائث شاہ کی بیوی بتایا تھا۔ ساتھ ہی جان نام کا ایک لڑکا تھا جو خود کو عائث شاہ کا دوست بتا رہا تھا۔ ایف آئی آر درج کروانے سے پہلے انہوں نے ایک رکارڈنگ سنائی تھی جس میں قاسم شاہ نے واضح طور پر اپنے ایک ملازم کو دلدار نامی لڑکے کو جیل میں قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور یہی بات سب سے زیادہ ان کے خلاف جا رہی ہے۔''

ایس پی شاہ نواز نے اس بار تفصیلی جواب دیا تھا یہ جانے بغیر کہ عائث تو آہلہ اور جان کا نام سننے کے بعد سے اس کا ایک لفظ بھی نہیں سن پایا تھا۔ آسمان تو اس پر اب آ گرا تھا۔ اس کے دماغ میں شاہ نواز کی آواز میں آہلہ اور جان کا نام گونج رہا تھا۔ اس کے پاس اب

ایس پی سے کرنے کو کوئی سوال نہیں بچا تھا۔ وہ خود کو زبردستی آفس کے دروازے کی طرف گھسیٹ کر لے گیا تھا۔

”سر میں باہر شیشے سے دیکھ رہا تھا کہ آپ اس بندے سے بات کرتے دوران ہنسے نہیں۔ یقین کریں سر، میرے لیے یہ بڑی حیرت کی بات ہے۔“

عائشہ شاہ کے آفس سے نکلتے ہی ایس پی شاہ نواز کا اسسٹنٹ بے تابی سے آفس کے اندر آیا تھا اور آتے ہی وہ سوال کیا جس کو کرنے کے لیے وہ کب سے بے چین تھا۔

”ہاں، سہی کہہ رہے ہو۔ مجھے خود بھی حیرت ہو رہی ہے کہ آج میری ہنسی کہاں کھو گئی۔ ایسا لگ رہا ہے کہ ہنسی لفظ میرے لیے اتنا ہی اجنبی ہے جتنا انگریزوں کے لیے کھچڑی۔“

ایس پی کی بات سن کر اس کا اسسٹنٹ سوچ میں پڑ گیا تھا کہ وہ ایس پی کے آخری جملے پر ہنسے یا اس بات پر حیرت کا اظہار کرے کہ آج اس کو بنا اجازت اندر آنے پر ڈانٹ نہیں پڑی تھی۔

....

جان آئی سی یو کے سامنے پریشانی سے چکر لگا رہا تھا اور بتول بیگم بینچ پر خشک آنکھوں کے ساتھ ساکت سی بیٹھی تھیں۔جان نے ان کی طرف دیکھا تو آہستہ سے چلتا ہوا ان کے پاس آیا اور ان کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے تو بتول بیگم نے خالی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"وہ مر رہی ہے۔ابھی تو میں ٹھیک سے اس کا لمس بھی نہیں محسوس کر سکی تھی۔میں کیسی بدنصیب ماں ہوں۔اس کے پیدا ہونے کے بعد اس کو خود سے الگ کر کے ماں کی ممتا سے محروم کر دیا اور جب اللہ نے عائث شاہ کے ذریعے اس کو مجھ سے پھر ملا دیا تو میں اس کی حفاظت نہ کر سکی۔"

بتول بیگم کی آنکھیں ابھی بھی خشک تھیں۔ لیکن ان کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔ جان نے ان کا درد شدت سے محسوس کیا تھا۔ آخر وہ بھی تو اس درد سے گزر چکا تھا۔

”پریشان نہ ہوں آنٹی! بھابھی ٹھیک ہو جائیں گی ان شاءاللہ۔ ڈاکٹرز اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔“

جان نے ان کو کمزور لہجے میں تسلی دینا چاہی۔ جبکہ ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ مریضہ کے معدے میں زہر اس قدر سرائیت کر چکا ہے کہ کسی بھی لمحے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے باوجود بھی وہ اپنی پوری کوشش کریں گے۔

”میں کیسے پریشان نہ ہوں بیٹے' ابھی تم نے سنا نہیں تھا کہ ڈاکٹر کیا کہہ رہے تھے۔ وہ اندر زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہے۔ ڈاکٹرز بھی پوری طرح سے پر امید نہیں ہیں۔“

بتول بیگم کی آواز کانپ رہی تھی۔اور چہرے پر مایوسی کے تاثرات چھا رہے تھے۔جان ان کو اس طرح دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ بتول بیگم ہمت ہار جائیں۔

"ماں کی دعاؤں میں بہت طاقت ہوتی ہے آنٹی۔کیا آپ اس بات پر یقین نہیں رکھتیں؟"

اس بار جان کا لہجہ مظبوطی لیے ہوئے تھا اور بتول بیگم نے بے اختیار سر ہلایا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہاں تم صحیح کہہ رہے ہو بچے'ماں کی دعا کیسے رد ہو سکتی ہے بھلا۔مجھے اس سے اپنی بچی کی زندگی مانگنی چاہیئے۔"

بتول بیگم کے چہرے سے یکدم مایوسی کے بادل ہٹ گئے تھے۔وہ بینچ سے کھڑی ہوئیں اور جان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے تیزی سے پریئر روم کی طرف بڑھیں۔ جبکہ جان مسکراتے ہوئے زمین سے اٹھا اور ایک بار پھر سے موبائل نکالا اور عائث کو

کال کرنے لگا۔وہ آہلہ کے آئی سی یو میں جانے کے بعد کئی بار عائث کا نمبر ملا چکا تھا لیکن عائث کال نہیں اٹھا رہا تھا۔

”فون اٹھاؤ عائث‘ فون اٹھاؤ۔یہاں وہ زندگی اور موت سے لڑ رہی ہیں اور تم۔۔۔“

اس بار بھی عائث نے کال نہیں اٹھائی تھی۔جان نے پریشانی سے آئی سی یو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ڈاکٹرز ابھی بھی آئی سی یو روم میں اس کی زندگی کے لیے کوششیں کر رہے تھے۔پھر اس کی نظر آئی سی یو سے ہٹ کر اسی راہداری کے آخری کمرے کی طرف گئی جہاں بتول بیگم اللہ سے اپنی بیٹی کی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھیں۔

”یااللہ ! ! آج اتنے سالوں بعد میرا دل کر رہا ہے کہ تجھ سے کچھ مانگوں۔آج سے کئی سالوں پہلے میں نے تجھ سے اپنی ماں کی زندگی کی مانگی تھی۔جبکہ وہ اپنی سانسیں اس دنیا میں پوری کر چکی تھیں۔لیکن انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ’اگر اللہ اس وقت دعا قبول نہ کرے جب تم مانگو تو پھر تم صحیح وقت کا انتظار کرو‘ کیونکہ وہ تمہیں اس سے کئی گنا بہتر سے نوازنا چاہتا ہے‘ اور آج میں جان گیا ہوں کہ وہ صحیح کہتی تھیں۔یااللہ ! آج

اس دس سالہ بچے کی دعا قبول کر لے۔ آج ایک ماں کو اس کی اولاد کی زندگی بخش دے۔ تاکہ میرے اندر کا وہ دس سالہ بچہ بھی پر سکون ہو جائے جو آج تک اپنی دعا کی قبولیت کا منتظر ہے۔"

جان نے اپنا سر دیوار سے لگاتے ہوئے آنکھیں موندیں اور شدت سے دعا کی تھی۔ اور یقیناً قبولیت کی گھڑی تھی۔ آئی سی یو کا دروازہ دو گھنٹے بعد کھلا اور دو ڈاکٹرز ایک ساتھ باہر نکلے تھے۔ جان تیزی سے کھڑا ہوا اور بے چینی سے گویا ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interview

"بھابھی کیسی ہیں۔۔۔؟"

اس کی آواز میں بے چینی اور لہجے میں ڈر کا عنصر موجود تھا۔

"الحمد اللہ! وہ اب خطرے سے باہر ہیں ڈاکٹر جان۔"

ایک ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے جان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور پھر وہاں سے چلے گئے۔ جان کا اٹکا ہوا سانس بحال ہوا اور بے اختیار اس کے منہ سے 'الحمداللہ' نکلا۔

"بے شک تُو اپنے بندوں کو مایوس نہیں کرتا۔ بس ان کے صبر کا امتحان لیتا ہے اور پھر انہیں ان کی خواہش سے بڑھ کر عطا کرتا ہے۔"

جان ایک بھرپور سانس لیتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں اللہ سے مخاطب ہوا۔ پھر پریئر روم کی طرف دیکھا اور تیزی سے اس جانب بڑھا۔ وہ یہ خوشخبری کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر بتول بیگم کو سنانا چاہتا تھا۔ پریئر روم کے دروازے پر پہنچ کر اس نے اندر جھانکا تو بتول بیگم سجدے میں گریں اللہ سے مانگ رہی تھیں۔ جان ان کے نزدیک ٹھنڈے فرش پر بیٹھ گیا۔

"اللہ نے آپ کو عطا کر دیا وہ جو آپ مانگ رہی ہیں اس سے۔"

جان نے دھیمی آواز میں کہا تو بتول بیگم یکدم خاموش ہوئیں۔ پھر آہستہ سے سجدے سے سر اٹھایا تو جان ان کے قریب بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

"کیسی ہے وہ۔۔۔؟"

بتول بیگم کی آواز کانپ رہی تھی۔

"ٹھیک ہیں وہ۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جان نے ہنوز مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ بے شک اس کی دعا بھی قبول ہو گئی تھی۔

"اللہ تیرا شکر ہے۔"

بتول بیگم کی آنکھوں سے اب خوشی کے آنسوں جاری ہو گئے تھے۔

"عائشہ سے بات ہوئی۔۔۔؟"

بتول بیگم کو یاد آیا کہ عائشہ کال نہیں اٹھا رہا تھا۔

"نہیں، وہ میری کال نہیں اٹھا رہا۔"

جان نے اب کی بار پریشانی سے جواب دیا۔

"وہ نہ تو اتنی گہری نیند سوتا ہے اور نہ ہی لاپرواہ ہے۔یااللہ! میرے بچے کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔"

بتول بیگم نے پہلے پریشانی سے جان کی طرف دیکھ کر کہا اور پھر اوپر چہرہ کرتے ہوئے اللہ سے عائشہ کی حفاظت کی دعا کی۔جان نے بے اختیار 'آمین' کہا تھا۔

"میں شکرانے کے نوافل پڑھ لوں۔"

بتول بیگم کے لہجے میں پھر سے خوشی در آئی تھی۔اور وہ کیسے نہ اس رب کا شکر ادا کرتیں جو ہر ایک کو زندگی دیتا ہے۔اور بے شک زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

''مجھے بھی شکر ادا کرنا ہے اس پاک ذات کا' جو ہر چیز پر قادر ہے۔ہر ایک کی سنتا ہے۔ہر ایک کی مانتا ہے۔ہر ایک کو نوازتا ہے۔اور ہر ایک کی جان اسی کے ہاتھ میں ہے بے شک۔''

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جان نے دل میں آئے جزبات کا اظہار اس قدر خوبصورت الفاظ میں کیا کہ بتول بیگم چونک کر اس کو دیکھنے لگیں۔ لیکن وہ تو کہیں اور ہی کھویا ہوا تھا۔پھر یکدم کھڑا ہوا اور تیزی سے کمرے سے باہر چلا گیا۔اب اس کا رخ اسپتال کے ایک کونے میں بنی مسجد کی طرف تھا۔وہاں وہ رب اس کا منتظر تھا۔وہاں تو وہ رب اپنے ہر بندے کا منتظر ہوتا ہے۔ اور جو بھی وہاں جاتا ہے وہ رب اس کو اپنی رحمت کی چھاؤں میں اس طرح سمیٹ لیتا

ہے جیسے کبھی اس بندے کو کوئی غم ملا ہی نہیں تھا۔بے شک وہ اللہ ہی ہے جو غفور اور رحیم ہے۔بے شک۔

....

آج پھر بادل چھا گئے ہیں آسمان پر ،لگتا ہے بہت تیز بارش ہو گی۔"

ارباز نے گائے کی رسی کھولتے ہوئے کہا۔جبکہ گائے نے رسی چھڑوانی چاہی تو ارباز نے پیار سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔

"اری پگلی ،تو فکر نہ کر۔اس بار تجھے درخت کے نیچے نہیں باندھ رہا ،بلکہ تجھے کمرے میں لے جا رہا ہوں۔پہلے آملہ ہوتی تھی نہ تو وہ کمرہ اس کے استعمال میں رہتا تھا۔اس لیے تجھے بارش میں بھیگنا پڑتا تھا۔"

ارباز مسلسل گائے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بول رہے تھے۔

''ارباز چاچا! کس سے باتیں کر رہے ہیں؟ یہاں تو کوئی نہیں ہے؟''

سکھاں جو انہیں مسلسل بولتا ہوا دیکھ رہی تھی ان کے قریب آتے ہوئے حیرت سے بولی۔

''ارے کملی دھیی! تجھے یہ اتنا بڑا جیتا جاگتا وجود نظر نہیں آ رہا؟ اسی سے کر رہا تھا باتیں۔''

ارباز نے گائے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سکھاں سے کہا تو سکھاں ہلکا سا مسکرا دی۔

''کیا باتیں کر رہے تھے آپ اپنی لاڈورانی سے؟ وہ بھی اتنی رات گئے۔ مجھے تو بتائیں۔''

سکھاں نے انجانے میں ارباز سے یہ سوال کر کے ٹھہرے ہوئے پانی میں پتھر پھینکا تھا۔

’بابا! آپ ہمیشہ کہتے ہیں کہ بیٹیاں چڑیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ بڑی ہوتی ہیں تو اڑ جاتی ہیں۔ جب میں اڑ جاؤں گی تو آپ لاڈورانی کس کو کہیں گے؟“

کہیں دور سے تیرہ سالہ آہلہ کی آواز آئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”جب میری چڑیا اڑ جائے گی تو میں اپنی چڑیا کی گائے کو لاڈورانی کہا کروں گا۔ تجھے وہ بہت پسند ہے نہ۔۔۔؟“

ارباز نے آہلہ کے ماتھے کو پیار سے ہلکا سا چھوتے ہوئے کہا تو آہلہ مسکرا دی تھی۔

”ہاں بابا! پسند تو مجھے بہت ہے۔بس ٹھیک ہے پھر آپ کے پاس دوسری والی لاڈو رانی ہو گی تو میرے اڑ جانے کے بعد اداس نہیں ہوں گے۔ورنہ آپ کہتے رہتے ہیں کہ جب میں چڑیا بن کر اڑ جاوں گی تو آپ اداس ہوں گے۔“

آہلہ نے سمجھداری سے ارباز کو دیکھتے ہوئے کہا تو ارباز اداس سی ہنسی ہنس دیے تھے۔

”ویسے بابا، میرا دل نہیں کرتا کہ میں یہاں جاؤں لیکن آپ ہی کہتے ہیں کہ بیٹیوں کا اڑنا ضروری ہوتا ہے۔“

آہلہ تیرہ سال کی ضرور تھی۔لیکن اتنی سمجھدار تھی کہ باپ کی ہنسی میں چھپی اداسی کو جان گئی تھی۔اس بار بھی ارباز نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

”چاچا! ارباز چاچا۔۔۔“

ارباز ماضی کی یادوں میں کھوئے تھے جب سکھاں کی آواز انہیں اپنے قریب سے سنائی دی تو وہ چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

”ہاں سکھاں دھیی، کچھ کہا تم نے؟“

ارباز نے گہرا سانس لیتے ہوئے سکھاں سے پوچھا تو سکھاں حیران ہوئی۔

”میں نے پوچھا چاچا کہ آپ اپنی لاڈورانی سے کیا باتیں کر رہے تھے؟“

سکھاں نے اپنی حیرت کو چھپاتے ہوئے اپنا سوال دہرایا تو ارباز دھیرے سے مسکرا دیے۔

”کچھ خاص نہیں دھیی رانی، بس میں لاڈورانی کو کھول کر اندر لے جا رہا تھا۔ بارش ہونے والی ہے نہ اس لیے۔ اور یہ پگلی سمجھی کہ میں ہمیشہ کی طرح اس کو درخت کے نیچے باندھنے لے جا رہا ہوں۔ اس بچاری کا بھی کیا قصور، ہر برسات کے موسم میں یہ

اس درخت نے نیچے ہوتی ہے۔پہلے تو درخت اس کو بارش سے بچا لیا کرتا تھا لیکن اب وہ بچارا ابھی بوڑھا ہو گیا ہے تو یہ درخت کے نیچے ہوتے ہوئے بھی بارش میں بھیگتی رہتی ہے۔اور پھر کئی دنوں تک تکلیف میں رہتی ہے۔"

ارباز نے گائے کی رسی کو اپنے ہاتھ پر لپیٹتے ہوئے کہا تو سکھاں نے سر ہلا دیا۔

" اللہ پوچھے اس قاسم شاہ سے' اگر آپ کی تنخواہ وقت پر دیتا تو آج آپ نے گائے کے لیے باڑا بنوا لیا ہوتا۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سکھاں نے قاسم شاہ کا ذکر نفرت اور حقارت سے کیا تھا۔ارباز نے خالی نظروں سے سکھاں کو دیکھا۔

"آہلہ سے ملنے نہیں گئیں تم۔۔۔؟"

ارباز کے لہجے اور آواز میں بے تابی تھی۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ آہلہ کیسی ہے۔ اسی وقت بارش کی ہلکی ہلکی بوندیں بھی گرنے لگی تھیں۔

"نہیں چاچا! میری ہمت نہیں ہے گاؤں والوں کی حقارت بھری نظریں سہنے کی۔ اور گھر سے باہر نکلوں گی تو لوگوں سے سامنا ہو گا۔ اور وہ بے وفا بھی تو شادی کے بعد بھول ہی گئی ہے مجھے۔ اور تو اور آپ سے بھی ملنے نہیں آئی ابھی تک۔"

سکھاں نے پہلے تکلیف سے اور پھر آخری جملہ ناراضگی بھرے لہجے میں کہا۔ بارش کی بوندیں اس کا چہرہ بھگونے لگی تھیں۔

"اس کا قصور نہیں ہے سکھاں دھیے، وہ سچ اور حق کی کھوج میں نکلی ہے۔ اس کو بے وفا نہ کہنا۔ وہ بڑی وفا والی بہادر دھیے ہے میری۔ وہ سچ اور حق کے ساتھ مرتے دم تک وفا کرے گی۔"

ارباز نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر منہ پر پڑتی بارش کی بوندوں کو روکا۔

"جا سکھاں دھیے، رات بہت ہو گئی ہے۔ بارش بھی ابھی تیز ہو جائے گی۔"

ارباز نے گائے کو اپنے کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ سکھاں بھی اپنے گھر کی طرف کھلنے والے دروازے سے جانے ہی لگی تھی جب ایک دھاڑ سے کسی نے ارباز کے گھر کا دروازہ اندر صحن کی طرف دھکیلا تھا۔

"چور چور۔۔۔"

سکھاں نے تیزی سے دیوار کے ساتھ بنے تندور پر پڑی آدھی جلی ہوئی لکڑی اٹھائی تھی۔ لیکن ارباز نے آنے والے کی خوشبو پہچان لی تھی۔ اس کے ہاتھ سے گائے کی رسی چھوٹ گئی تو گائے بارش سے بچنے کے لیے کچے کمرے کی طرف بھاگی۔

''نہ سکھاں دھیی نہ گھر کا مالک آیا ہے۔اس کو چور نہ کہہ۔''

ارباز نے ساتھ کھڑی سکھاں کو دھیرے سے کہا تو سکھاں نے حیرت سے ارباز کو دیکھا تھا۔اسے لگا کہ ارباز چاچا آہلہ کے جانے کے بعد پگلا گیا ہے۔وہ کچھ کہنے ہی لگی تھی جب قریب آتے شخص پر نظر پڑی۔اس کے الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے تھے۔

....

رات کا ایک بج رہا تھا۔پلوشے اپنے کمرے میں بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے نیچے بیٹھی تھی۔اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔لیکن نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔اس نے سر گھما کر پیچھے دیکھا تو سعدیہ بیگم سو رہی تھیں۔ایک گھنٹہ پہلے انہوں نے بہت مشکل سے پلوشے کو نیند کی دوا دے کر سلایا تھا۔اور وہ سعدیہ بیگم کی تسلی کے لیے آنکھیں بند کر کے لیٹ بھی گئی تھی۔لیکن آج اس کو کوئی دوا نہیں سلا سکی تھی۔اس کو ایسا لگ رہا تھا جیسے آہلہ کے ساتھ اس نے اپنی نیند اور سکون کا بھی قتل کر دیا تھا۔اور اب سعدیہ بیگم کو سوتا دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھی اور الماری سے ایک چادر نکالی۔سر پر ڈوپٹہ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اوڑھ کر اپنے جسم پر چادر اچھی طرح پھیلائی اور ایک نظر سعدیہ بیگم کو دیکھ کر آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آگئی۔اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ گارڈ سے بحث کر رہی تھی۔

"بی بی سائین میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔آدھی رات گزر چکی ہے۔آپ کل چلی جایئے گا' میں آپ کو ابھی نہیں جانے دے سکتا۔"

گارڈ نے منت کی تھی۔لیکن وہ فیصلہ کر چکی تھی۔اور ضدی تو وہ شروع سے ہی تھی۔

"میری بات غور سے سنو۔اگر تم نے ابھی کہ ابھی ڈرائیور کو نہ بلایا تو اگلہ لمحے تم آخری سانس لو گے اس دنیا میں۔"

وہ غرائی تھی۔جبکہ گارڈ اس کے ہاتھ میں تیز دھار چاکو دیکھ کر یکدم پیچھے ہوا تھا۔

"بی بی سائین اگر کسی کو پتا چل گیا تو۔۔۔میں تو بے موت مارا جاؤں گا۔"

وہ گڑ گڑایا تھا۔ لیکن پلوشے کے ہاتھ میں موجود چاکو دیکھ کر وہ نیم رضا مند ہو گیا تھا۔

"میں اسپتال جا رہی ہوں۔ بھاگ نہیں رہی ہوں۔ اب بلا کر لا رہے ہو ڈرائیور کو یا۔۔۔"

پلوشے اس کی ایک ہی تکرار سے تنگ آ کر تھوڑا آگے بڑھی تو وہ تیزی سے پیچھے ہوا اور سر ہلاتا ہوا ملازموں کے کوارٹر کی طرف بھاگا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ڈرائیور کے ساتھ آتا دکھائی دیا تھا۔

"جج جی بی بی سائین! کہاں جانا ہے۔۔۔؟"

ڈرائیور بھی کافی گھبرایا ہوا تھا۔ لیکن اس نے کسی قسم کی بحث کرنے سے گریز کیا تھا۔

""شہر کے اس اسپتال چلو جہاں امی سائین اور عائث شاہ کے دوست آہلہ کو لے کر گئے ہیں۔""

اس نے کہتے ساتھ ہی گاڑی کی طرف اشارہ کیا تو ڈرائیور سر ہلاتے ہوئے گاڑی نکالنے کے لیے گیراج کی طرف بڑھا۔

....

جان آئی سی یو کے سامنے بینچ پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔بتول بیگم کو زبر ستی اس نے اپنے آفس میں سونے کے لیے بھیج دیا تھا۔کیونکہ انہوں نے گھر جانے سے انکار کر دیا تھا۔جان عائث کو بھی وقفے وقفے سے کال کرتا رہا تھا لیکن عائث نے کال نہیں اٹھائی تھی۔تھک ہار کر وہ بینچ پر بیٹھا تو اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔اسی لمحے وہ اپنے قریب کھٹکے کی آواز سن کر ایک جھٹکے سے اٹھا تھا۔اور پھر ساتھ بیٹھے وجود نے پہلے اس کو حیران کیا اور پھر طیش دلا گیا تھا۔

”تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی؟“

جان ہلکی آواز میں غصے کو بمشکل ضبط کرتے ہوئے دانت پیس کر بولا۔

”آپ کون ہوتے ہیں مجھے روکنے والے؟“

پلوشے بھی اس کی نیند سے لال ہوتی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے غرائی تھی۔

”کتنی ڈھیٹ لڑکی ہو تم۔ بھابھی کو مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تم نے' اور اب بھی تمہاری اکڑ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔“

جان کو وہ سخت زہر لگ رہی تھی۔

”آپ اپنے کام سے کام رکھیں مسٹر جان۔ ہمارے گھر کے معاملے میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔“

وہ کیسے کسی کا سخت رویہ برداشت کر لیتی۔اس نے کبھی اپنے ماں باپ سے بھی ڈانٹ نہیں کھائی تھی۔

"انسانیت کا معاملہ کسی ایک کا نہیں سب کا ہوتا ہے۔میں چاہوں تو تمہیں ابھی کہ ابھی گرفتار کروا سکتا ہوں۔لیکن میں عائث کا انتظار کر رہا ہوں۔"

جان نے اونچی آواز میں غصے سے کہا لیکن پھر اردگرد دیکھتے ہوئے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بینچ سے کھڑا ہوا۔وہ لڑکی اس کے صبر کا امتحان لے رہی تھی۔اسے وہ پہلی نظر میں جزباتی لیکن سلجھی ہوئی لگی تھی۔لیکن پھر آہلہ کو زہر دے کر مارنے کی کوشش کرنا اور اب اس سے بدتمیزی سے بات کرنا'اسے وہ زہنی مریض لگی تھی۔

پلوشے اس کی بات سن کر کچھ نہیں بولی تھی۔اور خاموشی سے پیچھے دیوار سے ٹیک لگا لی۔جان کو اس وقت شدت سے چائے کی طلب ہو رہی تھی لیکن وہ آہلہ کو یہاں پلوشے کے رحم وکرم پر چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔اسی لیے وہ پلوشے کے سامنے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر نیچے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

"گھور تو ایسے رہے ہیں جیسے آہلہ کو نہیں ان کو قتل کرنے کی کوشش کی ہو میں نے۔"

پلوشے جان کو اپنی طرف مسلسل دیکھتے پا کر منہ ہی منہ بڑبڑائی تھی۔

"کیا پتا مجھے بھی قتل کر دو، چاقو تو ویسے بھی ساتھ ہی رکھا ہوا ہے تم نے۔

جان کی سماعتیں بلاشبہ تیز تھیں۔اپنے اور پلوشے کے درمیان موجود فاصلے اور پلوشے کی ہلکی آواز کے باوجود بھی اس نے پلوشے کی بات باآسانی سن لی تھی۔

"توبہ کتنے بڑے بڑے کان ہیں ان کے۔"

اس بار پلوشے نے تھوڑی اونچی آواز میں کہا تھا۔

”تمہیں کیوں جلن ہو رہی ہے میرے بڑے کانوں سے۔اب تمہارے کان چھوٹے ہیں تو اس میں میرا کیا قصور۔“

جان نے پلوشے کی بات سن کر اس کو گھورتے ہوئے کہا۔

”اسی لیے کہہ رہی ہوں کہ اپنے کام سے کام رکھیں ورنہ بے قصور ہوتے ہوئے بھی میرا شکار نہ ہو جائیں کہیں۔“

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interview

پلوشے نے جان کو غصے سے دیکھا تھا۔جو بلاوجہ بات کو بڑھا رہا تھا۔

”تو بھا بھی کا کیا قصور تھا پلوشے۔۔۔؟“

جان نے یکدم سوال کیا تھا۔وہ اس بار کوئی جواب نہیں دے پائی تھی۔جان نے پھر سے کریدنے کی کوشش نہیں کی تھی۔اس کو پلوشے کے چہرے پر شدید ندامت نظر آ رہی تھی۔

"سنو۔۔۔"

جان نے اس کو آہستہ سے پکارا۔ تو وہ سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھنے لگی۔ جب کہ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر جان کچھ دیر کے لیے خاموش ہوا تھا۔ پھر سر جھٹکتے ہوئے بولا۔

"وہ پریئر روم ہے۔"

جان نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو پلوشے کو حیرت ہوئی۔

"تو۔۔۔؟"

وہ ناسمجھی سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

"وہاں جاؤ۔۔۔اور اللہ سے معافی مانگو۔میں جانتا ہوں کہ تم اپنے کیے پہ شرمندہ ہو۔"

جان کی بات پر اس نے بے اختیار آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"وہ مجھے معاف کر دے گا؟"

پلوشے نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"ہاں، اگر تم سچے دل سے معافی مطلب کرو گی اور پھر سے ایسا نہ کرنے کا سچا وعدہ کرو گی، تو وہ ضرور معاف کر دے گا۔"

جان نے اس کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔

"لیکن میں نے کوئی چھوٹا گناہ تو نہیں کیا۔اس کو قتل کرنے کی کوشش کی ہے۔اللہ مجھے نہیں معاف کرے گا۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا اور اس بار کھل کو رو دی تھی۔

"وہ اللہ ہے' پلوشے۔وہ معاف کر دیتا ہے۔چاہے گناہ ایک ریت کے ذرے جتنا چھوٹا ہو یا پہاڑ جتنا بڑا۔بس شرط یہی ہے کہ معافی سچے دل سے مانگنی ہو گی۔"

جان نے ایک بار پھر اسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔اور اب کی بار وہ کامیاب ہو گیا تھا۔وہ اٹھ کھڑی ہوئی' ساتھ ہاتھ میں موجود چھوٹے سے چاقو کو بھی مظبوطی سے تھاما ہوا تھا۔یہ چاقو وہ راستے میں اپنی حفاظت کے لیے ساتھ لے کر آئی تھی۔

"یہ ساتھ کیوں لے کر آئی ہو؟"

جان نے تجسس سے پوچھا۔

"آپ کو اس سے کیا۔ آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔"

اس نے چادر کا کونہ پکڑ کر ٹھیک کیا اور جان کو ٹکا سا جواب دے کر پریئر روم کی طرف چل دی تھی۔

"عجیب بدتمیز لڑکی ہے۔ اتنا بھی خیال نہیں کہ بڑا ہوں میں اس سے۔"

جان نے اس کے جاتے ہی بھنا کر کہا۔ پھر خود ہی اپنے سر پر چپت ماری۔

"تمہاری کون سا وہ چاچے کی بیٹی لگتی ہے جو تمہارے بڑے ہونے کا لحاظ کرے۔"

جان یہ کہہ کر ہلکا سا ہنس دیا اور اٹھ کر بینچ پر جا بیٹھا تھا۔ ابھی صبح ہونے میں کافی وقت تھا۔ آہلہ کو بھی ڈاکٹرز کے مطابق کل تک ہوش آنا تھا۔ اور پلوشے کی ندامت کے باوجود وہ اس کے اسپتال میں ہوتے ہوئے سونے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔

•••••••••••••••••

آسمانی بجلی زور سے گرجنے کے بعد چمکی تھی۔آسمان کے نیچے ارباز کے چھوٹے اور کچے صحن میں تین سائے ساکت کھڑے تھے۔آج کسی کی حیثیت بدلنی تھی تو کسی کا رتبہ۔ کوئی ٹوٹ کر بکھرنا تو کوئی بکھرا ہوا بارش کے پانیوں کے ساتھ بہہ جانا تھا۔

آنے والا عائث شاہ تھا۔بارش میں اس کے کپڑے بھیگ چکے تھے۔لیکن وہ پرواہ کیے بغیر ارباز کے سامنے چپ کھڑا رہا۔وہ ان سے سوال کرنا چاہتا تھا۔لیکن ہمت کم پڑ رہی تھی۔وہ ان سے پوچھنا چاہتا تھا کہ آخر سچ کیا ہے۔لیکن زبان اس کا ساتھ دینے سے انکار کر رہی تھی۔اور بلآخر ارباز خود بول پڑے تھے۔

"اتنی رات گئے کہاں سے آ رہے ہو عائث؟"

ارباز کی آواز بارش میں دب سی گئی تھی۔ لیکن اس کے بلکل سامنے کھڑے عائث تک آواز پہنچ گئی تھی۔

"لمبے سفر سے آیا ہوں ارباز چاچا' تھک گیا ہوں بہت۔ مجھے حقیقت بتا دیں تا کہ مجھے مزید سفر نہ کرنا پڑے۔ اب اور ہمت نہیں ہے مجھ میں۔"

وہ واقعی تھکا ہوا تھا۔ اس کی آواز' اس کا چہرہ اور اس کی حالت ارباز کو بتا رہی تھی کہ وہ واقعی تھک چکا ہے۔ اس کے لب کپکپا رہے تھے۔ ارباز کے برابر کھڑی سکھاں جانے لگی تو ارباز نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"رک جا سکھاں دھیی۔"

ارباز کے کہنے پر وہ رک گئی تھی۔ ارباز اپنے کچے کمرے کی طرف چل پڑے تو عائث اور سکھاں بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔ گائے بہت پہلے ہی کمرے میں پہنچ چکی تھی۔ اور اب سکون سے ایک دیوار سے لگی منہ چلا رہی تھی۔ کمرے میں ویسے تو ایک چھوٹا

زیرو سائیز والا بلب لگا ہوا تھا۔ لیکن آج بارش کی وجہ سے بجلی نہ ہونے کے باعث کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔ ہر تھوڑی دیر بعد بجلی چمکتی تو کچے کمرے کے لکڑی کے بوسیدہ دروازے سے ہلکی سی روشنی آتی۔ سکھاں نے مٹی کا دیا جلایا تو کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی ہو گئی۔

ارباز نے ایک گہرا سانس لیا اور عائث کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ شاید بارش کا پانی چلا گیا تھا آنکھوں میں یا پھر اُنہیں آنکھوں سے نکلے کچھ آنسوؤں تھے۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"خاموش مت ہوں چاچا۔ کہہ دیں ایک ہی سانس میں سب کچھ، نہیں تو میرا دل رک جائے گا۔"

اس کی التجا ارباز کا دل چیر گئی تھی۔ اور پھر جب انہوں نے بولنا شروع کیا تو وہ واقع نہیں رکے تھے۔

ماضی:

آج شاہوں کی حویلی میں جشن کا سماں تھا۔پوری حویلی کو دلہن کی طرح سجایا جارہا تھا۔ سعدیہ بیگم کے پاؤں زمین پر ٹک کر نہیں دے رہے تھے۔ٹکتے بھی کیسے آخر آج ان کے اکلوتے چھوٹے بھائی قاسم شاہ کی شادی تھی۔بھائی بھی وہ جو اپنے گاؤں کا سردار تھا۔وہ اس شادی میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چاہتی تھیں۔ملازموں کی پوری فوج ان کے حکم کی تعمیل میں لگی ہوئی تھی۔لیکن پھر بھی وہ خود ہر تھوڑی دیر بعد جا کر سارے انتظامات دیکھ رہی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بیگم صاحبہ زرا ہمیں بھی تھوڑا وقت دے دیں۔ہم بھی آپکی توجہ کے منتظر ہیں۔"

نیاز شاہ اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے سعدیہ بیگم کے قریب آکر بولے۔

"ارے شاہ سائیں!آپ دیکھ تو رہے ہیں کہ ہزاروں کام ہیں مجھے'آپ بھی نہ بس۔"

سعدیہ بیگم چڑتے ہوئے تیکھے لہجے میں بولیں تو نیاز شاہ یکدم سنجیدہ ہوئے۔

"سعدیہ بیگم! رشتوں میں توازن رکھنا سیکھیئے۔اگر رشتوں میں ایک بار توازن بگڑ جائے تو رشتے بھی بکھرنے لگتے ہیں۔"

نیاز شاہ سنجیدہ لیکن نرم آواز میں بولتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تھے۔سعدیہ بیگم نے کوفت سے سر جھٹکا۔

"توبہ ہے ایک توان کے فلسفے ختم نہیں ہوتے۔بس اپنی پڑھائی کا رعب جھاڑنا ہو تو ان کوئی ان سے سیکھے۔"

سعدیہ بیگم جاہلانہ انداز میں کہتی ہوئیں پھر سے اپنے کام میں متوجہ ہو گئیں تھیں۔

سعدیہ بیگم اور قاسم شاہ ہارون شاہ کی اولادیں تھیں۔ہارون شاہ اپنے گاؤں کے نیک اور انصاف پسند سردار تھے۔یہ گاؤں سکھر سے تقریباً دو گھنٹے کی مسافت پر واقع تھا۔

اندرونِ سندھ میں ہونے کی وجہ سے گاؤں میں کثیر تعداد سندھیوں کی تھی۔ہارون شاہ کی مادری زبان بھی سندھی تھی۔اور وہ اپنی زبان اور اس کی روایات کی لاج رکھتے ہوئے ہر فیصلہ گاؤں کے امیر غریب کا فرق مٹا کر کرتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ گاؤں کے لوگ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔سعدیہ بیگم انیس اور قاسم شاہ سترہ سال کا تھا جب ہارون شاہ کی وفات ہوئی۔اور سعدیہ بیگم جو اپنے بچپن میں ماں کے چل بسنے کے بعد خود سے صرف دو سال چھوٹے قاسم شاہ کو ماں بن کر پال رہی تھیں اب ہارون شاہ کی وفات نے ان کو قاسم شاہ کے لیے کچھ اور حساس کر دیا تھا۔وہ ان کی آنکھوں کا تارہ تھا۔انہوں نے قاسم شاہ کی ماں اور باپ بننے میں کوئی کثر نہیں چھوڑی تھی سوائے قاسم شاہ کی اچھی تربیت کرنے کے۔قاسم شاہ سونے کا چمچ منہ میں لے کر پیدا ہونے والا بچہ تھا۔اور ایسے بچوں کی خاص طور پر تربیت کرنی ہوتی ہے تا کہ وہ غرور جیسے مرض میں مبتلا نہ ہو جائیں۔اور یہیں سعدیہ بیگم چوک گئیں تھیں۔قاسم شاہ دولت کے نشے میں ڈوب کر عیاش طبیعت کا مالک بنتا جا رہا تھا۔اس دنیا میں اگر انہیں کوئی خود سے بھی زیادہ عزیز تھا تو وہ سعدیہ بیگم تھیں۔

سعدیہ بیگم بائیس سال کی تھیں جب ساتھ والے گاؤں سے ہارون شاہ کے چچازاد بھائی کے بیٹے نیاز شاہ کا رشتہ آیا۔ نیاز شاہ پڑھے لکھے اور سمجھدار انسان تھے۔ جب کے ان کے بر عکس سعدیہ بیگم خوبصورت لیکن مغرور طبیعت کی مالک تھیں۔ اور پھر کچھ دنوں بعد سعدیہ بیگم حویلی سے رخصت ہو کر نیاز شاہ کے گھر دوسرے گاؤں چلی گئیں۔ لیکن حویلی پر ان کا اختیار آج بھی اتنا ہی تھا۔ قاسم شاہ کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت ان سے مشورہ لینا نہیں بھولتے تھے۔ شروع میں تو سعدیہ بیگم نیاز شاہ کے ساتھ اچھے انداز میں پیش آئیں، لیکن پھر آہستہ آہستہ ان کی ہر بات میں قاسم شاہ شامل ہو گیا۔ ان کی ہر بات قاسم شاہ سے شروع ہوتی اور قاسم شاہ پر ہی ختم ہوتی تھی۔ نیاز شاہ چڑنے لگے۔ اکثر ان کو ٹوک بھی دیتے لیکن ان کا ٹوکنا ان کے درمیان لڑائی کی صورت اختیار کر جاتا تھا۔ نیاز شاہ کو شادی کے کچھ عرصے بعد ہی سمجھ آگئی تھی کہ سعدیہ بیگم کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے انہیں قاسم شاہ کو برداشت کرنا ہو گا۔ اور پھر وہ سعدیہ بیگم کی قاسم شاہ کی رٹ کے عادی ہوتے گئے۔ اور ان کے درمیان لڑائیاں بھی نہ ہونے کے برابر رہ گئیں تھیں۔

نیاز شاہ کی سمجھداری اور سلجھے ہوئے مزاج کے باعث ان کا رشتہ تو مظبوط ہو گیا تھا۔ لیکن شادی کے پانچ سال گزر جانے کے بعد بھی دونوں اولاد کی خوشی سے محروم تھے۔

....

قاسم شاہ اپنے خاص ملازم ارباز کے ساتھ گاؤں سے کچھ دور ایک جنگل میں شکار پر آیا ہوا تھا۔ جیپ کچی سڑک پر کھڑی تھی۔ جب قاسم شاہ اپنے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے ارباز کی طرف مڑا۔

''ارباز پانی کہاں ہے؟ مجھے پیاس لگ رہی ہے۔''

قاسم شاہ کے کہنے پر اس کو یاد آیا کہ پانی کی بوتلیں تو جیپ میں ہی رہ گئ تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''اوہ شاہ سائیں میں پانی کی بوتلیں تو جیپ میں ہی بھول آیا ہوں۔میں ابھی لے کر آتا ہوں۔''

ارباز نے قاسم شاہ سے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔ارباز دوڑتا ہوا جیپ تک آیا اور اس کا دروازہ کھول کر پانی کی بوتلیں نکالنے لگا جب اس کو پیچھے سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔وہ تیزی سے مڑا تھا۔

''سکینہ تم؟''

ارباز اس کو یہاں دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

''ہاں سائیں، میں۔لیکن لگتا ہے آپ کو خوشی نہیں ہوئی مجھے یہاں دیکھ کر۔''

سکینہ نے ایک ادا سے کہا تھا۔ارباز نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری تھی۔

”میرا یہ مطلب نہیں تھا پگلی۔ پر تجھے یہاں نہیں آنا چاہیئے تھا۔ تمہیں پتا بھی ہے کہ میرے ساتھ وہ عیاش طبیعت سردار بھی ساتھ آیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم پر اس کی گندی نظر پڑے۔“

ارباز نے چاہت بھری نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ قاسم شاہ کے کردار کا وہ ہی تو گواہ تھا۔

”دفع کرو اس زہنی مریض کو، پتا نہیں کس کی قسمت پھوٹے گی اس کے ساتھ۔ اور میں یہاں تجھ سے ملنے نہیں آئی۔“

سکینہ نے پہلے نخوت سے سر جھٹکا اور پھر ارباز سے ناراض لہجے میں بولی۔

”سکینہ ابھی مجھے جانا ہو گا۔ وہ میرا انتظار کر رہا ہے۔ تو بس یہاں سے جا۔“

ارباز نے اس کی ناراضگی کو دیکھ کر بھی انجانا کر دیا۔کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ سکینہ فوراً یہاں سے چلی جائے۔

"جا رہی ہوں ارباز ے' پہلے اپنی بکریاں تو ایک ہی جگہ جمع کر لوں۔"

سکینہ نے دور گھاس چرتی ہوئی بکریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آج بکریاں تم کیوں چرانے آئی ہو؟ چاچا کہاں ہے۔"

ارباز نے حیرت سے سکینہ کے ابا کے بارے میں دریافت کیا۔کیونکہ جنگل میں بکریاں وہی چرانے آیا کرتے تھے۔

"ابا کو آج بخار تھا۔اور تجھے تو پتا ہے میری بھابھیوں کا'ان کو زبر ستی بھیج رہی تھیں تو میں نے کہا کہ میں چرا لاتی ہوں بکریاں۔اس کو آج کے دن تو آرام کرنے دو۔ان سے

میرا اور ابا کا وجود نہیں ہوتا برداشت۔ارباز ے تو بس جلدی چاچی کو میرے گھر بھیج دے۔"

سکینہ بتاتے ہوئے رو پڑی تھی۔اور ارباز کی جان پر بن آئی۔

"تو فکر نہ کر سکینہ، میں آج ہی جا کر اماں سائیں سے بات کرتا ہوں۔اور چاچے کی بھی فکر نہ کر، ان کو بھی تیرے ساتھ ہی اپنے گھر لے آؤں گا۔"

ارباز نے اس کو یقین دلانے والے انداز میں کہا تھا۔تو اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔

"سچ کہہ رہا ہے تو ارباز ے۔۔۔؟"

اس نے پھر سے پوچھا تو ارباز ہنس دیا۔

"بلکل سچ کہہ رہا ہوں پگلی۔چل اب یہ آنسو صاف کر، مجھے تو ابھی یہ حق نہیں ملا۔"

اس نے سکینہ کی آنسوؤں سے بھری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ شرماتے ہوئے منہ نیچے کر کے ایک ہاتھ سے آنسوں صاف کرنے لگی۔

"چل اب جا یہاں سے' دیکھ تیری بکریاں خود ہی جمع ہو گئیں ہیں ایک ہی جگہ۔"

ارباز نے سڑک کے قریب آتی بکریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو واقعی ایک ریوڑ کی صورت آ رہی تھیں۔ سکینہ سر ہلاتے ہوئے بکریوں کی طرف چلی گئی۔ جبکہ ارباز نے مڑ کر ایک نظر اس کو دیکھا اور پھر بھاگتا ہوا جنگل کی طرف گیا جہاں قاسم شاہ مسلسل ٹہل رہا تھا۔

"خیر تو تھی نہ ارباز' اتنی دیر لگا دی گاڑی سے پانی کی بوتلیں لانے میں۔"

قاسم شاہ نے مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر معنی خیز انداز میں ارباز کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو ارباز کا دل دھڑکا تھا۔

"معافی' شاہ سائیں! دراصل خاور چاچا کی بکریوں کا ریوڑ گزر رہا تھا تو اس لیے رک گیا۔"

ارباز نے کہتے ساتھ ہی پانی کی ایک بوتل قاسم شاہ کی طرف بڑھائیں جس کو لینے کی بجائے قاسم شاہ نے اس کا وہی ہاتھ زور سے مروڑا تھا۔

"کون تھی وہ لڑکی؟"

قاسم شاہ کے سوال نے اسے کانپنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"وہ۔۔۔وہ شاہ سائیں وہ میری منگیتر تھی۔"

ارباز نے سر جھکاتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ قاسم شاہ ضرور اس کے دیر کرنے کی وجہ سے اس کے پیچھے گیا تھا اور اس نے یقیناً اس کی ساری باتیں سن لی تھیں۔

" صحیح کہا تم نے' وہ تمہاری منگیتر تھی۔اب نہیں رہی۔"

قاسم شاہ نے لفظ 'تھی' پر زور دیتے ہوئے کہا تو ارباز کو لگا کہ اس کا دل رک جائے گا۔

"نہ سائیں نہ' یہ نہ کریں۔ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ہمارے والدین بھی راضی ہیں۔اب تو بس کچھ ہی دنوں میں شادی ہونے والی ہے۔"

ارباز اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے گڑگڑایا تھا۔قاسم شاہ نے ایک زوردار قہقہ لگایا۔

"تم اور تمہاری پسند کی میری پسند کے سامنے کوئی اہمیت نہیں ارباز ے۔اور تم تو اچھی طرح جانتے ہو کہ جس کلی پر میری نظر پڑ جائے اس کو میں حاصل کر کے رہتا ہوں۔"

قاسم شاہ کی بات پر ارباز کا دل بے اختیار چاہا کہ وہ قاسم شاہ کی زبان کھینچ کر کتوں کے آگے ڈال دے۔ لیکن اس میں یہ ہمت نہیں تھی۔ وہ قاسم شاہ کی ہی عمر کا تھا لیکن قد وجود میں اس سے کہیں چھوٹا اور کمزور تھا۔

”شاہ سائیں! معاف کر دیں مجھے‘ اور بخش دیں سکینہ کو۔ وہ مر جائے گی۔“

ارباز اس کے پاؤں میں گر پڑا تھا۔ قاسم شاہ نے ایک ہاتھ سے اس کے بالوں کو پکڑتے ہوئے اس کا سر اوپر کیا اور اس پر جھکتے ہوئے غرایا۔

”اور اگر تم میرے ڈیرے پر آج رات اپنی اس محبوبہ کو نہ لائے تو پھر تمہاری وہ دس سالہ بہن مر جائے گی۔ سمجھ رہے ہو نہ کہ میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔“

قاسم شاہ نے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے سفاکانہ لہجے میں کہا تھا۔ اور یہاں ارباز کی برداشت جواب دے گئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"زلیل انسان تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری معصوم بہن کے بارے میں یہ سوچنے کی' تمہیں میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ارباز یکدم اپنا سر قاسم شاہ کے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے اس پر جھپٹا تھا۔ جبکہ قاسم شاہ کو اس کی یہ حرکت طیش دلا گئی تھی۔

"تمہاری یہ ہمت کہ تم نے قاسم شاہ کے آگے زبان چلائی۔"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

قاسم شاہ نے اتنا کہنے کے بعد اس کو مکہ مار کر نیچے گرایا اور پھر کافی دیر تک اس پر اپنی شکار کے لیے لائی گئی بندوق اور اپنے بھاری بوٹوں کے ساتھ تشدد کرتا رہا تھا۔ جب تھک کر پیچھے ہوا تو ارباز بے ہوش ہونے کے قریب تھا۔

"اب بولو' آج رات سکینہ کو لا رہے ہو نہ؟"

قاسم شاہ اس کے قریب نیچے بیٹھتے ہوئے زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔ارباز اس وقت خود کو مکمل طور پر بے بس محسوس کر رہا تھا۔

"اور ہاں' اگر تم نے انکار کیا تو صرف سکینہ ہی نہیں اس کے ساتھ تمہاری بہن بھی آئے گی۔اب تم خود ہی سوچ لو کہ سکینہ یا پھر دونوں؟"

قاسم شاہ نے اس کو ایسی جگہ لا کھڑا کیا تھا جس کے دونوں طرف کھائی تھی۔وہ جب گرتے پڑتے گھر پہنچا تو اس کی دس سالہ بہن گھر کے باہر گاؤں کے کچھ اور بچوں کے ساتھ کھیل کود رہی تھی۔اور پھر اس کی نظر گھر سے کچھ فاصلے پر موجود قاسم شاہ کے دو آدمیوں پر پڑی جو مسلسل اپنی غلیظ نظریں دس سالہ عارفہ پر گاڑھے ہوئے تھے۔ اس کی ٹانگوں نے ساتھ دینے سے انکار کیا تو وہ وہیں نیچے گر پڑا۔

"ادا ارباز (ارباز بھائی) کیا ہوا ہے؟"

دس سالہ عارفہ کی نظر اپنے گھر کے دروازے پر گرے ارباز پر پڑی تو وہ بھاگتے ہوئے اس کے پاس آئی تھی۔اس کی آواز سن کر ارباز نے منہ اوپر کر کے اس کو دیکھا جو اپنی بھرپور معصومیت اور بچپنے کے ساتھ اس کے سامنے اپنے بھائی کو زخمی حالت میں دیکھ کر پریشان سی کھڑی تھی۔ارباز کا دل کٹ کر رہ گیا۔

”عارفہ ادی! جا‘گھر جا۔“

اس نے بہن کو سختی سے گھر بھیجنا چاہا لیکن وہ نہیں گئی تھی۔

”ادا تو بھی چل نہ گھر‘ یہاں کیوں لیٹا ہے؟دیکھ تیرا خون بھی بہہ رہا ہے۔“

اب اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں۔وہ دس سالہ معصوم اس کے جسم پر لگے جا بجا خون اور مٹی کے نشانات دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ارباز نے خود کو دیوار کا سہارا لے کر بمشکل کھڑا کیا اور عارفہ کا ہاتھ پکڑ کر ارد گرد دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں بولا۔

"ادی (بہن) آئندہ تو گھر سے باہر کھیلنے نہیں جایا کرے گی۔"

ارباز بولتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور پھر گھر کے دروازے کی کنڈی لگا دی۔

"پر کیوں ادا؟ میں تو روز کھیلتی ہوں۔"

عارفہ حیرت اور پریشانی سے بولی تھی۔اس کو گھر سے باہر چھوٹی سی کچی گلی میں اپنی سہلیوں کے ساتھ کچی مٹی میں کھیلنا اچھا لگتا تھا۔نہ جانے کیوں اس کا ادا اس کو اب گھر سے باہر جا کر کھیلنے سے منع کر رہا تھا۔

"میں نے کہہ دیا نہ ایک بار کہ اب تو باہر نہیں جایا کرے گی تو پھر بحث کیوں کر رہی ہے مجھ سے؟"

اس بار وہ غصے سے چیخ پڑا تھا۔اس کی آواز سن کر حلیمہ کچے کمرے سے نکل کر باہر آئی تو ار باز کی حالت دیکھ کر دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا۔

"یہ کیا ہو گیا ار بازے' کس نے کیا تیرا یہ حال میرے لال۔"

حلیمہ روتی ہوئی آگے بڑھی اور ار باز کا ہاتھ پکڑ کر اس پر بوسہ دیتی ہوئی اتاؤلی ہو کر بولی تھی۔

"اماں سائیں پریشان نہ ہوں ساتھ والے گاؤں کے ایک آدمی کی قاسم شاہ سے منہ ماری ہو گئی تو مجھے بیچ میں آنا پڑا۔یہ اسی کا نتیجہ ہے۔"

اس وقت اس نے بڑی مشکل سے حلیمہ کو تسلی دی اور پھر شام تک سوچ سوچ کر اس کا دماغ پھٹنے کے قریب ہو گیا تھا۔پولیس سے مدد لینا بے کار تھا کیونکہ اس گاؤں میں پولیس ہر کام قاسم شاہ کے حکم سے کرتی تھی۔اس گاؤں سے بھاگنا بھی ناممکن تھا کہ قاسم شاہ نے پہلے اپنے آدمی اس کے گھر کے باہر نگرانی پر کھڑے کر دیے تھے۔اور

یقیناً گاؤں سے باہر جانے والے راستے پر بھی اس کے آدمی موجود ہوں گے۔ وہ خود کشی کرنے کا بھی سوچ چکا تھا لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس صورت میں سکینہ کے ساتھ یقیناً عارفہ بھی محفوظ نہیں تھی۔ اس کے مرنے کے بعد قاسم شاہ کو اس کا سکینہ مل جانے کی صورت میں عارفہ کو بخش دینے والا وعدہ یاد دلانے والا کوئی نہیں تھا۔ اور پھر اس پر بہن کی محبت سکینہ کی چاہت پر غالب آگئی تھی۔ اور بلآخر ارباز نے قاسم شاہ سے ہار مان لی تھی۔ اور شام کے وقت وہ قاسم شاہ کے پاس جا کر اس کے سامنے گڑگڑا کر اس سے یہ منوا چکا تھا کہ وہ سکینہ کو زندہ سلامت چھوڑ دے گا اور یہ بھی کہ وہ سکینہ کو یہ نہ بتائے کہ ارباز کو اس کی بربادی کا پہلے سے ہی علم تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

....

سکینہ اس کے سامنے گڑگڑا رہی تھی' اس کو سارے جہاں کے مالک کے واسطے دے رہی تھی۔ لیکن قاسم شاہ فرعون بن چکا تھا۔ اس نے درندگی کی ہر حد عبور کی تھی۔ سکینہ کی لاکھ بھیک میں اس کی عزت بخش دینے کی منتوں کی پرواہ کیے بغیر اس نے اپنے نفس کو تسکین پہنچائی اور پھر صبح منہ اندھیرے اپنے آدمیوں سے کہہ کر اس کو

ڈیرے سے کافی فاصلے پر پھینکوا دیا۔البتہ اس نے ساتھ ہی ایک احسان اس پر یہ بھی کر دیا تھا کہ اپنے آدمیوں کو سختی سے منع کر دیا کہ وہ سکینہ کو کسی سنسان جگہ چھوڑ کر اس کا فائدہ اٹھائے بغیر فوراً واپس آئیں گے۔

اور جب سکینہ صبح کی ہلکی روشنی میں اپنا سب کچھ گنوا کر گھر پہنچی تو وہاں ایک کہرام مچا ہوا تھا۔صحن کے بیچ و بیچ اس کا باپ سفید چادر اوڑھے دنیا کے ہر غم سے آزاد ابدی نیند سو رہا تھا۔جبکہ اس کی بھابیاں اپنے سسر کی چارپائی کے ارد گرد بیٹھ کر اپنا سینہ پیٹتے ہوئے بین کر رہی تھیں، ساتھ ہی سکینہ کو بھی کوس رہی تھیں جس کے گھر سے بھاگ جانے کی وجہ سے اس کا باپ مرا تھا۔

اور پھر اس دن سے گاؤں میں سکینہ کے کئی نام مشہور ہو گئے تھے جس میں سے سرِ فہرست بد کردار اور منحوس شامل تھے۔اس کی سہیلوں نے اس سے ملنا چھوڑ دیا تھا اور جو ملنا چاہتیں ان کے والدین اجازت نہ دیتے۔اس کی بھابیوں نے اس کو گھر کے کام کرنے سے منع کر دیا تھا اور اس کو کمرے سے بلا ضرورت نکلنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔کیونکہ بھابیاں نہیں چاہتی تھیں کہ اس کا سایا بھی ان کے بچوں پر پڑے اور وہ

بھی سکینہ کی طرح بدکردار ہو جائیں۔ جبکہ بھائی تو اس کی شکل دیکھنے کے بھی روادار نہیں تھے۔ وہ سارا دن اپنے کمرے میں ایک چارپائی پر پڑی رہتی اور چھت کو گھورتی رہتی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ مر جائے لیکن وہ اتنی بھی بزدل نہ تھی کہ خودکشی کر لیتی۔ سکینہ اکثر سوچتی کہ اس کے بھائیوں نے اس کو غیرت کے نام پر قتل کیوں نہ کر دیا۔

اور پھر ایک دن اس کا بڑھا ہوا پیٹ دیکھ کر اس کی بڑی بھابھی نے عجیب نظروں سے اس کو دیکھا اور پھر جا کر اپنی دیورانی کو بتایا تو وہ بھی بھاگی بھاگی آئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"یہ کیا ہے۔۔۔؟"

چھوٹی بھابھی بڑی کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی تیز تھی لیکن اس وقت سکینہ کو لگا کہ اس نے نہایت ہی بے وقوفانہ سوال کیا ہے۔

"میں تو تمہیں بڑا سمجھدار سمجھتی تھی بھابھی، مجھے تم سے اتنا فضول سوال کرنے کی امید نہیں تھی۔"

سکینہ نے استہزائیہ ہنسی ہنستے ہوئے چھوٹی بھابھی کی آنکھوں میں اپنی خالی اور خشک آنکھیں گاڑھ کر کہا تو دونوں بھابیوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

”ناجائز بچہ پل رہا ہے میرے پیٹ میں۔“

سکینہ نے بے حسی کی انتہا ہی تو کردی تھی۔اس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔ جبکہ دونوں بھابیوں نے ایک ساتھ اپنے منہ پر ہاتھ رکھا تھا۔اور پھر اس دن کے بعد انہوں نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ سکینہ کی کوکھ میں پلتے وجود کو کسی بھی طرح اس دنیا میں آنے سے روک سکیں۔وہ اس بات کو بھول چکی تھیں کہ زندگی اور موت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔اگر وہ کسی کو اس دنیا میں لانا چاہتا ہے تو پھر کسی میں اتنی طاقت نہیں کہ اس آنے والے کو روک سکے۔وہ لوگ سکینہ کو جس بھی دائی یا ڈاکٹر کے پاس لے گئے سب نے ایک ہی جواب دیا تھا کہ اب دیر ہو چکی ہے۔اگر انہوں نے اس بچے کو ختم کرنے کی کوشش کی تو سکینہ کی جان جانے کا خطرہ ہے۔

سکینہ کی بھابھیاں تو یہی چاہتی تھیں کہ ایک ساتھ دونوں مصیبتوں سے جان چھوٹ

جائے لیکن ڈاکٹرز نے سختی سے انکار کر دیا۔اور پھر کچھ مہینوں بعد سکینہ نے ایک بچے کو جنم دیا۔ جس کا نام نا جانے کیا سوچ کر اس نے دلدار رکھا تھا۔وہ جانتی تھی کہ دلدار اس کی بھابیوں کی آنکھوں میں کانٹوں کی طرح چبتا ہے اسی لیے ہر وقت سائے کی طرح اس کے ساتھ رہتی تھی۔

دلدار تین مہینے کا تھا جب حلیمہ ایک بار پھر ارباز کے لیے سکینہ کا رشتہ لے آئی تھی۔ دونوں بھابیاں حیرت سے سکینہ کو گھور گھور کر دیکھ رہی تھیں۔ لیکن جب حلیمہ نے شرط رکھی کہ وہ دلدار کو نہیں اپنائے گی تو سکینہ نے صاف انکار کر دیا اور پھر اسی شام ارباز چلا آیا۔

”سکینہ تم میری بات کا یقین کرو میں شادی کے کچھ ہی دنوں بعد دلدار کو لے آؤں گا۔ تب تک دیکھنا تم‘اماں سائین مان جائیں گی۔بس ابھی شادی کے لیے ہاں کر دو۔اماں سائین نے مجھے چند دنوں کی مہلت دی ہے اگر تم نہ مانیں تو وہ کسی اور سے میری شادی کروا دیں گی۔“

ارباز نے اس سے نظریں چراتے ہوئے التجا کی تھی۔آج ان دونوں نے پورے ایک سال بعد ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

''تو کرلے شادی ارباز ے'میرا انتظار نہ کر۔میں آئی تو اپنے ساتھ ہی دلدار کو بھی لے کر آؤں گی۔مجھے میری بھابھیوں پر تھوڑا سا بھی بھروسا نہیں ہے۔''

سکینہ نے انکار کرتے ہوئے وہاں سے جانا چاہا لیکن ارباز اس کے راستے میں آگیا۔

''سکینہ مان جا'میں تجھ سے وعدہ کررہا ہوں کہ شادی کے دوسرے دن ہی دلدار کو خود جا کر لے کر آؤں گا۔''

ارباز کے الفاظ اور لہجے کے ساتھ آنکھوں میں بھی التجا تھی۔

''لیکن میں پھر بھی تیرے ساتھ شادی نہیں کرسکتی ارباز۔میں تیرے گاؤں ہی نہیں جانا چاہتی۔''

اس کی آنکھوں کے سامنے قاسم شاہ کا مکروہ چہرہ آیا تھا۔اور اسی لمحے ارباز نے سر نیچے کیا۔وہ جانتا تھا کہ سکینہ قاسم شاہ کی وجہ سے منع کر رہی تھی۔ لیکن وہ زیادہ دیر اپنی بات پر قائم نہ رہ سکی تھی۔ارباز نے منتیں اور واسطیں دے کر اس کو منا لیا تھا۔اور پھر کچھ دن بعد ہی وہ بھابھیوں کو اس بات پر راضی کر کے کہ 'صرف ایک دن دلدار کو سنبھال لیں'، ارباز کے سنگ اس کے گاؤں چلی آئی۔

•••••••••••••••

سکینہ کا رو رو کر برا حال تھا۔ارباز اسے سنبھالنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ناجانے کیسے ارباز نے حلیمہ کو منا لیا تھا کہ انہوں نے دلدار کو یہاں لے آنے کی اجازت دے دی تھی۔سکینہ ارباز کے ساتھ ساتھ خوشی خوشی دلدار کو لینے بھائیوں کے گھر آئی تھی۔لیکن یہاں آنے پر جو خبر اس کی منتظر تھی اس نے سکینہ کو ادھ موا کر دیا تھا۔اس کے بڑے بھائی نے بتایا کہ دلدار کو آج صبح ہی ایک گھر آئی فقیرنی اغوا کر کے لے گئی ہے۔اس وقت دونوں بھابھیاں گھر کے کاموں میں اور بھائی اپنے جانوروں کی دیکھ

NEW ERA MAGAZINE.com Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بھال میں مصروف تھے۔ یہ اطلاع انہوں نے اتنی ہی بے حسی سے سکینہ کو دی تھی جتنی بے حسی سے دلدار کو خود اس فقیرنی کے حوالے کیا تھا۔ اور پھر کئی مہینوں تک ارباز نے کئی گاؤں اور قریبی قصبوں کی خاک چھانی تھی لیکن دلدار کو نہ ملنا تھا وہ نہ ملا۔ البتہ اس دوران سکینہ کی حالت ایسی تھی کہ وہ نہ زندوں میں شمار ہوتی اور نہ مردوں میں۔ اور پھر ایک سال بعد جب اس کو ایک بار پھر ماں بننے کی خبر ملی تو اس نے آنے والے کی خاطر اپنے غم کو دل میں دبا لیا اور وقتی طور پر خود کو سنبھال لیا۔

....

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سعدیہ بیگم قاسم شاہ کی طبیعت کو اچھی طرح جانتی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ خود اپنے لیے کوئی لڑکی پسند کرتا انہوں نے خود ہی قاسم شاہ کا رشتہ دیکھنا شروع کر دیا۔ اور پھر یہ سوچ کر کہ 'غریب گھر کی لڑکی ان کے قابو میں رہے گی اور ان کے حویلی پر اختیارات نہیں چھینے گی' وہ اپنے گاؤں کی بیس سالہ بتول کے مٹی سے بنے کچے گھر میں جا کر ان کو قاسم شاہ کے نام کی انگوٹھی پہنا کر آ گئیں۔ اور اس کے ٹھیک دو مہینے بعد آج وہ بتول کے گھر قاسم شاہ کی بارات لے کر جا رہی تھیں۔

اور پھر اسی شام بتول نے قاسم شاہ کی بیوی اور گھر کی نئی مالکن کی حیثیت سے شاہوں کی اس حویلی میں پہلی بار قدم رکھا تھا۔ وہ بتول سے بی بی سائین بن گئیں تھیں۔ اس کا استقبال شاہ خاندان کی کچھ خواتین کے ساتھ حویلی کی تمام ملازماؤں نے پر جوش انداز میں کیا تھا۔ جبکہ سعدیہ بیگم نے یہ تکلف کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

اور پھر شادی کی پہلی رات ہی اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ یہاں بس ایک کٹھ پتلی بن کر رہنے آئی ہے۔ کیونکہ کمرے میں میں آتے ہی پہلی بات قاسم شاہ کے منہ سے سعدیہ بیگم کے نام سے ہی نکلی تھی۔ اس ایک جملے نے بتول کو اچھی طرح باور کروا دیا تھا کہ اس کا حق بس اسی کمرے تک ہے۔ وہ بس اسی کمرے کی مالکن ہے۔ حویلی کی مالکن شروع سے لے کر تا حیات سعدیہ بیگم ہی رہنے والی تھیں۔ اور صرف یہی بات ہوتی تو بتول کو خوشی خوشی قبول تھی۔ لیکن اس کو اپنے شوہر کے کردار کا اس کے منہ سے بات کرتے دوران نکلتی شراب کی بدبو سے ہی معلوم ہو گیا تھا۔

شادی کے شروع کے کچھ دنوں میں تو اس نے پیار سے قاسم شاہ کو ان برائیوں سے دور کرنے کی کوشش کی،لیکن جب ایک دن بتول کی اسی بات پر غصے میں آکر اس نے بتول کو دھکا دیا جس کی وجہ سے اس کا سر میز کے کونے سے ٹکرا کر پھٹا تو اس کو اندازہ ہو گیا کہ وہ اپنا سر قاسم شاہ سے مار کھا کھا کر ٹکرے ٹکرے کروا لے پھر بھی قاسم شاہ راہ راست پر نہیں آئے گا۔جب تک کہ اللہ اسکو خود ہدایت نہ دے۔اور پھر اس نے اپنی ہر نماز میں پابندی سے قاسم شاہ کی ہدایت کی دعائیں مانگنا شروع کر دیں تھیں۔

•••••••••••••••

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بتول بیگم کو کچھ دنوں سے خود میں تبدیلی سی محسوس ہو رہی تھی۔کچھ کھاتیں تو اسی وقت اگل دیتیں،ہر وقت ان پر غشی سی طاری رہتی تھی۔سعدیہ بیگم حویلی آئیں تو انہوں نے محسوس کیا کہ بتول بیگم کچھ بدلی بدلی سی ہیں۔وہ سمجھ گئیں تھیں۔اور پھر ان کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے۔

”نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ لوگ کیا کہیں گے اور خاص طور پر میرے سسرال والے، کہ میری شادی کو پانچ سال ہو گئے ہیں اور میں ابھی تک ان کے خاندان کو ایک وارث نہیں دے سکی جبکہ اس کو آئے ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے اور یہ ماں بننے جارہی ہے۔“

سعدیہ بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ بتول کو ہی اس دنیا سے غائب کر دیتیں۔ یہ تو ان کی اچھی قسمت تھی کہ قاسم شاہ کو اپنے باپ بننے کا معلوم ہو گیا۔ وہ اپنے وارث کے آنے کی خوشی میں اس قدر سرشار تھے کہ انہوں نے پورے گاؤں میں مٹھائی بٹوائی تھی۔ بتول بیگم بھی بہت خوش تھیں لیکن پھر شاید ان کی خوشیوں کو نظر لگ گئی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھیں جب سعدیہ بیگم اور قاسم شاہ ایک ساتھ کمرے میں آئے۔

”کیسی ہو بتول؟“

سعدیہ بیگم ان کے پاس بیٹھتے ہوئے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے پیار سے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں سعدیہ باجی' آپ کیسی ہیں؟"

بتول بیگم نے اپنی حیرت چھپاتے ہوئے جواب دیا۔اس دوران قاسم شاہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے صوفے پر براجمان تھے۔اور خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہے تھے۔

"ارے میں ٹھیک بھی ہوں اور خوش بھی' اسی لیے تو تمہارے پاس آئی ہوں تمہیں تاکید کرنے کے لیے۔"

سعدیہ بیگم کے چہرے پر واقعی فاتحانہ خوشی رقص کر رہی تھی۔

"کیسی تاکید سعدیہ باجی؟"

بتول کے حیرت سے پوچھنے پر سعدیہ بیگم بڑی ادا سے ہنس دیں۔

"یہی کہ اب سے تم اپنا بہت سارا خیال رکھو گی۔ وقت پر کھانا کھاؤ گی۔ بلا ضرورت بیڈ سے نہیں اترو گی۔ ہر وقت تمہارے ساتھ ایک ملازمہ موجود رہے گی۔ میں کرتی ہوں آج بختاں مائی سے بات' کہ ارباز کی بیوی کو لے آئے۔ ہمارے ملازموں کی بیویاں بھی ہماری ملازمائیں ہیں۔ لیکن یہ تو کچھ زیادہ ہی نخرے دکھا رہی ہے۔"

سعدیہ بیگم نے پہلے پیار سے بتول بیگم کو کہا اور پھر بختاں مائی کی بات یاد آتے ہی نخوت سے کہا۔ کچھ دن پہلے ہی تو انہوں نے بختاں مائی سے کہا تھا کہ وہ ارباز کی بیوی کو لے آئے۔ لیکن بختاں مائی نے بتایا کہ سکینہ پردہ کرتی ہے اور ارباز نے بھی اس کو حویلی میں کام کرنے سے منع کیا ہے۔

"ارباز سے میں خود بات کر لوں گا باجی' آپ فکر مت کریں۔"

قاسم شاہ نے مونچھوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔ جبکہ بتول بیگم ان ساری باتوں پر غور کیئے بغیر ابھی تک سعدیہ بیگم کے الفاظ اور ان کے اپنے ساتھ اتنے میٹھے رویے سے پریشان تھی۔

''ہاں ہاں ضرور بات کریں آپ بھائی، میں نہیں چاہتی کہ میری بھابھی یا پھر میری آنے والی اولاد کا خیال نہ رکھنے وجہ سے انہیں کچھ بھی ہو۔''

سعدیہ بیگم نے بتول بیگم کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تھا۔ اور یہاں بتول بیگم کو لگا کہ شاید انہوں نے سننے یا سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ لیکن ایسا نہیں تھا سعدیہ بیگم نے بڑے فخر سے انہیں بتایا کہ بتول بیگم کی کوکھ میں پلنے والی یہ اولاد اس دنیا میں آنے کے بعد سعدیہ بیگم کی اولاد کہلائے گی۔ اور جب بتول بیگم نے قاسم شاہ کی طرف دیکھا تو انہوں نے بھی مسکراتے ہوئے اپنی بڑی بہن کی بات کی تائید کی۔ اور پھر وہ دونوں بہن بھائی بتول بیگم کے اندر طوفان برپا کر کے پر سکون انداز میں کمرے سے باہر سے چلے گئے۔

....

ارباز کو قاسم شاہ کے ایک ملازم نے قاسم شاہ کا پیغام دیا تو وہ چونک پڑا۔ پچھلے دو سال سے قاسم شاہ نے ارباز کو اپنے خاص ملازم کی صف سے خارج کر دیا تھا۔اور اس کو ایک چھوٹی سی زمین کا ٹکڑا دے کر اس کی کھیتی باڑی پر معمور کر دیا تھا۔اس طرح وہ قاسم شاہ کے ہر معاملے سے دور رہتا لیکن آج قاسم شاہ کے بلاوے نے اس کو حیران کے ساتھ پریشان بھی کر دیا تھا۔اس کا خیال یکدم عارفہ کی طرف گیا۔اور یہیں ارباز کا دل پھر سے رکنے لگا تھا۔ لیکن جب وہ قاسم شاہ کے پاس گیا تو اس کا ڈر یکدم دور ہو گیا تھا۔

"سنا ہے تم نے اپنی بیوی کو حویلی میں کام کرنے سے منع کر دیا ہے۔"

قاسم شاہ نے حسبِ عادت اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ارباز کو مسکراتی نظروں سے گھور کر کہا۔

"جج شاہ سائیں! وہ پردہ کرتی ہے اس لیے کہیں آتی جاتی نہیں۔"

ارباز نے سر جھکاتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا تو قاسم شاہ نے قہقہ لگایا۔

"او دیوانے تجھے کیا میں بے وقوف دکھائی دیتا ہوں۔میں جانتا ہوں کہ تو اپنی بیوی کو مجھ سے چھپانا چاہتا ہے۔لیکن تو فکر مت کر ارباز ے' تیری اس باپردہ بیوی کا میں نے کیا اچار ڈالنا ہے۔سنا ہے بڑی کالی اور سوکھی سی ہے۔بھلا میں اس جلی ہوئی لکڑی کا کیا کروں گا۔"

قاسم شاہ نے خباثت نے ہنستے ہوئے ارباز کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"کل سے تیری بیوی پردے میں ہی سہی لیکن حویلی آئے گی۔اور ہاں ارباز ے' تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نہ سننے کا عادی نہیں ہوں۔اب دفع ہو جا یہاں سے۔"

قاسم شاہ نے اب کی بار حقارت سے اس کو دروازے کی طرف جانے کا اشارہ کیا تو ارباز تیزی سے واپس پلٹا۔

"ویسے تیرا وہ عشق تو تجھے اب یاد بھی نہیں ہو گا نہ ارباز ے؟ جبھی تو تم نے دوسری لڑکی سے شادی کر لی اس کلموہی کو چھوڑ کر۔ لیکن میں سمجھ سکتا ہوں۔ تیرا بھی کوئی قصور نہیں' اب بھلا آنکھوں دیکھی مکھی کون نگلتا ہے۔"

قاسم شاہ کی بات نے اس کے دل پر تیر کی طرح وار کیا تھا۔اور اس کے بعد وہ بھاگتا ہوا ڈیرے سے نکلا۔جب کہ پیچھے قاسم شاہ کھل کر ہنس پڑا تھا۔

....

بتول بیگم نے اپنی ایک ملازمہ بختاں مائی کی مدد سے ساری حقیقت نیاز شاہ کے گوش گزار کی تو نیاز شاہ سعدیہ بیگم اور قاسم شاہ کے اس قدر ظلم پر خاموش نہ رہ سکے۔انہوں نے سعدیہ بیگم کو اس قدر سختی سے بتول کی کوکھ اجاڑنے سے منع کیا کہ ہمیشہ اپنی ہر

جائز ناجائز بات منوانے والی سعدیہ بیگم چپ رہ گئی تھیں۔وہ کچھ کہتی بھی کیسے کہ نیاز شاہ نے انہیں طلاق دے دینے کی دھمکی دی تھی۔سعدیہ بیگم نے قاسم شاہ کو آکر ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو دور کہیں قاسم شاہ کے دل میں ایک عجیب سی خوشی ابھری تھی۔ شاید وہ بھی بہن کی محبت میں مجبور ہو کر انہیں اپنی پہلی اولاد سونپ رہے تھے۔

انہی دنوں نے ارباز کی بیوی سکینہ بھی پردے میں حویلی آنے لگی تھی۔سکینہ بتول بیگم سے پہلی بار ملی تو اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ بتول بیگم بہت نیک اور صابر خاتون ہیں۔اور یہی وجہ تھی کہ قاسم شاہ کے لیے دل میں موجود نفرت کا شکار انہوں نے بتول بیگم کو نہیں ہونے دیا تھا۔وہ بتول بیگم کے ساتھ مخلص تھیں۔اور پھر انہی دنوں سکینہ کو بتول بیگم کچھ چپ چپ سی اور پریشان دکھنے لگیں۔

”خیر تو ہے بی بی سائین؟آپ بڑی پریشان سی لگ رہی ہیں مجھے۔“

بلآخر آج سکینہ نے بتول بیگم سے پوچھ ہی لیا تھا۔

”ہاں سکینہ ! میں واقعی پریشان ہوں۔دعاکرو کہ میری یہ پریشانی حل ہو جائے۔“

بتول بیگم نے گہری سانس لیتے ہوئے اداسی سے کہا۔

”بی بی سائین اگر آپ مجھے اپنی پریشانی بتادیں تو شاید میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں۔“

سکینہ نے بہت خلوص سے کہا تو بتول بیگم کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

”سکینہ ‘شاہ سائیں کہتے ہیں کہ مجھے میری جائیداد کا وارث چاہیئے۔تم بتاؤ اگر بیٹی ہوئی تو میں کیا کروں گی۔“

بتول بیگم کی بات نے سکینہ کو بھی پریشان کر دیا تھا۔وہ قاسم شاہ کی اصلیت سے واقف تھی۔اگر اس کو پہلی اولاد بیٹا چاہیے تھا تو مطلب وہ اپنی بات سے کبھی نہیں ہٹے گا۔

”آپ پریشان نہ ہوں بی بی سائین۔کیا پتا واقعی اللہ تعالی آپ کو بیٹے سے نواز دے۔“

سکینہ نے تسلی دی تو بتول بیگم نے بھی اس بات میں سر ہلا دیا اور اس طرح کچھ دنوں تک بتول بیگم پر سکون ہو گئیں۔ لیکن یہ سکون کچھ دنوں کا ہی تھا۔بتول بیگم نماز پڑھ کر اب دعا مانگ رہی تھیں جب قاسم شاہ کمرے میں داخل ہوئے۔بتول بیگم نے دعا مانگ کر منہ پر ہاتھ پھیرا اور بیڈ پر آ بیٹھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”تم سے ایک بات پوچھوں بتول؟“

آج پہلی بار تھا جب قاسم شاہ نے بتول سے اجازت چاہی تھی۔

”جی شاہ سائیں! ضرور پوچھیں۔“

بتول بیگم نے حیرت اور خوشی سے ملے جلے تاثرات کے ساتھ کہا۔

"تم دعا میں کیا مانگتی ہو؟"

ان کا سوال بتول بیگم کو حیران کر گیا تھا۔

"میں ہم سب کی اللہ تعالی سے ہدایت اور اپنی آنے والی اولاد کی خیریت مانگتی ہوں۔"

بتول بیگم نے دھیمی آواز میں جواب تو قاسم شاہ نے سر ہلا دیا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں اپنے بیٹے کا نام اپنے بابا سائیں کے نام پر رکھوں گا۔ہارون شاہ۔"

قاسم شاہ کو جیسے یقین تھا کہ ان کی آنے والی اولاد بیٹا ہی ہو گی۔

"کیا پتا بیٹی ہو شاہ سائیں۔"

بتول بیگم نے ڈرتے ڈرتے کہا تھا۔ قاسم شاہ یکدم اپنے پرانے روپ میں آیا۔

''خبر دار جو آئندہ یہ بات منہ سے نکالی۔ قاسم شاہ کی پہلی اولاد بیٹا ہونا چاہئیے۔ اگر بیٹی ہوئی تو اس کے ساتھ تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ آگئی سمجھ؟''

قاسم شاہ کا ہاتھ اٹھتے اٹھتے رہ گیا تھا۔

''شاہ سائیں! اگر آپ چاہیں تو میں اسپتال جا کر شیشہ لگوا آؤں؟''

بتول بیگم نے ڈرتے ڈرتے ایک آخری سوال کیا تھا۔

''بے حیا عورت، تمہیں شرم نہیں آتی اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے۔ تم ایک سردار کی بیوی ہو۔ اب اسپتال جا کر یہ بے غیرتیاں کروا کر میرا نام خراب کرنا چاہتی ہو؟''

قاسم شاہ کا غصہ آسمان کو چھونے لگا تھا۔وہ بتول بیگم کو زور سے ایک طرف دھکیلتے ہوئے کمرے سے باہر چلے گئے تھے۔اور بتول بیگم کراہ اٹھیں تھیں۔

••••••••••••••••••

”بختاں ٹھیک کہہ رہی ہے بی بی سائین آپ میرے ساتھ چلیں ڈاکٹرنی کے پاس،کسی کو پتا نہیں چلے گا۔“

سکینہ اور بختاں بتول بیگم کے پاس بیٹھیں انہیں اپنا چیک اپ کروانے کے لیے قائل کررہی تھیں۔آج جب سکینہ بتول بیگم کے کمرے میں داخل ہوئی تو بتول بیگم کو بے تحاشا روتا دیکھ کر پریشان ہوگئی تھی۔اور پھر پوچھنے پر بتول بیگم نے قاسم شاہ کی دی ہوئی شرط کا بتایا۔

”لیکن اس سے کیا ہوگا سکینہ تم ہی بتاؤ مجھے۔“

بتول بیگم روتے ہوئے بے بس لہجے میں بولیں۔

''اس سے یہ ہو گا کہ اگر تو لڑکا ہے تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔اور اگر لڑکی ہے تو۔۔۔''

بختاں بتول بیگم کے سوال کا جواب دیتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ کر سکینہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔بتول بیگم چونکیں۔

''تو کیا بختاں؟ بولو' چپ کیوں ہو گئیں؟''

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بتول بیگم کو بے چینی ہونے لگی تھی۔سکینہ اور بختاں دونوں کا انداز معنی خیز تھا۔یکدم بتول بیگم کے دماغ میں ایک دھماکا سا ہوا۔

''تم دونوں نے سوچ بھی کیسے لیا کہ اگر لڑکی ہوئی تو میں۔۔۔میں اس کو اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی۔۔۔''

بتول بیگم نے تکلیف اور صدمے سے چور آواز میں کہا لیکن سکینہ نے ان کی بات بیچ میں کاٹی اور ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھا۔

"نہ نہ بی بی سائین! ایسا سوچنے سے پہلے ہم دونوں کو موت آجائے۔"

سکینہ کے لہجے میں ایک تڑپ تھی۔بتول بیگم کو پھر سے حیرت نے آلیا تھا۔

"میں آپ کے لیے قربانی دوں گی بی بی سائین۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سکینہ نے دھیمی آواز میں کہتے ہوئے بتول بیگم کو ساکت کر دیا تھا۔

"کک کیا مطلب ہے تمہارا سکینہ؟"

بتول بیگم نے شاکی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا تھا۔

”میری کوکھ میں پلنے والا وجود لڑکے کا ہے۔اگر آپ کی بیٹی ہوئی تو اس کو میں اپنی اولاد سمجھ کر پال لوں گی'اور میرا بیٹا آپ کی ممتا کی پیاس بجھائے گا۔“

سکینہ نے سر سراتی ہوئی آواز میں کہا۔بتول بیگم میں کچھ بولنے کی سکت نہ رہی اور جب بولنے کے قابل ہوئیں تو سکینہ کو ڈانٹنے والے انداز میں بولیں۔

”پاگل ہو گئی ہو سکینہ 'میرے لیے اتنی بڑی قربانی کیوں دینا چاہتی ہو۔اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے ؟نہ تو تم اپنی اولاد کے بغیر رہ سکو گی اور نہ میں رہ سکوں گی۔“

بتول بیگم کی بات پر سکینہ نے ان کی آنکھوں میں جھانکا۔

”تو کیا مرنے دیں گی آپ اس کو قاسم شاہ کے ہاتھوں؟“

اور سکینہ کی بات پر بتول بیگم کو ایک بار پھر چپ لگ گئی تھی۔

"میں نے ارباز سے بات کرلی ہے بی بی سائین' اس کا صرف یہی ایک حل ہے۔اور یہ راز اللہ کے بعد ہم چاروں میں ہی رہے گا۔"

سکینہ نے بختاں کی طرف دیکھتے ہوئے بتول بیگم کو قائل کرنے کی کوشش کی تو بتول بیگم نے نفی میں سر ہلایا۔

"میری بات کا یقین کریں بی بی سائین! میں آپ کی بیٹی کو اپنی بیٹی بنالوں گی اور اس کا اتنا ہی خیال رکھوں گی جتنا اپنی کوکھ میں موجود بچے کا خیال رکھتی۔بس آپ سے بھی مجھے یہی وعدہ چاہیئے کہ میرے عائث کو آپ اپنی ممتا سے محروم نہیں کریں گی۔"

سکینہ نے اس کو یقین دلانے کے بعد اس سے وعدہ لینا چاہا۔

"اور۔۔۔اور تم میری آہلہ کو کو کبھی غیر نہیں سمجھو گی۔"

بلآخر وہ بھی مان گئیں تھیں۔یہ فیصلہ دونوں کے لیے بے حد مشکل تھا لیکن ایک ماں دوسری ماں کی گود اجڑنے سے روکنا چاہ رہی تھی اور شاید اس کا یہی عمل رب کو پسند تھا کہ اس نے سکینہ کے دل میں صبر اور ہمت ڈال دی۔اور سکینہ کی قربانی بتول بیگم کیسے رائیگاں جانے دیتی۔اور پھر کچھ دنوں بعد دونوں ڈاکٹر کے پاس گئیں تو ڈاکٹر نے اس بات کی تصدیق کر دی تھی کہ بتول بیگم کی کوکھ میں لڑکی سانسیں لے رہی ہے۔یہ دونوں کا چھٹا مہینہ تھا۔

تین ماہ بعد:

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آج بتول بیگم نے اسپتال میں ایک خوبصورت بچے کو جنم دیا تھا۔قاسم شاہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔انہوں نے پورے گاؤں میں ایک بار پھر سے مٹھائیاں تقسیم کروائیں اور کئی مختلف پکوان بنوا کر گاؤں کے لوگوں میں بٹوائے تھے۔گاؤں کے لوگ قاسم شاہ کی اس سخاوت پر حیران و پریشان تھے۔اور وہیں اسی اسپتال کے ایک اور کمرے میں سکینہ کے پہلو میں گلابی اور پھولے گالوں والی ننھی پری لیٹی تھی۔سکینہ نے ہوش میں آتے ہی اس کو خوب پیار کیا تھا۔اور خود سے وعدہ کیا کہ وہ اس پری کو

کوئی دکھ کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دے گی۔اس کو اس بات کا بھی اطمینان تھا کہ اس کا بیٹا سردار کی حویلی میں بغیر کسی دکھ اور تکلیف کے شہزادوں کی طرح پرورش پائے گا۔اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ بتول بیگم اس کی تربیت میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑیں گی۔اس نے بتول بیگم کی خواہش کے مطابق اس کا نام آہلہ رکھا تھا۔اور بختاں کی زبانی اس کو پتا چلا کہ قاسم شاہ اس قدر خوش ہیں کہ بچے کا نام رکھنے کا حق بھی بخوشی بتول بیگم کو سونپ دیا ہے۔اور بتول بیگم نے سکینہ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس کا نام عائث رکھا تھا۔البتہ اب وہ صرف عائث نہیں بلکہ عائث شاہ تھا۔وہیں سکینہ کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی۔اس کو دلدار اس دن بے حد یاد آیا۔اور اس قدر یاد آیا تھا کہ وہ آہلہ اور عائث کی پیدائش کے تیسرے ہی دن اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملی۔ بتول بیگم کو سکینہ کی موت نے گہرے صدمے سے دوچار کیا تھا۔اور اس وقت بختاں نے ارباز کا پیغام ان تک پہنچایا کہ وہ بے فکر ہو جائیں آہلہ کی پرورش وہ ایسے ہی کریں گے جیسے سکینہ کرتی۔اور بختاں نے بھی انہیں تسلی دی کہ وہ آہلہ کا اپنی ایک سالہ سکھاں کی طرح ہی خیال رکھے گی۔

....

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حال:

اور بس پھر یوں دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں گزرتے گئے۔
آج اتنے سال بعد یہ راز کھلا ہے تو ایسے لگ رہا ہے جیسے کل کی ہی بات ہے۔''

ارباز بولتے بولتے خاموش ہو گئے تھے۔عائث کو یکدم محسوس ہوا کہ وہ رو رہا ہے۔اس نے تیزی سے منہ پر ہاتھ پھیرا تو اس کا منہ آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا۔وہ واقعی رو رہا تھا۔ رو تو سکھاں بھی رہی تھی۔البتہ ارباز کی آنکھوں کے آنسو اتنے سالوں میں خشک ہو چکے تھے۔کہتے ہیں حد سے زیادہ رو لیا جائے تو آنسوں مر جاتے ہیں۔اس کے آنسوں بھی شاید عائث کو حقیقت بتاتے بتاتے مر چکے تھے۔دور کسی مسجد سے آزان کی آواز تینوں کو سنائی دی تھی۔بارش بھی رک چکی تھی۔اور وہیں ایک کونے میں موجود گائے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کبھی کبھی منہ چلاتی، شاید وہ سونے جاگنے کی کیفیت میں تھی۔ارباز اپنے حصے کا بول کر خاموش تھے۔جبکہ سکھاں اور عائث دونوں کو لگا کہ ان کی زبانیں تالو سے چپک گئی ہیں اور دماغ اس قابل نہیں رہا کہ کچھ سوچ سکے۔جبکہ دل

کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اس پر سکون خاموشی میں پتھر مار کر کوئی ہلچل پیدا کرے۔عائث خاموشی کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔البتہ جانے سے پہلے اس نے ایک نظر ارباز کو دیکھا۔ارباز کو لگا جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ آپ میں اور قاسم شاہ میں کیا فرق ہے؟ کیا کچھ نہیں تھا اس کی اس ایک نظر میں۔ارباز نے سر جھکا دیا۔لیکن عائث اس کا جھکا ہوا سر دیکھنے سے پہلے ہی وہاں سے جا چکا تھا۔سکھاں بھی اٹھ کے صحن کے بیچ سے نکلتے دروازے سے اپنے گھر آگئی۔پیچھے ہمیشہ کی طرح ارباز اکیلا رہ گیا تھا۔

••••••••••••••••••

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔تمہاری وجہ سے میرے بابا سائیں جیل میں ہیں اور میری اماں سائین کو بھی تم نے مجھ سے چھین لیا۔"

عائث آہستہ آہستہ آہلہ کے قریب آتا ہوا بولا۔اس کے ہاتھ میں ایک گن تھی جس کا رخ آہلہ کی طرف تھا۔آہلہ کا عائث کے ہاتھ میں گن دیکھ کر خون خشک ہونے لگا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"نن نہیں۔۔۔ نہیں عائث، تم نہیں جانتے میں نے۔۔۔ قاسم شاہ کو کیوں گرفتار کروایا۔ جب۔۔۔ تت تمہیں۔۔۔ حقیقت پتا چلے گی نہ۔۔۔ تو تمہیں بھی ان سے نفرت ہو جائے گی۔"

آہلہ موت کو اپنے قریب دیکھ کر تھوک نگلتے ہوئے رک رک کر بول رہی تھی۔ اس کی نظریں عائث کے ہاتھ میں موجود گن پر تھیں۔

"تم ڈائن ہو ڈائن۔ میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائث نے کہتے ساتھ ٹریگر دبایا تھا۔ ساتھ ہی ایک زوردار چیخ آہلہ کے حلق سے نکلی اور پھر آہستہ آہستہ اس کا جسم ساکت ہوتا گیا۔ لیکن اس کے کانوں میں کچھ عجیب سی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ تو مر گئی تھی۔ پھر یہ آوازیں کس کی تھیں۔ اس نے اپنی پوری قوت لگا کر ان آوازوں کو سننے کی کوشش کی۔

”ڈاکٹر صاحب‘میری بچی کو کیا ہوا ہے۔اس نے ایک دم سے چیخ کیوں ماری ہے۔ میری آہلہ ٹھیک تو ہے نہ۔“

اس کو کہیں دور سے بتول بیگم کی آواز سنائی دی تھی جو روتے ہوئے ڈاکٹر سے کہہ رہی تھیں۔

”آنٹی آپ فکر مت کریں۔بھابھی بلکل ٹھیک ہیں‘انہیں ہوش آرہا ہے۔بہت سارے مریض ہوش میں آنے سے پہلے اس طرح کے ری ایکشنز دیتے ہیں۔“

پھر اس کو ایک اور آواز سنائی دی تھی۔ہاں وہ جان کی آواز تھی اور پھر آہستہ آہستہ آوازیں مدھم ہوتی گئیں اور وہ پھر سے غنودگی میں چلی گئی۔

••••••••••••••••

عائث ارباز کے گھر سے نکل کر سیدھا سڑک پر چلتا جا رہا تھا۔وہ حویلی نہیں گیا تھا۔وہ آہلہ کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔اور نہ وہ بتول بیگم کو آہلہ کی ماں کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا تھا۔وہ مسلسل چلتے چلتے تھک چکا تھا اسی لیے جہاں رکا وہیں نیچے زمین پر بیٹھ گیا۔اس کو بیٹھے ہوئے ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی جب کسی نے نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"بچے 'کون ہو؟"

وہ کوئی بزرگ تھے۔ان کی داڑھی مکمل سفید اور چہرہ پر نور تھا۔عائث بے دھیانی میں غور سے انہیں دیکھنے لگا۔

"بچے تم نے بتایا نہیں کہ تم کون ہو؟"

انہوں نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ اپنا سوال دہرایا تو عائث نے پلکیں جھپکیں۔

''میں خود بھی نہیں جانتا باباجی' میں کون ہوں۔''

عائشہ نے بے تاثر چہرے کے ساتھ ہلکی آواز میں کہا۔

''اچھا یہ تو جانتے ہو گے کہ کہاں سے آئے ہو؟''

انہوں نے اس کے پہلے جواب پر مسکرا کر دوسرا سوال کیا تو عائشہ پھر سے انہیں دیکھنے لگا۔اس کے پاس اس سوال کا بھی کوئی جواب نہیں تھا۔

''اچھا چلو رہنے دو' مت بتاؤ اور چلو میرے ساتھ۔''

وہ بزرگ عائشہ کی طرف ہاتھ بڑھائے کھڑے تھے۔عائشہ کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کرے۔ان کا ہاتھ تھامے یا نظرانداز کر دے۔

''پکڑلو بیٹا' اور میرے ساتھ چلو۔''

انہوں نے ایک بار پھر سے اپنی بات دہرائی تو عائث ان کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔

''کہاں جانا ہے؟''

عائث نے ان کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا جہاں ہنوز مسکراہٹ چمک رہی تھی۔

''کسی سے ملوانا ہے تمہیں۔اندر چلو۔''

بزرگ نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے پیچھے کی طرف اشارہ کیا تو عائث بے اختیار پیچھے کی طرف مڑا تھا۔وہ مسجد تھی۔وہ حیران ہوا کہ اس نے پہلے کیوں نہیں دیکھی یہ مسجد۔کیا وہ اس قدر الجھا ہوا تھا کہ مسجد کے سامنے آ کر بھی وہ اس سے انجان اس کی طرف سے رخ موڑے بیٹھا تھا۔

"پریشان نہ ہو بیٹا۔ تم سفر کرنے میں اس قدر مگن تھے کہ تمہاری نظر نہیں پڑی اس پر۔ لیکن اب تو دیکھ ہی چکے ہو تو چلو پھر"۔

بزرگ جو عائث کو حیرانی سے مسجد کو تکتا ہوا دیکھ رہے تھے نرمی سے بولے۔

"آپ کیسے جان گئے کہ میں یہی سوچ رہا ہوں؟"

عائث حیرت سے ان کی طرف مڑا تھا۔

" بچے تم اتنی حیرت اور غور سے اس مسجد کو دیکھ رہے تھے تو سمجھ گیا کہ تم نے ابھی غور کیا ہے کہ تم سفر کرتے کرتے مسجد کے دروازے پر تھک کر رک گئے تھے۔ لیکن تمہیں خود اس سے انجان تھے۔"

وہ بزرگ دھیمے اور نرم لہجے میں مسکراتے ہوئے بول کر اندر کی طرف بڑھے۔ تو عائث نے بھی ان کی تقلید کی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"آجاؤ بچے آجاؤ۔یہ دیکھو' اس طرف وضو کرنے کے لیے ایک نلکا ہے۔یہاں سے وضو کرو اور پھر اندر آجانا۔"

وہ بزرگ عائث کی کسی چھوٹے بچے کی طرح رہنمائی کر رہے تھے۔عائث بھی بلا تردد ان کی ہر بات مانتا جا رہا تھا۔اور تھوڑی دیر بعد جب وہ وضو کر کے اندر گیا تو وہ بزرگ قرآن پاک ہاتھوں میں لیے قرآن پاک کی تلاوت کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔اس کو دیکھ کر مسکرائے۔

"آؤ آؤ بچے' یہ بتاؤ فجر کی نماز پڑھ لی نہ؟"

ان کے پوچھنے پر عائث کو یاد آیا کہ فجر کی آزان کے وقت ہی وہ ارباز کے گھر سے نکلا تھا اور تب سے وہ مسلسل رکے بغیر بس چلتا ہی رہا تھا وقت اور جگہ کا تعین کیے بغیر۔

"نہیں۔۔۔۔"

اس نے شرمندگی سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"چلو پھر قضا نماز پڑھ لو۔ہاں اللہ سے ملاقات کیے بغیر مت آنا۔"

بزرگ سنجیدگی سے بولتے ہوئے اس کے حیرت بھرے تاثرات کو دیکھے بغیر قرآن پاک اٹھا کر دیوار کے ساتھ جا بیٹھے اور آہستہ آواز میں تلاوت شروع کر دی۔ جبکہ عائث ابھی تک نا سمجھی سے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔وہ کیا کہہ کر گئے تھے۔پھر سر جھٹک کر نماز کی نیت کی۔اور جب وہ سجدے میں گیا تو نا جانے کیوں اس کی آنکھوں سے اشک بہنے لگے۔اور پھر سلام پھیرنے تک اس کی آنکھیں بنا گرجے برستی رہیں تھیں۔

جب اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کو لگا کہ اس کے ہاتھ اس قابل نہیں ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اٹھائے رکھے۔اور پھر جب وہ بجھے دل سے ہاتھوں کو

نیچے گرانے ہی لگا تھا تب اس کو محسوس ہوا کہ کوئی طاقت اس کے ہاتھوں کو نیچے گرنے سے روک رہی ہے۔وہ چاہ کر بھی ہاتھ نیچے نہیں کر پایا۔پھر اس نے پکارا۔

"اللہ"

کتنا درد تھا اس کی آواز میں، کتنا مان تھا اس کے لہجے میں اور کس قدر اشک بہے تھے اس کے اس ایک نام کو پکارنے میں۔اور پھر اس کو راستہ دکھ گیا۔اس کی زباں رواں ہو گئی تھی۔اس کا دل جیسے کھلنے لگ گیا تھا۔اس کے جکڑے ہوئے دماغ کو کسی نے بڑی آسانی سے آزاد کر دیا تھا۔اور پھر اس نے اللہ سے بولنا شروع کیا۔وہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔وہ بس کہہ رہا تھا۔وہ اس کو ار باز کے کھولے ہوئے راز بتانے لگا۔ اس نے اس کو اپنے دل کی ہر بات بتائی۔اور پھر جب اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو اپنے دل کو پر سکون پایا۔ہر گرہ کھل چکی تھی۔ہر چیز عیاں تھی۔وہ ہی بے خبر تھا۔وہ کیوں بے خبر تھا؟اس نے خود سے سوال کیا لیکن اب وہ دل ہی دل میں عہد کر چکا تھا کہ اب اس گرہ پھر نہیں لگنے دے گا۔اب اپنے سلجھے دل کو پھر نہیں الجھنے دے گا۔

”آتے رہنا یہاں بچے۔“

وہ اٹھنے لگا تو بزرگ دیوار کے ساتھ ہی ٹیک لگائے وہیں موجود تھے۔ لیکن ان کے ہاتھ میں قرآن نہیں تھا۔

”آپ تو قرآن کی تلاوت کر رہے تھے نہ۔۔۔؟“

اس کے معصومیت سے پوچھنے پر بزرگ کے لب پھیلے۔

”بچے میں تین سپارے روزانہ اسی وقت پڑھتا ہوں۔ اور وہ تو میں نے کافی دیر پہلے ہی پڑھ لیے تھے۔“

بزرگ کے کہنے پر اس کو شدید حیرت ہوئی۔ تو کیا وہ اتنی دیر اللہ سے باتیں کرتا رہا۔ اور اس کو پتا بھی نہیں چلا۔ وہ سوچتے سوچتے مسجد سے باہر آیا تو سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اس کے قدم خود بخود حویلی کی جانب بڑھنے لگے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

....

سکھاں چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی۔اس کے دماغ میں اپنے اغوا سے لے کر گھر واپس آنے تک کے سارے واقعات گردش کر رہے تھے۔دلدار کے بارے میں سوچتی تو اس کو خود سے گھن آنے لگتی کہ وہ اپنی ہی ماں کے قاتل کی بیوی ہے۔دلدار کا خیال آتے ہی وہ تیزی سے اٹھ بیٹھی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی دلدار،کبھی نہیں۔تم میری ماں کے قاتل ہو۔کیا بگاڑا تھا اس نے تمہارا؟"

وہ خیالوں ہی خیالوں میں اس سے نفرت بھرے انداز میں مخاطب تھی جب اس کو پیٹ میں ہلکا سا درد محسوس ہوا۔وہ تیزی سے اٹھ کر کمرے سے نکلی اور صحن میں لگے نلکے کی طرف بھاگی۔اور اس کے بعد وہ دو سے تین منٹ تک الٹیاں کرتی رہی تھی۔

جب کچھ حالت بہتر ہوئی تو وہاں سے اٹھ کر دوبارہ کمرے میں رکھی ایک چارپائی پر آ کر لیٹ گئی اور گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

"میں نے تو کچھ الٹا سیدھا بھی نہیں کھایا تھا پھر کیوں۔۔۔"

سکھاں سوچتے سوچتے یکدم چونک پڑی تھی۔

"نہیں۔۔۔ نہیں اگر ایسا ہے تو۔۔۔ تو میں یہ نہیں ہونے دوں گی۔"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سکھاں بے اختیار اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے ڈرے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

"اللہ کرے ایسا نہ ہو ورنہ مم۔۔۔ مجھے مجبوراً۔۔۔ میں کیسے اس بچے کو اس دنیا میں آنے دے سکتی ہوں؟ نہیں۔۔۔ نہیں۔"

وہ توڑ توڑ کر بے ربط جملے ادا کر رہی تھی۔

"تو کیا تم بھی دلدار کی طرح قتل کر دو گی سکھاں؟"

اس کے ضمیر نے اس کو جھنجوڑا تھا۔

"اس نے میری ماں کا قتل کیا ہے۔میں اس کے بچے کو اس دنیا میں نہیں آنے دوں گی۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بول رہی تھی۔

"یہ تمہارا بھی بچہ ہو گا سکھاں۔اور کیا تم اپنے بچے کو مار دو گی؟"

ضمیر نے اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دی۔

"یہ صرف دلدار کو بچہ ہے۔میں اس کو اپنا بچہ نہیں مانتی۔"

سکھاں اپنی بات پر ڈٹی رہی۔اسے اب غصہ آنے لگا تھا۔

"تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے کیا ہوگا؟ حقیقت بدل جائے گی؟ نہیں نہ۔"

ضمیر نے اس کے منہ پر جیسے طمانچہ مارا تھا۔وہ چند لمحے کچھ نہ بولی۔

"وہ مجھے اغوا کر کے لے گیا تھا۔"

سکھاں نے بات کا رخ موڑنا چاہا۔

"تو کیا اس نے اس بات کا فائدہ اٹھایا؟ نہیں نہ' اس نے تم سے نکاح کیا تھا نہ؟ اور تم سے زیادہ سمجھدار تو سکینہ تھی جس نے قاسم شاہ کے ناجائز بچے کے لیے بھی کبھی اس طرح نہیں سوچا جیسے تم اپنے اس بچے کے لیے سوچ رہی ہو۔"

ضمیر اس کی ہٹ دھرمی دیکھ کر افسوس کرتے ہوئے بولا۔

"اس نے میری ماں کا قتل کیا تھا۔"

سکھاں نے دلدار سے نفرت کی ایک دلیل دینا چاہی۔

"کیا تم اس وقت موجود تھیں جب تمہاری ماں کی روح قبض ہو رہی تھی؟ نہیں نہ؟ وہ تو تمہیں لے کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ تم پورے یقین کے ساتھ کیسے کہہ سکتی ہو کہ اسی کی وجہ سے ہی تمہاری ماں کی جان چلی گئی۔"

ضمیر نے اس کو چند لمحے کے لیے اپنی بات سے پھر ساکت کر دیا تھا۔

"اور جب اس کو میرے ماں کی موت کی اطلاع ملی تو وہ خوش ہوا تھا۔ مطلب وہ یہی چاہتا تھا کہ میری ماں مر جائے۔"

سکھاں نے ایک آخری دلیل پیش کی تھی۔

''کیا پتا وہ ایسا کسی اور وجہ سے کہہ رہا ہو۔۔۔؟''

ضمیر نے اس کی دلیل ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا۔اور سکھاں کی ہمت اب جواب دے گئی تھی۔

''بس کر دو۔چپ کر جاؤ' مجھے کچھ نہیں سننا۔خدا کے لیے چپ کر جاؤ۔یہ جو کچھ بھی ہوا اس کی ہی وجہ سے ہوا تھا۔نہ وہ مجھے اغوا کرنے آتا اور نہ میری ماں مرتی۔''

وہ چیخ رہی تھی۔اپنے بال مٹھی میں جکڑے وہ اپنے ضمیر کو خاموش کروا رہی تھی۔تو کیا واقعی اس کا ضمیر خاموش ہو گیا تھا؟کیا واقعی وہ ضمیر کو سلانے میں کامیاب ہو چکی تھی؟

....

عائث شاہ حویلی پہنچا تو اس کو حویلی میں کچھ ہلچل سی محسوس ہوئی۔کئی ملازم سعدیہ بیگم کے زیرِاستعمال کمرے کے باہر سر جھکا کر کھڑے تھے۔اور کچھ مسلسل پوری حویلی میں گردش کرتے ہوئے نظر آئے۔وہ تیزی سے لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور نیاز شاہ باہر نکلے'ان کے پیچھے سعدیہ بیگم بھی روتی ہوئیں باہر آئیں اور پھر عائث کو دیکھ کر دونوں تیزی سے اس کی طرف آئے۔

''آہلہ بیٹی کیسی ہے عائث شاہ؟وہ ٹھیک تو ہے نہ؟''

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نیاز شاہ نے پریشانی سے عائث کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا تو عائث ٹھٹھکا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا پھوپھا سائیں۔''

عائث نے بے چینی سے پوچھا تھا۔نیاز شاہ نے ناسمجھی سے اس کو دیکھا جس کے چہرے پر حیرت اور بے چینی واضح تھی۔

''تو کیا تم اسپتال سے نہیں آ رہے ابھی؟''

نیاز شاہ کے سوال پر اس نے تیزی سے اوپر اپنے کمرے کی جانب دیکھا تھا۔

''بس کردیں آپ نیاز شاہ' آپ کی اپنی بیٹی گھر سے غائب ہے اور آپ ابھی بھی اس کلموہی کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔''

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سعدیہ بیگم روتے ہوئے زور سے بولیں تو نیاز شاہ غصے سے اس کی طرف پلٹے۔

''بس تو تم کردو سعدیہ بیگم۔ایک بچی تمہاری بیٹی کی وجہ سے اسپتال میں زندگی اور موت سے لڑ رہی ہے۔نہ جانے زندہ بھی ہے یا۔۔۔اور تم ہو کہ ابھی بھی اپنی بیٹی کی پڑی ہے تمہیں۔ تھوڑی سی بھی شرم ہے تم میں؟''

نیاز شاہ دھاڑے تھے۔سعدیہ بیگم یکدم ڈرتے ہوئے پیچھے ہوئی تھیں۔انہوں نے شادی کے بعد آج دوسری بار ان سے اونچی آواز میں بات کی تھی۔سعدیہ بیگم پھر نہیں بولیں تھیں۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟کوئی مجھے بھی بتائے گا کہ ہوا کیا ہے؟"

عائث کی ہمت جواب دے گئی تھی۔وہ اونچی آواز میں بولا تھا۔نیاز شاہ افسوس سے ایک نظر سعدیہ بیگم پر ڈال کر عائث کی طرف متوجہ ہوئے۔

"کل رات پلوشے نے آہلہ کو نوری کے زریعے زہر دیا تھا۔بی بی سائین اور اور تمہارا دوست جان اس کو اسپتال لے گئے تھے۔جبکہ کل رات سے ہی پلوشے بھی غائب ہے۔"

نیاز شاہ کے الفاظ نہیں سیسہ تھے جو اس کے کانوں میں انڈیل دیا گیا تھا۔وہ الٹے قدموں پیچھے ہٹا لیکن پھر یکدم رکتے ہوئے سعدیہ بیگم کی طرف مڑا۔

"آج سے کئی سالوں پہلے بھی آپ نے میری ماں کی گود اجاڑنی چاہی تھی پھو پھو سائین۔تب اگر پھوپھا سائیں آپ کو نہ روکتے تو آپ واقعی ایسا کر گزر تیں۔"

عائث زخمی لہجے میں بولا تھا۔سعدیہ بیگم نے تھوک نگلا لیکن عائث کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔

"اور آج کئی سالوں بعد آپ کی بیٹی نے تاریخ دہرائی ہے۔شکاری بدلا لیکن شکار آج بھی وہی ہے۔آخر کیا بگاڑا ہے آپ کا اور آپ کی بیٹی کا میری ماں نے جو ایک بار پھر ان کی گود اجاڑنے کی کوشش کی۔"

عائث کے الفاظ سن کر جہاں سعدیہ بیگم نے نا سمجھی سے اس کو دیکھا وہیں نیاز شاہ بھی حیرت بھری نظروں سے اس کو دیکھ رہے تھے۔جب کہ عائث شاہ انہیں اپنی بات کا مطلب سمجھانے کے لیے رکا نہیں تھا۔اس نے پہلے ہی دیر کر دی تھی وہ اب اور دیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔اسے فوراً آہلہ کے پاس پہنچنا تھا۔وہ جیل میں موجود قاسم شاہ کو بھی

مکمل طور پر بھول چکا تھا جو اس کا انتظار کرتے کرتے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر سو گئے تھے۔

....

پانچ سال بعد:

اس کی گاڑی جیسے ہی گیٹ سے اندر داخل ہوئی تو گلابی فراک اور سر پر چھوٹا سا گلابی اسکارف پہنے ایک چار سالہ بچی بھاگتی ہوئی آئی تھی۔وہ بھی تیزی سے گاڑی سے نکلا اور نیچے بیٹھ کر اپنے دونوں بازو وا کر دیے۔وہ بچی اس کے بازوؤں میں جا سمائی تھی۔

"کیسی ہیں میری پرنسس؟"

اس نے بہت دیر تک اس بچی کو پیار کرنے کے بعد ہلکے سے اس کا ناک دباتے ہوئے پوچھا۔

"میں بلکل ٹھیک ہوں بابا جانی' آپ کیسے ہیں؟"

اس بچی نے جواب دیتے ہوئے اسی کے انداز میں ہی اس کا ناک دباتے ہوئے پوچھا تو وہ ہنستے ہوئے کھڑا ہوا اور ساتھ ہی اس کو بھی اٹھا لیا۔اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا کسی اور کی آواز ان دونوں کو بہت قریب سے سنائی دی تھی۔

"آئے گل۔۔۔آئے گل' کہاں ہیں آپ؟ یہ کوئی وقت ہے کھیل۔۔۔"

اس کے باقی کے الفاظ آئے گل کے ساتھ کھڑے عائث کو دیکھ کر منہ میں ہی رہ گئے تھے۔اور وہ جس تیزی سے آئی تھی اسی تیزی سے واپس بھی پلٹ گئی۔جب کہ عائث نے بے چینی سے اس کو جاتے دیکھا۔

"بابا جانی! آپ نے اپنا پرامس پورا نہیں کیا ہے نہ' اسی لیے مما جانی آپ سے ناراض ہیں۔"

آئے گل نے اپنے باباجانی کے چہرے پر اداسی دیکھتے ہوئے اس کو اس کی غلطی یاد دلائی تو اس نے بے چارگی سے آئے گل کی طرف دیکھا۔

"باباکی جان! میری مجبوری تھی نہ'اب باباکیا کرتے۔بہت ضروری میٹنگ تھی اور میرا وہاں رکنا ضروری تھا۔اب چلیں'مل کر آپ کی مماجانی کو مناتے ہیں۔"

عائث نے آئے گل کی بات کا جواب دیتے ہوئے لاؤنج کی طرف قدم بڑھائے۔

"ہی ہی ہی۔۔۔میں مماجانی کو آپ سے بہتر جانتی ہوں باباجانی۔وہ آپ کے منانے پر نہیں مانیں گی۔"

آئے گل نے کھلکھلاتے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا تو عائث نے ایک زوردار قہقہ لگایا۔

”آپ کی زبان کچھ زیادہ نہیں چلنے لگ گئی ہے پرنسس؟“

عائث نے اس کے گال پر ہلکے سے چٹکی کاٹتے ہوئے کہا تو آئے گل نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

”صرف زبان نہیں، اماں سائین کہتی ہیں کہ میرا دماغ بھی بہت چلتا ہے ہی ہی ہی۔“

آئے گل کہتے ساتھ ہی پھر سے کھلکھلا پڑی تھی ساتھ عائث نے بھی ہنسنے میں اس کا ساتھ دیا تو اوپر بالکنی میں کھڑی آہلہ نے گھور کر عائث کو دیکھا۔اسی پل عائث کی نظریں اوپر اٹھیں تو آہلہ تیزی سے پیچھے ہٹ گئی۔عائث نے گہری سانس لی اور پھر آئے گل کو نیچے اتار کر بتول بیگم کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔جبکہ آئے گل وہیں صوفے پر بیٹھ کر نعت سننے لگی تھی جو وہ عائث کے آنے سے پہلے سن رہی تھی۔

....

بتول بیگم جائے نماز طے کر کے رکھ رہی تھیں جب عائث کمرے میں داخل ہوا۔بتول بیگم نے مڑ کر دیکھا عائث مسکراکر آگے بڑھا۔

"اسلام علیکم اماں سائین۔"

وہ ہمیشہ کی طرح سلام کرتا ہوا ان کے سامنے سر جھکاتے ہوئے بولا تو بتول بیگم نے سلام کا جواب دے کر اس کے سر پر بوسہ دیا اور پھر اس کو اپنے ساتھ لگاتی ہوئیں بولیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"عائث میں ناراض ہوں تم سے میرے لال۔"

بتول بیگم کی بات پر اس نے مسکراہٹ دبائی۔

"ناراضگی میں بھی آپ مجھے میرے لال کہنا نہیں چھوڑ تیں اماں سائین۔"

اس کے شرارت بھرے انداز پر بتول بیگم نے بھی مسکراہٹ دبائی۔

"ہاں تو تم میرے لال جو ہو تو یہی کہنا ہے نہ میں نے۔"

بتول بیگم کی بات پر وہ کھل کر مسکرا پڑا تھا۔پھر آگے بڑھ کر ان کے سر پر بوسہ دیا اور پھر پیچھے ہٹ کر بولا۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ کیوں ناراض ہیں۔آپ فکر مت کریں میں ابھی اس کو جا کر مناتا ہوں۔"

عائث دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو بتول بیگم بھی مسکرا دیں۔ان کا بیٹا آج بھی ان کے کہے بغیر ہی ان کی ہر بات سمجھ جاتا تھا۔

"اچھا اماں سائین! آپ نے جانے کی تیاری کر لی ہے نہ؟"

عائشہ نے انہیں یاد دلاتے ہوئے کہا تو بتول بیگم نے خوشی سے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

''ہاں بچے، کرلی ہے تیاری۔ آہلہ اور آئے گل بھی تیار ہیں۔ بس اب جلدی سے تم کپڑے بدلو پھر نکلتے ہیں۔''

بتول بیگم کے چہرے سے خوشی واضح تھی۔ عائشہ بھی مطمئن انداز میں مسکرادیا۔ انہیں آج سکھر کے لیے نکلنا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

....

آہلہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنا حجاب درست کر رہی تھی جب دروازے پر ہلکا سا کھٹکا ہوا۔ آہلہ کا دل بے اختیار دھڑکا تھا۔ وہ پیچھے مڑے بغیر اپنا حجاب درست کرنے میں لگی رہی۔ وہ جانتی تھی کہ عائشہ ہے۔ عائشہ بھی خاموشی سے چلتا ہوا اس کے پیچھے

آ کھڑا ہوا۔اور تھوڑا سا جھکتے ہوئے اپنے دونوں بازو اس کی کمر سے لپیٹتے ہوئے اپنی تھوڑی اس کے کندھے پر ٹکا کر آئینے میں نظر آتے اس کے عکس کو غور سے دیکھنے لگا۔

وہ کالے رنگ کا لمبا فراک پہنے ہوئے تھی۔سر پر کالے اور مہرون رنگ کا حجاب بنائے'آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر ہلکے رنگ کی لپسٹک لگائے وہ سیدھا عائث کے دل میں اتر رہی تھی۔جبکہ وہ عائث کے اتنے غور سے دیکھنے پر دھڑکتے دل کے ساتھ آنکھیں جھکا گئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ناراض ہو؟"

عائث نے گمبھیر لہجے میں پوچھا تو آہلہ نے پلکیں اوپر اٹھا کر آئینے میں عائث کو دیکھا۔

"تو کیا نہیں ہونا چاہیئے؟"

آہلہ نے الٹا سوال کیا تو عائشہ سیدھا ہوا اور اس کا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"بہت ضروری میٹنگ تھی آہلہ' ورنہ ایسا ہو سکتا ہے کہ میں تم سے اتنے دن تک دور رہوں؟"

عائشہ نے اس کو سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"میں نے کل آپ کی پسند کی بہت ساری ڈشز خود بنائیں تھیں اتنی گرمی میں کھڑے ہو کر۔اور جب آپ نے کہا کہ آپ نہیں آرہے تو آپ کو پتا ہے میرا کتنا دل دکھا۔"

اس نے اپنے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے شکوہ کیا۔ساتھ ہی اس کی آنکھیں بھی بھر آئیں تھیں۔

"یار اب روؤ تو نہ' تمہیں پتا ہے نہ مجھے تکلیف ہوتی ہے تمہارے آنسو دیکھ کر۔"

وہ واقعی اس کی آنکھوں میں چمکتے آنسو دیکھ کر بے چین ہوا اٹھا تھا۔

"اچھا معاف کردو میری جان، آئندہ پکا ایسا نہیں ہوگا۔ جتنی بھی ضروری میٹنگ ہوئی یا تو تمہیں اسلام آباد ساتھ لے کر جاؤں گا یا پھر خود بھی نہیں جاؤں گا۔"

عائشہ نے اس کے ہاتھ اور مضبوطی سے پکڑتے ہوئے کہا تو آملہ ہاتھ چھڑوانے کی کوشش ترک کرکے اب اس کو گھورنے لگی تھی۔اس کی کل والی ساری محنت ضائع ہو گئی تھی اور یہ بات اس کو بھول نہیں رہی تھی۔

"مجھے لگ رہا ہے میری پرنس صحیح کہہ رہی تھی۔"

عائشہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پر سوچ نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہی تھی آئے گل۔۔۔؟"

آہلہ نے اچنبھے سے اس کو دیکھا۔

"یہی کہ بابا جانی آپ مما جانی کو نہیں منا سکیں گے۔اب مجھے لگ رہا ہے کہ ایسا ہی ہے۔تم اب میری باتوں سے نہیں مانتی ہو۔"

عائشہ نے شرارت سے کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Recipes

"ہاں تو ٹھیک کہتی ہے میری بیٹی۔وہ بھی جانتی ہے کہ آپ مجھے کتنا رلاتے ہیں۔آپ کو میری بلکل پرواہ نہیں ہے۔جانے دیں اب مجھے۔"

آہلہ نے ناراضگی سے کہتے ہوئے وہاں سے جانا چاہا جب عائشہ نے اس کو خود سے اور قریب کیا۔

”ہاں تم باتوں سے نہیں مانتی ہو، لیکن مجھے اور بھی طریقے آتے ہیں تمہیں منانے کے۔“

عائث اس کے چہرے پر جھکتے ہوئے بولا تو آہلہ کی ساری ناراضگی یکدم رفو چکر ہوئی۔ عائث اس کی کھڑی ناک میں چمکتی ہیرے کی لونگ پر لب رکھ کر پیچھے ہوا اور آہلہ کے گلنار چہرے کو دلچسپی دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

"چلیں اب تیار ہو جائیں اگر آپ کا رومانس ختم ہو گیا ہو تو؟“

آہلہ نے نظریں چراتے ہوئے عائث سے دور ہٹ کر کہا تو عائث کا قہقہ بلند ہوا۔ آہلہ اپنی خفت مٹانے کے لیے زور سے اس کے سینے پر مکے مارنے لگی تو عائث نے ہنستے ہوئے اس کے ہاتھ تھامے۔

”اب میں جاؤں، کپڑے تبدیل کرنے ہیں؟“

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائشہ نے اس کو شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو آہلہ ہنستے ہوئے پیچھے ہوئی۔اور عائشہ بھی مسکراتے ہوئے بیڈ پر رکھے استری شدہ کپڑے اٹھا کر باتھروم کی طرف بڑھ گیا۔

•••••••••••••••••

دلدار دیوار سے ٹیک لگائے ایک ہاتھ گھٹنے پر رکھے آنکھیں موندے بیٹھا تھا جب ایک سپاہی نے لوہے کی سلاخوں کے درمیان موجود ایک چھوٹے سے لوہے کے مظبوط دروازے پر لگا موٹا سا تالا کھولا۔

”چل اوئے دلدارے۔۔۔ تیری سزا پوری ہو گئی۔“

وہ سپاہی بہت خوشی سے بولا تھا جیسے سزا دلدار کی نہیں اس کی اپنی ختم ہوئی ہو۔جب کہ دلدار نے خالی نظروں سے کھلے دروازے کو دیکھا۔اور خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔وہ اس چھوٹی سی کوٹھڑی سے باہر نکلا تو اسی قطار میں اور چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیوں میں موجود

قیدی اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کو مبارک باد دینے لگے تھے۔ جب کہ وہ خاموشی سے راہداری میں چلتا رہا۔ جب تک وہ راہداری ختم نہیں ہوئیں قیدیوں کی مبارکباد کی آوازیں آتی رہیں۔

وہ باہر آیا تو یکدم اس کو محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں کی روشنی چھن گئی ہو۔ اس نے تیزی سے اپنی دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھا اور انہیں مسلنے لگا۔ وہ پورے پانچ سال بعد آسمان کے سائے تلے سورج کی روشنی کا سامنا کر رہا تھا۔ اسی لمحے کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک پڑا۔

"عائث تم؟"

دلدار نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے کہا تو عائث نے ہنستے ہوئے اسے بھینچ کر گلے سے لگایا۔

"کیسے ہیں آپ بھائی جان؟"

عائث نے اپنے چھوٹے ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شرارتی انداز میں کہا تو دلدار پھیکا سا ہنس دیا۔

"میری بہن کہاں ہے؟"

دلدار نے ارد گرد دیکھتے ہوئے بے چینی سے پوچھا۔اور عائث کے جواب دینے سے پہلے ہی اس کی نظر پھولوں کے ہار لیے ایک طرف سے آتی آہلہ پر پڑی تو وہ تیزی سے اس کی طرف دوڑا۔

"آہلہ۔۔۔میری گڑیا۔"

دلدار کی آواز میں بڑے بھائیوں والی شفقت تھی۔آہلہ بھی تیزی سے اس کی طرف بڑھی اور روتے ہوئے اس کے گلے لگ گئی تھی۔عائث دھیرے سے مسکرا دیا۔

"آزادی بہت بہت مبارک ہو آپ کو بھائی۔"

آہلہ آنسو بہاتے ہوئے کہہ رہی تھی اور ساتھ ہی اس نے دلدار کے گلے میں پھولوں کے ہار بھی ڈالے۔

"میری بیٹی کہاں ہے؟"

دلدار نے آہلہ کے پیچھے آئے گل کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تو آہلہ اور عائث ایک ساتھ مسکرا دیے۔جب آئے گل پیدا ہوئی تھی تو وہ اور عائث ایک ساتھ پہلی بار دلدار کو جیل میں ملنے آئے تھے تو دونوں اس بات پر لڑنے لگے کہ آئے گل دلدار کی بھتیجی ہے یا بھانجی۔ تو دلدار نے آئے گل کو اپنی بیٹی کہہ ان کی لڑائی ختم کروائی تھی۔اور پھر ہر سال وہ دونوں دلدار کو ملنے آتے رہے۔

"آئے گل اور اماں سائین گاڑی میں ہیں۔وہ دونوں تو آنا چاہ رہی تھیں لیکن میں نے ہی انہیں روک دیا۔کہ یہاں تک آنے کے لیے اچھا خاصا چلنا پڑتا نہیں۔"

عائث نے دلدار کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اس کو چلنے کا اشارہ کیا۔اس وقت دلدار کو کسی کی شدت سے یاد آئی تھی۔

'تو کیا میرا جرم اتنا بڑا تھا سکھاں کہ ایک بار بھی مجھے ملنے نہیں آئیں۔اور آج۔۔۔آج بھی نہیں۔'

دلدار کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی۔اور پھر خود ہی اپنی بات پر تلخی سے مسکرا دیا۔

'میں بھی کیا سوچ رہا ہوں۔میری وجہ سے اس کی ماں کی جان چلی گئی۔میری وجہ سے اب اس کا کوئی رشتہ نہیں آئے گا۔اور۔۔۔رشتہ۔۔۔ہاں وہ تو میری بیوی ہے ابھی بھی۔لیکن میرے رہا ہونے کے بعد وہ مجھ سے ضرور الگ ہونا چاہے گی۔اچھا ہی ہے الگ ہو جائے۔میرے پاس ہے ہی کیا اس کو دینے کے لیے سوائے دکھ اور تکلیف کے۔"

دلدار کو پتا ہی نہیں چلا کہ وہ کب گاڑی تک پہنچے۔ وہ اپنے خیالوں سے نکلا تو عائث کو اپنے سامنے خود کو شرارتی نظروں سے گھورتے ہوئے پایا۔ جبکہ آہلہ پہلے ہی جا کر گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔

"کس کے بارے میں سوچا جا رہا تھا جناب؟"

عائث نے ایک ابرو اچکاتے ہوئے دلدار کو دیکھا۔ دلدار کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"تمہاری حرکتیں دیکھ کر لگتا ہی نہیں ہے کہ تم ایک بچی کے باپ بن چکے ہو۔ اور نہ تم پہلے اتنے شرارتی تھے۔"

دلدار نے بات گھماتے ہوئے عائث سے کہا تو عائث ہنس دیا۔

"وقت وقت کی بات ہے یار، میری زندگی میں مسکراہٹیں بکھیرنے والی بھی تو وہ ہی بچی اور اس کی ماں ہے۔"

عائث نے مسکراتے ہوئے گاڑی کے شیشوں سے اندر نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

"تم بات کا رخ نہ موڑو' اور بتاؤ کیا سوچ سوچ کر مسکرا رہے تھے؟"

عائث نے پھر سے وہی سوال کیا تو دلدار نے سر جھٹکا۔

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ تمہیں میرے آزاد ہونے کی خوشی نہیں ہوئی تم نے مجھے مبارکباد ہی نہیں دی۔"

دلدار نے پھر سے بات گھمائی تو عائث نے دوبارہ کرید نا مناسب نہ سمجھا۔

"خوشی ہوئی مجھے لیکن تمہارے باہر آنے کی' آزاد ہونے کی نہیں۔"

عائث نے سنجیدگی سے کہا تو دلدار نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"ارے بھئی' ابھی تم آزاد نہیں ہوئے ہو۔"

عائشہ نے سسپنس پھیلایا۔

"کیا مطلب عائشہ۔۔۔؟"

دلدار کو سخت حیرت ہوئی تھی۔

"یہ تمہیں گھر جا کر معلوم ہو گا۔ ابھی تو چلو اور اماں سائین سے مل لو۔"

عائشہ نے گاڑی کی طرف اشارہ کیا تو دلدار سر ہلاتے ہوئے اس طرف بڑھا۔ عائشہ نے گاڑی کے پاس جا کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور ہاتھ بڑھا کر بتول بیگم کو باہر نکلنے میں مدد دی۔ جبکہ دلدار اس کے پیچھے نظریں جھکائے کھڑا رہا۔

”تو کیا میرا بیٹا مجھ سے ملنا نہیں چاہتا؟“

بتول بیگم نے دھیمی آواز میں پوچھا تو دلدار نے بے ساختہ اپنا جھکا سر اٹھا کر ان کے چہرے کی طرف دیکھا۔پر نور چہرہ جس پر اس کے لیے محبت اور آنکھوں میں اس کے لیے شفقت دکھائی دے رہی تھی۔وہ تیزی سے آگے بڑھا اور ان کے سامنے پیار لینے کے لیے سر جھکایا۔

”بہت بہت مبارک ہو میرے بچے‘ جیتے رہو۔اور اپنی باقی زندگی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہنسی خوشی گزارو۔“

بتول بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعائیں دیں تو عائث اور گاڑی کی کھڑکی سے جھانکتی آہلہ نے منہ بنایا۔

”مما جانی مجھے لگتا ہے کہ اماں سائین ہمارا سرپرائیز خراب کر دیں گی۔جلدی انہیں گاڑی میں اندر بٹھائیں۔“

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آئے گل نے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے آہستہ آواز میں کہا تو آہلہ نے اس کو گھورا۔

"آپ کو کیسے پتا اس سرپرائز کا آئے گل؟"

آہلہ کی حیرت بجا تھی۔

"مجھے اس سرپرائز کے بارے میں عبدالہادی نے بتایا تھا کال پر۔"

آئے گل نے منہ پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہا تو آہلہ کی آنکھیں پوری کھلیں تھیں۔

"اور عبدالہادی کو کس نے بتایا تھا۔"

آہلہ نے سنجیدگی سے آئے گل سے سوال کیا تھا۔

''اوہو مما جانی! عبدالہادی کہتا ہے کہ وہ بڑا ہو چکا ہے۔اسی لیے وہ اپنے گھر کے ہر معاملے کی خبر رکھتا ہے۔''

آئے گل نے آہلہ کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تو آہلہ نے گہرا سانس لیا۔

''ضرور اس نے میری اور سکھاں کی باتیں سنی ہوں گی۔پوچھتی ہوں میں جا کر اس سے۔''

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آہلہ نے آئے گل کو گھورتے ہوئے کہا تو آئے گل نے تیزی سے آنکھیں جھپکیں۔آہلہ نے اپنی امڈتی ہوئی مسکراہٹ روکی۔وہ جانتی تھی کہ آئے گل جب بھی اس طرح آنکھیں جھپکتی ہے تو ضرور عبدالہادی کی اس شرارت یا حرکت کی ماسٹر مائینڈ وہی ہوتی ہے۔

”مجھے لگتا ہے کہ مجھے ہی کچھ کرنا ہوگا۔یہ نہ ہو کہ اماں سائین باتوں باتوں میں کچھ بول دیں۔“

آئے گل پریشانی سے بولتے ہوئے بتول بیگم کی طرف کا دروازہ کھلا دیکھ کر وہاں سے پھسلتی ہوئی نیچے اتری اور دلدار کے بلکل سامنے جا کر کھڑی ہوئی۔آہلہ نے حیرت سے اپنی چار سالہ پٹاخہ بیٹی کو جاتے دیکھا۔

”اسلام علیکم دلدار انکل! مجھے آئے گل کہتے ہیں۔میں ارباز بابا کی پوتی،سابق سردار قاسم شاہ کی نواسی،آپ کی بھانجی+بھتیجی اور مما جانی کے عائث کی پرنسس ہوں۔“

آئے گل نے دلدار کو بے ہوش کرنے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔اگر بر وقت عائث کا زوردار قہقہ نہ بلند ہوتا۔دلدار نے حیرت سے اس چار سالہ بچی کو دیکھا۔آخر کیا فٹ تھا اس کے دماغ میں۔اس نے بلا آخر سر جھٹک کر آئے گل کو اٹھالیا۔

”میری بیٹی،میری جان۔“

دلدار نے اس کو محبت سے کہتے ہوئے اوپر اٹھا کر گول گول گھمایا تو آئے گل کھلکھلا پڑی تھی۔

''چلو بیٹا کافی دیر ہو گئی ہے۔''

بتول بیگم نے عائث اور دلدار دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو عائث سر ہلاتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھا اور دلدار آئے گل کو گود میں لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا۔اور پھر تھوڑی دیر بعد گاڑی گاؤں کی طرف رواں دواں تھی۔

....

سکھاں لان میں نیچے گھاس پر بیٹھی سامنے کیاریوں میں کھلے پھولوں کو خالی خالی نظروں سے تک رہی تھی۔اب تو یہ اس کا روز کا معمول بن چکا تھا۔وہ روزانہ عصر کے

وقت یہیں آکر بیٹھ جاتی اور ان پھولوں کو دیکھے جاتی۔ خزاں کے موسم میں بھی وہ یہاں بیٹھنا نہیں چھوڑتی تھی۔

"تو آج آپ رہا ہو جائیں گے دلدار شاہ۔"

سکھاں مسلسل بے تاثر آنکھوں سے پھولوں کو دیکھتے ہوئے بولی تھی لیکن اسی وقت کسی آواز نے اس کو وہیں ساکت کر دیا تھا۔

"ہو جاؤں گا نہیں میں رہا ہو چکا ہوں سکھاں۔"

وہ دلدار کی آواز تھی۔ وہ اس آواز کو کیسے بھول سکتی تھی۔ پورے پانچ سال بعد اس کی آواز سن کر جیسے وہ برف بن گئی تھی۔ نہ اس میں کچھ بولنے کی ہمت تھی اور نہ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی ہمت۔ دلدار بھی اس سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھا اس کا سامنا کرنے کی ہمت خود میں مفقود پا رہا تھا۔

"سکھاں!! کچھ تو بولو۔"

دلدار اس کی خاموشی سے بے چین ہو اٹھا تھا۔

"کچھ بولنے کے قابل ہی کہاں چھوڑا ہے تم نے۔"

سکھاں نے زخمی لہجے میں جواب دیا تو دلدار کو لگا جیسا اس کے دل میں کسی نے خنجر گھونپ دیا ہو۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں سکھاں جس سے میں تم سے معافی مانگ سکوں۔ نہ میرے پاس کوئی ایسا مرہم ہے جو تمہارے زخموں پر رکھ سکوں۔"

دلدار سر جھکائے بول رہا تھا۔ سکھاں کا دل کیا وہ اس کا چہرہ دیکھے' اس کی آواز سے ایسا لگا جیسے وہ رو رہا تھا۔ لیکن اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے ہمت نہیں تھی اس میں۔

”معافی مت مانگو۔“

سکھاں نے دھیمی آواز میں کہا۔ تو دلدار نے حیرت سے اپنا جھکا سر اٹھایا۔

”اگر میں نے معافی نا مانگی تو میں زندہ کیسے رہوں گا اپنے اس ضمیر کے ساتھ۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ میں تمہاری معافی کے قابل نہیں ہوں۔“

دلدار درد بھرے لہجے بولتے ہوئے پھر سے سر جھکا گیا تھا۔

”اگر میں تمہیں معاف نہ کر چکی ہوتی تو پچھلے پانچ سالوں سے یہاں تمہاری حویلی میں تمہاری بیوی کی حیثیت سے نہ موجود ہوتی۔“

سکھاں نے آہستہ آواز اور نرم لہجے میں کہا۔ دلدار جیسے یکدم ساکت ہوا تھا۔

"پر آہلہ اور عائث تو کہہ رہے تھے کہ تمہیں وہ آج ہی زبردستی یہاں لائے تھے اور۔۔۔"

دلدار کو حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا تھا۔تو کیا وہ اس کی خاطر یہاں تھی۔تو کیا وہ اتنے سالوں سے اسی کا انتظار کر رہی تھی۔

"وہ مزاق کر رہے ہوں گے آپ سے۔"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سکھاں نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا جب کہ اس کا رخ ہنوز دوسری طرف تھا۔دلدار کا دل بے اختیار دھڑکا تھا۔اور اب کی بار وہ تیزی سے اٹھ کر سکھاں کے سامنے آیا تھا۔اور اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ خاموش سا ہوا تھا۔پورے پانچ سال بعد وہ اس چہرے کو دوبارہ دیکھ رہا تھا۔اور یہ بات یاد آتے ہی وہ تیزی سے پیچھے ہوا۔

"اگر تم نے مجھے واقعی معاف کر دیا تھا تو پھر کبھی مجھے جیل میں ملنے کیوں نہیں آئیں؟"

اس کا لہجہ خفا خفا سا تھا۔ سکھاں کے دل کی دھڑکن ایک دم تیز ہوئی تھی۔

”وہ جب میں نے آپ کو معاف کر دیا تھا تو آپ نے ہی تو کہا تھا کہ آپ اپنی سزا پوری کرنا چاہتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے لیے یہ سزا بھی کم ہے تو میں نے سوچا آپ کی سزا واقعی کم ہے مجھے بھی آپ کو ایک سزا دینی چاہیے۔“

سکھاں نے شرارتی لہجہ اپنایا تو دلدار نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

”تو تم نے سوچا کہ دلدار کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا سزا ہو گی کہ وہ پانچ سال تک اپنے محبوب کا چہرہ دیکھنے سے محروم ہو جائے۔“

دلدار نے اس کو گھورتے ہوئے کہا تو سکھاں سر جھکا گئی۔

”تو کیا واقعی ایسا نہیں ہے؟“

سکھاں نے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے پوچھا.

"ایسا ہی ہے، تم نے واقعی مجھے بہت کڑی سزا دی ہے سکھاں۔"

دلدار نے پچھلے پانچ سالوں کی ازیت یاد کرتے ہوئے کہا تو سکھاں نے اپنی نظریں اٹھائیں۔اس کی آنکھیں یکدم بھر آئیں تھیں۔دلدار نے آگے بڑھ کر اس کے آنسو پونچھتے ہوئے اس کا سر اپنے کندھے سے لگایا تو سکھاں سسک اٹھی تھی۔دلدار کی آنکھیں بھی نم تھیں لیکن وہ سکھاں کی کمر تھپکتے ہوئے اس کو خاموش کروانے لگا اور اسی لمحے وہاں کسی کے قدموں کی ہلکی سی چاپ سنائی دی تھی۔سکھاں تیزی سے پیچھے ہوئی تھی۔

"اسلام علیکم! مجھے عبدالہادی کہتے ہیں۔میں سابقہ سردار کا بیٹا ار باز کا نانا اور دلدار کا پوتا ہوں۔"

کسی نے بہت معصومیت سے آ کر اپنا تعارف کروایا تھا۔ وہ بچہ آئے گل سے کچھ بڑا لگ رہا تھا۔ دور پودوں کے پیچھے چھپی آئے گل نے اپنی محنت پر پانی پھرتے دیکھ کر غصے سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ سکھاں نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔ دلدار نے حیرت سے اس کے تعارف پر سکھاں کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن پھر سکھاں کی آنکھوں کی چمک اور عبدالہادی کے چہرے پر سکھاں اور اپنی مشابہت دیکھ کر دلدار حیرت سے بت بن گیا تھا۔

"یہ۔۔۔یہ میرا۔۔۔میرا بیٹا۔۔۔ہے۔"

ناجانے وہ سوال کر رہا تھا یا خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن عبدالہادی نے ضرور معصومیت سے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔ اور دلدار نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر تیزی سے عبدالہادی کو خود میں بھینچ لیا تھا۔ اور اس کو دیوانوں کی طرح پیار کر رہا تھا۔ کبھی اس کا ماتھا چومتا تو کبھی اس کا سر، کبھی اس کے گالوں پر بوسہ دیتا تو کبھی نرم اور چھوٹے چھوٹے ہاتھوں پر۔

"میرا عبدالہادی۔۔۔"

بار بار اس کے منہ سے بس عبدالہادی کا نام ہی نکل رہا تھا۔ جبکہ سکھاں نے بھی اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو صاف کیا تھا۔

"سکھاں مجھے تو عائث اور آہلہ نے کبھی نہیں بتایا تھا میرے بیٹے کے بارے میں۔"

دلدار بہت دیر بعد عبدالہادی کو اٹھا کر کھڑا ہوتے ہوئے شکوہ کناں انداز میں بولا تھا۔

"میں نے منع کیا تھا انہیں دلدار، میں جانتی ہوں کہ یہ غلط ہے لیکن جب انسان قید میں ہوتا ہے تو ایک ایک لمحہ کئی سالوں پر محیط لگتا ہے اور تب میں نہیں چاہتی تھی کہ آپ میرے ساتھ بیٹے کی یاد میں بھی وہاں تڑپیں۔ بس آپ کو اسی تکلیف سے بچانا چاہتی تھی۔"

سکھاں نے دلدار کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا شکوہ دور کیا اور اسی لمحے وہاں آئے گل آ دھمکی تھی ساتھ ہی عائث اور آہلہ بھی تھے۔

"دیکھا بابا جانی! کر دی نہ آپ کے بیٹے نے گڑ بڑ۔ میں نے اس کو کیا سکھایا تھا اور اس نے یہاں آ کر کیا کہہ دیا۔ اور پھر کہتے ہیں غلطی ٹیچر کی ہے۔"

آئے گل اس وقت بہت غصے میں لگ رہی تھی۔ اور عبدالہادی نے بے اختیار اپنا منہ دلدار کی گردن میں چھپانے کی کوشش کی تھی۔ جبکہ دلدار حیرت سے اور عائث' آہلہ اور سکھاں ہنستے ہوئے آئے گل کو دیکھ رہے تھے۔

"اچھا تو میری بیٹی عبدالہادی کی ٹیچر ہیں؟"

دلدار نے نیچے جھکتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے آئے گل کو بھی اٹھا لیا۔ اب اس کے ایک طرف عبدالہادی اور دوسری طرف آئے گل تھی۔ جبکہ سکھاں' عائث اور آہلہ مسکراتے ہوئے تینوں کو دیکھ رہے تھے۔

•••••••••••••••••

عائث بالکنی میں چائے کا مگ ہاتھ میں لیے غروب ہوتے سورج کو دیکھ رہا تھا جب اس کے پیچھے دلدار آ کھڑا ہوا۔

"میرے دماغ میں بہت سے سوال ہیں عائث، مجھے یقین ہے کہ ان سارے سوالوں کے جواب تمہارے ہی پاس ضرور ہوں گے۔"

دلدار نے اپنے دونوں ہاتھ کمر پر باندھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو عائث اس کی طرف مڑا۔

"میرے دماغ میں بھی کچھ الجھنیں ابھی تک موجود ہیں دلدار اور میں جانتا ہوں کہ ان کا جواب تمہارے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں ہو گا۔"

عائث نے چائے کا مگ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے کہا تو دلدار مسکرا دیا۔

"پوچھو۔۔۔"

دلدار نے اس کے ہاتھ سے مگ لیتے ہوئے چائے کا سپ لے کر کہا تو عائث ہنس دیا جبکہ دلدار بھی اس کو ہنستے دیکھ کر ہلکا سا ہنس دیا تھا۔

"تمہیں اماں سائین میرا مطلب ہے کہ ہماری ماں اماں سکینہ کے ساتھ ہوئے ظلم کے بارے میں کس نے بتایا اور تم بابا سائیں کے آنے سے پہلے کہاں تھے؟"

عائث کے سوال پر دلدار نے ایک گہرا سانس لیا اور چائے کا آخری سپ لے کر دیوار پر رکھ دیا اور پوری طرح عائث کی طرف متوجہ ہوا۔

جب میں اماں سائین کے پیٹ میں تھا تب ایک دن لوگوں کے رویے سے بہت دلبر داشتہ ہو کر اماں سائین اپنے گاوں کی دائی کے پاس گئی تھیں۔وہ دائی ہماری نانی سائین کی بہت اچھی سہیلی تھی۔اماں سائین نے اپنے ساتھ ہوئے سارے ظلم اس کو بتائے' قاسم شاہ کے بارے میں سب کچھ اس کو بتایا اور اس سے التجا کی کہ بچے کی پیدائش کے بعد وہ دائی وہ بچہ اپنے پاس رکھ لے۔اس دائی نے منع کیا اور اماں سائین کو سمجھایا کہ اب اس کی عمر نہیں رہی وہ جلد یا بدیر اس دنیا سے چلی جائے گی پھر اس کے بعد کون سنبھالے گا بچے کو۔اور پھر اس طرح جب اماں سائین کی ارباز چاچا سے شادی ہوئی تو اس کے جانے کے دوسرے ہی دن صبح صبح ایک فقیرنی کو بلا کر ان کی بھابیوں نے مجھے اس کے حوالے کر دیا۔لیکن اس فقیرنی کو دائی نے دیکھ لیا تھا۔اور پھر دائی مجھے اس فقیرنی سے لے کر اس گاؤں سے کہیں اور چلی گئی تھی۔وہ واپس مجھے اماں سائین کی بھابیوں کے پاس نہیں چھوڑ سکتی تھی کہ وہ پھر سے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتیں۔بس اس کے بعد دائی ہی میرا سب کچھ تھی۔میں انہیں باقی لوگوں کی طرح دائی کہتا تھا لیکن میرے لیے وہ میری ماں بھی تھیں اور باپ بھی۔البتہ جب میں بڑا ہوا اور مجھے دائی نے ساری حقیقت بتائی تو میرے دماغ میں ایک سوال ابھرا تھا کہ وہ مجھے میری ماں کے پاس کیوں نہیں لے گئی تھیں اور دوسرے گاؤں کیوں چلی گئیں۔تو اس

نے بتایا کہ اس نے مجھے چھڑواتے ہوئے اس فیقرنی کے سر پر لوہے کا سریا مارا تھا۔ جس سے اس کے سر سے بہت خون بہنے لگا تھا۔ دائی ڈر گئی کہ اگر فقیرنی مر گئی تو وہ پکڑی جائے گی۔ بس یہی سوچ کر وہ دوسرے گاؤں چلی گئی۔ پھر دو سال بعد وہ اماں سائین کے کے گاؤں ان کے گھر آئی تو پتا چلا کہ اماں سائین ایک بچے کی پیدائیش کے بعد اس دنیا میں نہیں رہیں۔"

دلدار نے مختصر انداز میں اس کو ساری بات بتائی وہ گہرا سانس لیتے ہوئے سر ہلا گیا۔

"اور تمہیں اس حقیقت کا کب پتا چلا کہ میں ارباز اور سکینہ کہ بیٹا ہوں جبکہ آہلہ قاسم شاہ اور اماں سائین کی بیٹی؟"

عائث کے دماغ میں ایک اور سوال کلبلایا تھا۔

"بختاں مائی کے زریعے۔ وہ اور بتول بیگم اس بارے میں باتیں کر رہی تھیں جب میں نے سن لیا تھا۔"

دلدار نے نیچے منہ کرتے ہوئے عائث سے سوال کا جواب دیا۔

''اور بابا سائیں کو کب پتا چلا کہ بختاں مائی اماں سکینہ کے ساتھ ہوئے ظلم اور قاسم شاہ کی حقیقت جانتی ہیں؟''

عائث کے سوال پر دلدار نے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں جانتا اس بارے میں عائث' ہوسکتا کہ قاسم شاہ کو کسی ملازمہ نے اماں سکینہ اور بختاں مائی کی باتیں سن کر بتایا ہو۔ لیکن اگر ایسا تو ہے پھر تو قاسم شاہ بہت پہلے ہی بختاں مائی کو قتل کر دیتے کیونکہ اماں سکینہ تو تمہاری پیدائش کے فوراً بعد اس دنیا سے چلی گئی تھیں۔ اور اس کے بعد تو بس ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے کہ اماں سکینہ نے فوت ہونے سے پہلے بختاں مائی کو اس حقیقت کے بارے میں بتایا تھا اور تب سے بختاں مائی قاسم شاہ سے نفرت کرنے لگیں اور انہیں شاید اب آکر جب موقع ملا تو انہوں نے غصے میں بول دیا ہوگا جس سے قاسم شاہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں بختاں مائی ان کا یہ

رازنہ کھول دیں اور پھر میرا سکھاں کو اغوا کرنا انہیں بختاں مائی کو قتل کرنے کا موقع سونپ گیا۔"

دلدار نے افسردگی سے کہتے ہوئے منہ پر ہاتھ پھیرا اور گہرا سانس لیتے ہوئے رخ موڑ گیا۔یقیناً سکھاں کے ساتھ ماضی میں برا کرنے پر دکھی تھا۔

"اچھا ایک آخری سوال ،مجھے آہلہ نے اور آہلہ کو سکھاں نے بتایا تھا کہ جب تم سکھاں کو اغوا کر کے لے گئے تھے تو وہاں تمہیں بختاں مائی کی موت کی خبر ملی تھی اور تب تم نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔اس کی کیا وجہ تھی جب کہ میں جانتا ہوں کہ تم یقیناً خوش نہیں ہو گے۔"

عائشہ نے اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"یار وہ اطلاع مجھے قاسم شاہ کے بندے نے دی تھی۔اگر میں اس کے سامنے خوشی کا اظہار نہ کرتا تو وہ میرے رویے کے بارے میں قاسم شاہ کو بتاتا اور وہ وقت سے پہلے ہی

محتاط ہو جاتے جبکہ میں ان سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ لیکن جس نے بختاں مائی کی جان لی تھی میں نے تمہارے پولیس سے پکڑوانے کے بعد فرار ہو کر سب سے پہلے اسی بندے کے ساتھ وہ حشر کیا تھا کہ وہ نہ زندوں میں شمار تھا اور نہ مردوں میں۔"

دلدار جانتا تھا کہ سکھاں بھی کبھی نہ کبھی اس سے یہ سوال کرے گی۔ اور اس کو ہمیشہ یہ بات اداس کر دیتی تھی کہ اس نے سکھاں کے سامنے انجانے میں ہی سہی بختاں مائی کی موت پر خوشی کو اظہار کر کے سکھاں کو شدید تکلیف پہنچائی ہے۔ جبکہ اسی بالکنی کے پیچھے بنے کمرے کی کھڑکی میں موجود سکھاں کے دل سے ایک پھانس تھی جو اب دلدار کی بات سن کر نکل گئی تھی۔ وہ پر سکون ہو کر نیچے چلی گئی۔

"اب تم بتاؤ عائث' قاسم شاہ اور ارباز چاچا کہاں ہیں؟"

دلدار نے عائث کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانک کر سوال کیا تو عائث کے ہونٹوں پر پھیکی مسکراہٹ پھیلی۔

"باباسائیں یعنی قاسم شاہ جیل جانے کے چند روز بعد ہی اس دنیا سے چلے گئے تھے۔ میرے سوالوں کے جواب دیے بغیر اور جواب تو ارباز یعنی 'میرے' باباسائیں نے بھی نہیں دیا اور اسی دنیا کی بھیڑ میں کہیں گم ہو گئے۔ تم بتاؤ دلدار میرا سوال کیا بہت مشکل تھا؟ میں نے دونوں سے ہی یہی سوال کرنا تھا کہ میری اماں سائین یعنی اس معصوم سکینہ کا کیا قصور تھا؟"

عائشہ نے کھوئے کھوئے انداز میں جواب دیتے ہوئے آخر میں دلدار سے سوال کیا تو وہ خود لاجواب ہو گیا۔ وہ خود بھی تو ان سے یہی سوال کرنا چاہتا تھا بس طریقہ دونوں کا مختلف تھا۔ البتہ دلدار اپنے دل میں قاسم شاہ کے لیے دکھ بھرے جزبات ڈھونڈنے میں ناکام رہا تھا۔

"عائشہ! ارباز چاچا کہاں ہیں؟"

دلدار نے اس کے سوال کو نظر انداز کر کے ارباز کے بارے میں پوچھا تو عائشہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں؟ان کو بہت ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے میں نے' کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں میں نے ان کو تلاش نہ کیا ہو۔اخبار میں بھی خبر دلوائی تھی۔نا جانے انہیں زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔آہلہ نے تو رو رو کر اپنی حالت خراب کر لی تھی۔وہ تو اب جیسے ایک یاد بن کر رہ گئے ہیں۔آج بھی باہر جاتے ہوئے میری اور آہلہ کی نظریں ارد گرد انہیں ہی ڈھونڈتی ہیں۔البتہ ہم نے کوشش کی ہے کہ ہمارے بچے اپنے دادا اور نانا کو نہ بھولیں۔وہ پورے فخر سے سب کو ان کے بارے میں بتاتے ہیں۔"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائشہ کی آنکھوں سے ایک آنسو گرا تھا۔دلدار نے آگے بڑھ کر اس کو گلے سے لگا لیا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کو خود سے الگ کرتے ہوئے بولا۔

"بہت بہت شکریہ عائشہ۔"

"کس لیے؟"

عائشہ حیران ہوا۔

''سکھاں کو اتنا بھائیوں والا مان دینے کے لیے'اور عبدالہادی کو میری غیر موجودگی میں ایک باپ کا پیار دینے کے لیے۔''

دلدار کی آنکھیں بھی نم تھی۔لیکن ہونٹوں پر مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

''یہ میرا فرض تھا دلدار!اور اب تم آگئے ہو تو سنبھالو اس حویلی کو'ویسے بھی اب تم سردار ہو۔تمہاری غیر موجودگی میں تو میں گھن چکر بن کر رہ گیا تھا کبھی یہاں تو کبھی وہاں۔''

عائشہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو دلدار نے اچنبھے سے اس کو دیکھا۔

''کیا مطلب'تم کہاں رہ رہے ہو؟''

دلدار نے حیرت سے پوچھا۔

''بھئی تم تو جانتے ہو نہ کہ مجھ سے یہ زمینوں وغیرہ کے چکر نہیں سنبھالے جاتے۔ میرا بزنس ہے کراچی میں اور گھر بھی۔اماں سائین(بتول بیگم)زیادہ وقت تو یہاں ہوتی ہیں البتہ جب میں شہر سے باہر ہوں تو وہ آہلہ اور آئے گل کے پاس کراچی چلی جاتی ہیں۔جبکہ پندرہ دن میں ایک بار بچوں کا بھی کراچی سے سکھر اور سکھر سے کراچی چکر لگ رہا ہوتا ہے۔''

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عائشہ نے اس کو مسکراتے تفصیل بتائی تو دلدار اس کو گھور کر دیکھا۔

''کس کو کہاں رہنا ہے یہ تو میں طے کروں گا فلحال تم کال اٹھاؤ۔کب سے کوئی کال کر رہا ہے اور تم نے سائلنٹ پر کیا ہوا ہے۔''

دلدار کی نظر دیوار پر رکھے فون پر پڑی جس کی اسکرین روشن تھی تو اس کو اٹھا کر عائث کو دیتے ہوئے بولا۔

"جان کا فون ہے۔"

عائث نے کال او کے کی پر اسی وقت جان نے کال منقطع کر دی۔ تو عائث اس کی اس حرکت پر ہنس پڑا۔ وہ جانتا تھا کہ اب وہ لاکھ کال کرے جب تک جان کو موڈ ٹھیک نہیں ہو گا تب تک وہ کال نہیں اٹھائے گا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں باتوں باتوں میں بھول ہی گیا کہ آج جان کو شہر سے لینے جانا تھا۔ آج صبح ہی وہ لندن سے واپس آیا ہے ہم نے کہا تھا کہ سکھر ہمارے ساتھ ہی چلو لیکن تب موصوف کو ضروری کام یاد آ گئے تھے۔ اور پھر جب ہم راستے میں تھے تو اس نے فون کیا کہ اس کو بھی لیتے ہوئے جائیں۔ لیکن جب اس کو پتا چلا کہ ہم کراچی سے نکل چکے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ شام تک میں بھی سکھر پہنچ جاؤں گا تو مجھے شہر سے پک کر لینا۔ اور پتا نہیں کب سے کال کر رہا تھا اور میں نے دیکھا ہی نہیں۔"

عائشہ نے جان کو کال ملاتے ہوئے دلدار کو تفصیل بتائی تو وہ بھی ہنس پڑا۔

”اور یہ حویلی میں چہل پہل کیوں ہے؟“

دلدار نے ملازموں کو افراتفری میں آتے جاتے دیکھا تو حیرانگی سے بولا۔

”جان اور پلوشے کی شادی کے انتظامات ہو رہے ہیں۔کل پلوشے کی مایوں ہے۔اور ان کے ولیمے والے دن میرا اور آپ کا بھی ولیمہ ہے۔“

عائشہ نے آنکھ مارتے ہوئے کہا تو دلدار نے ابرو اچکائے۔

”جان کی شادی والی بات سمجھ میں آتی ہے یہ ہمارے ولیمے والا کیا چکر ہے؟شادی کے پانچ سال بعد'لوگ کیا کہیں گے کہ بچے ہو گئے اور اب آ کر انہیں ولیمہ یاد آیا ہے۔“

دلدار کی بات سن کر عائث بھی اسی کے انداز میں ابرو اچکاتے ہوئے اسے چڑانے والے انداز میں بولا۔

”تو کس نے کہا تھا جناب کو کہ اغوا کر کے نکاح کریں۔اور پھر پانچ سال جیل میں گزاریں۔میری بہن نے تو معاف کر دیا تھا نہ تمہیں۔اور یاد ہو تو میرا نکاح بھی آپ کے ہی مرہونِ منت ہے۔تو ویسے تو پھر بچوں کے بعد خود ہی ہونے تھے نہ۔“

عائث کے انداز اور بات پر دلدار کھل کر ہنس دیا تھا۔جبکہ آخر میں عائث کی ہنسی بھی اس کی ہنسی میں شامل ہو گئی تھی۔

•••••••••••••••••

صفدر احمد' احمد اور فائزہ کی اکلوتی اولاد تھا۔پچھلے سال ایک پلین کریش میں احمد اور فائزہ انتقال کر گئے تھے۔تب سے احمد صاحب کا بزنس اس نے ہی سنبھالا ہوا تھا۔وہ جب بھی خود کو اداس یا اکیلا محسوس کرتا تو فیضان کے آفس یا اس کے گھر اس سے ملنے چلا

جاتا۔ فیضان اس کا یونی فیلو تھا اور دونوں میں بہت اچھی دوستی تھی۔ صفدر کے والدین کی وفات کے بعد اس نے ہی صفدر کو سنبھالا تھا۔ آج بھی صفدر فیضان سے ملنے اس کے آفس آیا ہوا تھا۔

"شادی کرلو، یہ تنہائی دور ہو جائے گی۔"

فیضان نے اس کو مسکراتے ہوئے مشورہ دیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تو تم مجھ سے تنگ آگئے ہو۔"

صفدر نے اس گھورتے ہوئے کہا تو فیضان سنجیدہ ہوا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو صفدر، بھلا میں تم سے کیوں تنگ آنے لگا۔ میں تو تمہیں بس ایک اچھا مشورہ دے رہا تھا۔"

فیضان نے خفگی سے کہا۔

"اتنے فضول مشورے اپنے پاس رکھو۔"

صفدر نے اپنے اور فیضان کے درمیان رکھی بڑی سی میز پر دونوں کہنیاں ٹکاتے ہوئے کہا۔

"اور اگر یہی مشورہ تمہیں آنٹی اور انکل دیتے تو پھر بھی تم نہ کرتے شادی؟"

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

فیضان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا تو وہ لاجواب ہو گیا تھا۔ اسی لمحے کسی نے آفس کے دروازے پر ناک کیا۔

"یس، کم ان۔"

فیضان نے اونچی آواز میں کہا۔تو دروازے پر موجود ایک لڑکی اندر داخل ہوئی۔صفدر کی اس کی طرف پیٹھ تھی۔

"سر یہ لیں فائل'اس میں جو بھی غلطیاں تھیں ان کی تصحیح میں نے کر دی ہے۔اور یہ آپ نے ناصر صاحب کی فائل منگوائی تھی۔"

آنے والی کی آواز بہت خوبصورت تھی۔ایسا صفدر کو لگا تھا۔اور اس نے بے اختیار اس کی طرف مڑ کر دیکھا تو چند لمحے وہ اس کے چہرے سے اپنی نظریں نہیں ہٹا پایا تھا۔ حجاب میں لپٹا میک اپ سے عاری صاف شفاف چہرہ اور حجاب کے اوپر سے لے کر پورے جسم پر پھیلی چادر'اس کی شخصیت متاثر کن تھی۔اور یقیناً صفدر بھی متاثر ہو گیا تھا۔

"جی مس ثناء! بہت اچھا کیا آپ نے'اور یہ ناصر صاحب کی فائل بھی آپ ہی دیکھ لیں۔اس کے علاوہ کل انٹرویوز کے لیے وقت دیا ہوا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ لڑکیوں کے انٹرویوز آپ لیں۔اس طرح وہ کمفرٹیبل رہیں گی۔"

فیضان نے ایک نظر فائل پر دوڑاتے ہوئے ثناء سے کہا تو وہ 'جی سر' کہہ کر چلی گئی۔ البتہ جاتے جاتے وہ خود کو گھورتے ہوئے صفدر کو سخت نظروں سے ضرور دیکھ کر گئی تھی۔

"جناب اب ہوش میں آجائیں، چلی گئیں وہ محترمہ۔"

فیضان نے میز پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ تو صفدر یکدم چونکا۔

"کون ہے یہ لڑکی؟ اور کہاں رہتی ہے؟"

یہ یہیں قریب ہی اسکائی کالونی میں رہتی ہے۔ تم بتاؤ، خیر تو ہے نہ؟"

فیضان نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے آخر میں ابرو اچکا کر پوچھا۔

”ہاں خیر ہے۔مجھے اس کی باقی معلومات دو۔“

صفدر نے فیضان کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”یہ بھی تمہاری طرح ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔اس کے والد کی ایک چھوٹی سی کریانے کی دکان تھی۔اور کچھ سال قبل اس کے والد ہارٹ اٹیک سے انتقال کر گئے۔ اور پھر اس کی ماں نے اسی کریانے اسٹور پر کام کر کے اس کو پڑھایا لکھایا اور جب اس کی جاب یہاں لگ گئی اور ان کے حالات بہتر ہونے لگے تو آج سے تین ماہ پہلے اس کی والدہ انتقال کر گئیں۔پھر اس کے بعد اس کے چچا اور چچی جو برے وقتوں میں غائب ہو گئے تھے اب پھر سے آ گئے ہیں اور اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ساتھ ان کی ایک بیٹی بھی ہے۔بس یہ کماتی ہے اور وہ تینوں ہڈ حراموں کی طرح کھاتے ہیں۔“

فیضان نے ثناء کی مختصر کہانی صفدر کو بتائی۔وہ اتنا تو سمجھ گیا تھا کہ صفدر ثناء میں دلچسپی لے رہا ہے۔اور اس بات سے وہ خوش بھی ہوا تھا کہ وہ یہی چاہتا تھا کہ صفدر اپنا گھر بسا لے۔اور پھر کچھ ہی دنوں میں صفدر کا رشتہ فیضان کے ماں اور باپ ثناء کے گھر لے کر

گئے۔ ثناء کے چچا چچی نے تو یہ سوچ کر صاف انکار کر دیا کہ اس کے جانے کے بعد ان کے لیے کون کمائے گا۔ لیکن ثناء فیضان کو پہلے ہی صفدر کے لیے اپنی رضامندی دے چکی تھی اسی لیے انہوں نے ثناء کے چچا چچی کی بات کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے ثناء کو انگھوٹی پہنا دی۔ اور پھر ایک ہفتے بعد ہی ثناء اپنا گھر اپنے چچا کے نام کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صفدر کی بیوی کی حیثیت سے اس کے گھر آ گئی۔

ثناء اور صفدر ایک ساتھ بہت خوش تھے۔ دونوں ہنی مون کے لیے پاکستان کے کچھ علاقے گھومنے کے بعد ترکی بھی گئے تھے۔ اور وہاں سے دو ماہ بعد واپسی پر ان کے ساتھ ایک اور جان بھی سانس لے رہی تھی۔ وہ دونوں بے پناہ خوش ہوئے۔ صفدر ثناء کا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھنے لگا تھا۔ ثناء بھی صفدر کے سنگ خود کو مکمل سمجھتی تھی۔ اور پھر ان کی زندگی کی خوشیوں میں 'جان' کے آنے کی صورت میں اضافہ ہوا۔

اسی طرح دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں گزرتے گئے۔ اور پھر ایک دن ان کی خوشیوں کو کسی کی نظر لگ گئی تھی۔ وہ دس سال کا تھا جب ایک دن صفدر کو ثناء کے ساتھ کسی بات بحث غصہ کرتے دیکھا۔ جان کو حیرت ہوئی کہ بابا کیوں

مما کے ساتھ غصہ کر رہے ہیں۔اور اس کی حیرت بجا تھی کہ آج تک اس نے کبھی بھی ان دونوں کو لڑتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔اور پھر اگلے ایک مہینے تک آئے دن صفدر اور ثناء کے درمیان لڑائیاں ہونے لگی تھیں۔اور ہر لڑائی کے دوران جان کسی صوفے کے پیچھے چھپ کر یا دیوار کے ساتھ لگ کر روتا رہتا اور جب صفدر غصے سے بڑ بڑاتا ہوا گھر سے چلا جاتا تو ثناء جان کو پورے گھر میں ڈھونڈتی اور پھر اس کے مل جانے پر اس کو گلے لگا کر خوب روتی۔اور پھر ان لڑائیوں کا انجام بھی جان کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا۔

اس دن صفدر گھر اکیلا نہیں آیا تھا بلکہ ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔جو پورے حق کے ساتھ صفدر کا بازو تھامے پنسل والی ہیل پہنے ٹک ٹک کرتی چل رہی تھی۔جان اوپر بالکنی سے اس کو انجان نظروں سے دیکھ رہا تھا۔اس کو وہ لڑکی اپنے بابا کے ساتھ چلتی ہوئی اچھی نہیں لگی تھی۔اور اسی وقت سیڑھیاں اترتی ثناء کی نظر ان پر پڑی تو وہ بھاگتے وہاں تک پہنچی تھی۔

”صف۔۔۔صفدر تت۔۔ تمہارے ساتھ یہ یہ کون ہے؟“

ثناء نے ہکلاتے ہوئے کسی خدشے کے تحت پوچھا تھا۔

"میری دوسری بیوی' کرن۔۔۔"

صفدر نے اس لڑکی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کو خود سے قریب کرتے ہوئے کہا تو ثناء کو لگا اس پر آسمان آ گرا ہو۔

"تم ایسا کیسے کر سکتے ہو میرے ساتھ صفدر؟"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ثناء رو پڑی تھی۔ لیکن صفدر کو اس کے آنسوؤں کی پروا نہیں تھی۔

"رونا دھونا مچانے کی ضرورت نہیں ہے ثناء' کرن اب میری بیوی ہے۔ یہ گھر میں نے تمہارے نام کر دیا ہے لیکن جب جان اٹھارہ سال کا ہو گا تو یہ گھر خود بخود اس کے نام ہو جائے گا۔ اس دوران یہ گھر تمہارے علاوہ اور کسی کے نام منتقل نہیں ہو سکتا۔ میں ہفتے میں دو تین بار چکر لگا لیا کروں گا لیکن صرف اپنے بیٹے کی خاطر۔"

صفدر نے جیسے ہر چیز پہلے سے پلان کی ہوئی تھی۔اس نے ثناء کو اپنا فیصلہ سنایا اور جانے لگا۔

”تو پھر میری بات سنتے جاؤ صفدر احمد، مجھے تم جیسے گھٹیا اور دوغلے انسان کے ساتھ نہیں رہنا۔مجھے طلاق دے کر جاؤ یا میں خلع کا کیس کر دوں گی۔“

ثناء نے آنسو پونچھتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا تو کرن سب کچھ اپنے مطابق ہوتا دیکھ کر مسکرا دی تھی۔

”دے دو طلاق اس کو ڈارلنگ، تمہیں تو ویسے بھی اب اس میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تو فائدہ اپنے ساتھ اس کو باندھ کر رکھنے کا۔“

کرن نے اپنے منہ سے پہلا جملہ ادا کیا تھا اور اسی لمحے اوپر بالکنی میں کھڑے جان کو شدت سے اس لڑکی کے ساتھ ساتھ باپ سے بھی نفرت محسوس ہوئی تھی۔صفدر جو

پہلے ہچکچاہٹ کا شکار تھا کرن کی بات سنتے ہی اس نے ثناء کو وہیں کھڑے کھڑے اپنی زندگی سے بے دخل کر دیا تھا۔

"کاغذات تمہیں کچھ دنوں تک مل جائیں گے۔"

ثناء جو صفدر کی کچھ لمحے کی خاموشی سے پر امید ہوئی تھی کہ شاید اسے کو اپنے کیے پر پچھتاوا ہو رہا ہے صفدر کے منہ سے طلاق کے الفاظ سنتے ہی نیچے گر پڑی تھی۔ جبکہ کرن نے صفدر کو بازو سے پکڑتے ہوئے وہاں سے چلنے کا اشارہ کیا تو وہ بھی ثناء پر آخری نظر ڈال کر اپنا رخ موڑ گیا۔

"مجھے آپ سے نفرت ہے' اور آپ سے بھی۔"

ماں کو نیچے گرتا دیکھ کو جان تیزی سیڑھیاں اتر کر آیا تھا اور ماں کا سر اپنی گود میں رکھ کر اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اس کے آنسوں پونچھتے ہوئے پہلے صفدر اور پھر کرن کو دیکھ

کر کہا تو جہاں کرن استہزائیہ انداز میں مسکرائی وہیں صفدر کے قدم سے زمین سے چپکے۔

"جان! میں آپ کا بابا ہوں۔آپ مجھ سے نفرت کیسے کر سکتے ہیں؟"

صفدر کو اس ایک جملے نے شدید ازیت دی تھی۔

"نہیں' آپ میرے بابا نہیں ہیں۔آپ گندے ہیں۔آپ بلکل بھی اچھے نہیں ہیں۔ آپ جائیں یہاں سے۔"

جان اپنا دائیاں بازو منہ سے رگڑتے ہوئے آنسو پونچھ کر بولا۔صفدر کو لگا جیسے وہ وہاں سے کبھی نہیں ہل سکے گا لیکن کرن اس کو وہاں سے گھسیٹتے ہوئے لے گئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اور پھر اگلے دو مہنیوں تک صفدر کوشش کے باوجود جان سے ملنے نہیں جاسکا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ جان کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھے اور شاید یہی اس کی بہت بڑی غلطی تھی۔

ثناء نے جب یہ دیکھا کہ صفدر جان سے ملنے نہیں آرہا تو وہ سمجھ گئی کہ صفدر کا دل پتھر کا ہو چکا ہے۔جان اس کے بعد سے نہ سکول جاتا اور نہ زیادہ بات کرتا' وہ زیادہ وقت ثناء کے ساتھ ہی گزارتا۔اب وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے آنسوں پونچھتے اور ایک دوسرے کو سہارا دیتے۔دس سالہ جان کہیں کھو گیا تھا یہ تو کوئی سمجھ دار مرد تھا جو ماں کو روتے دیکھ کر اس کے آنسو پونچھتا اور اس کو سہارا دیتے ہوئے کہتا کہ' ماما جب میں بڑا ہو جاؤں گا تو آپ کو بہت ساری خوشیاں دوں گا۔اور پھر آپ کبھی نہیں روئیں گی' اور یہ سن کر ثناء کے آنسو اور تواتر سے بہتے چلے جاتے۔اور پھر ایک دن اس کو اس کی یونی فیلو رائمہ کی کال آئی۔وہ شادی کر کے لاڑکانہ چلی گئی تھی۔جب اس کو ساری حقیقت کا پتا چلا تو اس نے ثناء کو اس بات پر راضی کیا کہ جان کو لے کر وہ اس کے گاؤں چلی آئے۔اس طرح ماحول تبدیل ہو گا تو جان کا کچھ دھیان بٹے گا۔اور کچھ دن رہ کر وہ پھر واپس کراچی چلی جائے۔اور پھر اس طرح وہ لاڑکانہ پہنچ گئے۔لاڑکانہ شہر میں رائمہ کا

ڈرائیور انہیں لینے کے لیے پہنچ گیا تھا۔اور اس طرح وہ گاڑی میں بیٹھے اور گاؤں کے لیے روانہ ہو گئے۔

....

مغرب کا وقت گزر رہا تھا۔جان چلتی گاڑی سے سنجیدگی سے ارد گرد کا نظارہ کر رہا تھا۔ اس کو لہلاتے کھیت اور کچی سڑکیں دیکھنے میں مزہ آ رہا تھا جبکہ دوسری طرف ثناء اپنے اور جان کے آنے والے دنوں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔اور اس کی آنکھیں ہمیشہ کی طرح نم تھیں۔اسی لمحے گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تو جان اور ثناء کا سر کھڑکی سے ٹکرایا۔ثناء نے تیزی سے جان کے سر کو سہلاتے ہوئے ڈرائیور کو ڈانٹا۔

"یہ کیا طریقہ ہے بھائی، آرام سے چلائیں گاڑی۔"

ثناء کے غصہ کرنے پر ڈرائیور تیزی سے پیچھے کی طرف مڑا۔

"بی بی آپ اپنے بیٹے کے ساتھ بھاگ جائیں یہاں سے، جلدی کریں۔"

ڈرائیور شدید بوکھلایا ہوا تھا۔ ثناء نے حیرت اور خوف سے اس کو دیکھا۔

"لیکن بھائی ہم کیوں بھاگیں، ہوا کیا ہے؟"

ثناء جان کو اپنے قریب کرتے ہوئے بولی۔

"بی بی جی وقت نہیں ہے۔ دائیں طرف والے کھیتوں میں چلی جائیں اور سیدھا بھاگتی رہیں۔ یہ کھیت ایک سڑک پر جا کر ختم ہوں گے۔ وہی سڑک رائمہ بی بی کے گھر تک آپ کو پہنچائے گی۔ لیکن دھیان رہے آپ کھیتوں سے باہر نہیں نکلیں گی جب تک کھیت ختم نہ ہو جائیں۔"

ڈرائیور تیزی سے کہتے ہوئے گاڑی سے نکلا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تو ثناء جان کو گھسیٹتے ہوئے گاڑی سے نکلی اور ارد گرد دیکھنے لگی۔ اسی لمحے دو سائے سامنے سے آتی

گاڑی سے جمپ لگا کر اسی طرف آتے دکھائی دیے۔البتہ اندھیرا چھا جانے کی وجہ سے ان کے چہرے واضح نہیں تھے۔جب کہ گاڑی دوسری طرف مڑ گئی۔

”جلدی نکلیں بی بی‘اللہ کا واسطہ یہاں سے بھاگیں۔“

ڈرائیور نے ثناء کو کھیتوں کی طرف ہاتھ کر کے شدید گھبراہٹ کے عالم میں کہا تو ثناء نے جان کو اٹھالیا اور تیزی سے گنے کے کھیت میں چھلانگ لگانا چاہی جب ایک گولی اس کی ٹانگ کو چیرتی ہوئی دوسری طرف سے نکلی۔تو ثناء کا سانس رکنے لگا۔اس کو خود سے زیادہ جان کی فکر تھی اور پھر اس نے جان کے گال پر بوسہ دیتے ہوئے تیزی سے ”جیسا ڈرائیور انکل نے کہا ہے ویسا ہی کرنا میری جان“ کہہ کر گنے کے کھیت میں دھکا دیا اور خود وہیں گر گئی۔اس دوران ڈرائیور ثناء اور جان کا بچاؤ کرتے کرتے ان کی کئی گولیاں کا نشانہ بن چکا تھا۔جب ثناء نے جان کو گنے کے کھیت کی طرف پھینکا تب ڈرائیور ان دونوں کے سامنے تھا یہی وجہ تھی کہ وہ آدمی جان کو نہیں دیکھ سکے تھے۔ اگر وہ خود بھی بھاگنے کا رسک لیتی تو وہ آدمی اس کی تلاش میں کھیت میں ضرور داخل ہوتے اور اس صورت میں وہ ثناء کے ساتھ جان کو بھی نہ چھوڑتے۔وہ وہیں نیچے گری

کھیت کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں جان کی کیپ گری ہوئی تھی جبکہ جان اس کو کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔

"واہ سائیں واہ! آج تو شہری مال مل گیا ہے۔"

ایک آدمی ڈرائیور کو گھسیٹ کر سڑک کے بائیں جانب پھینکنے چلا گیا جب کہ دوسرا آدمی ثناء کا ڈوپٹہ کھینچتے ہوئے اس کے چہرے پر انگلی پھیرتے ہوئے خباثت سے بولا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہاتھ مت لگاؤ مجھے زلیل انسان۔"

وہ لیٹے لیٹے ہی پیچھے ہوئی تھی۔اس کی ٹانگ سے دھواں دھار خون بہہ رہا تھا۔وہ شدید تکلیف کے عالم میں بول رہی تھی۔

"ہاہاہا! ویسے غلطی کردی میں نے تمہیں گولی مار کر، لیکن اس وقت مجھے کیا معلوم تھا کہ کوئی لڑکی ہوگی۔"

وہ شخص اس کو اپنی طرف کھینچ کر بولا اور پھر اس کا ڈوپٹہ اتار کر اس کی ٹانگ پر باندھ کر خون روکنے کی کوشش کی۔ لیکن ثناء جانتی تھی کہ یہ اس کی ہمدردی میں نہیں کیا اور وہی ہوا جس کا اس کو ڈر تھا۔ان درندوں نے انسان سے حیوان کے روپ میں آنے میں دیر نہیں کی تھی۔ وہ بھاگنے کی کوشش کرتی رہی لیکن وہ دو افراد تھے۔اس کی چیخیں دور دور تک گونج رہی تھیں لیکن اس جگہ دور تک کوئی گھر نہیں تھا۔اور چند گھنٹے بعد وہ حیوان اپنی حوس پوری کر کے ایک گولی اس کے پیٹ میں مار کر اس کو سڑک کے بیچ و بیچ لٹا کر جا چکے تھے۔ وہ ہوش میں تھی۔اس کے دماغ میں صرف ایک چہرہ تھا' جان کا۔اس کے دماغ میں ایک اور تصویر ابھری تھی۔اس نے جان کی ٹوپی گری دیکھی تھی۔اس میں اٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے وہ لیٹے لیٹے ہی سڑک کے دائیں جانے بڑھ رہی تھی۔اور پھر کافی دقتوں کے بعد جب وہ سڑک کے کنارے پر پہنچی تو اس کو وہ ٹوپی وہیں نظر آئیں۔ وہ جاتے جاتے اپنے بچے کی خوشبو محسوس کرنا چاہتی تھی۔ لیکن سڑک کھیت سے کچھ اونچی تھی۔اور پھر اس نے خود کو اس ٹوپی کی خاطر لیٹے لیٹے ہی کھیت میں گرا دیا۔وہ ٹوپی کے اوپر جا گری تھی۔اور تب اس کو ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز سنائی دی تو اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ گردن

موڑی۔وہاں ایک کھڈا تھا' جان اسی کھڈے میں موجود اپنا منہ گھٹنوں پر رکھے رو رہا تھا۔ثناء کا دل رکنے لگا تھا۔تو کیا ثناء کی ازیت وہ بھی محسوس کر رہا تھا۔وہ بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپنے لگی تھی۔

"جان۔۔۔میرے شہزادے۔۔۔"

ثناء کی آواز چیخنے کی وجہ سے بیٹھ چکی تھی لیکن جان تک وہ آواز بخوبی پہنچی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ماما۔۔۔ماما۔"

جان تیزی سے اٹھ کر اس کے پاس آیا تھا۔

"آپ گئے۔۔۔نہیں۔"

ثناء کی آواز مزید دھیمی ہوتی جا رہی تھی۔

”مجھے ڈر لگ رہا تھا ماما' آپ رو رہی تھیں نہ۔۔۔“

جان کے منہ سے نکلے الفاظ ثناء کا دل چیرنے کے لیے کافی تھے۔

”میں نے اللہ تعالی سے دعا بھی کی تھی کہ وہ آپ کو کچھ نہ ہونے دے۔۔۔اس نے میری دعا کیوں نہیں سنی ماما؟“

جان کی روتے روتے ہچکی بندھ چکی تھی۔

”بیٹا میں نے آپ کو سمجھایا تھا نہ کہ 'اگر اللہ اس وقت دعا قبول نہ کرے جب تم مانگو تو پھر صحیح وقت کا انتظار کرو' کیونکہ وہ تمہیں اس سے کئی گنا بہتر سے نوازنا چاہتا ہے۔“

اس نے یہ جملہ رک رک کر بمشکل بولا تھا۔اور پھر

اس نے جان کے چہرے کو قریب کیا اور اس کے ماتھے پر آخری بوسہ دیتے ہوئے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اپنا۔۔۔خیال رکھنا۔۔۔میرے ش۔۔۔ہ۔۔ہزادے۔"

اس کی سانسیں اکھڑ رہی تھی۔جان نے روتے روتے ثناء کے چہرے پر اپنا سر ٹکا دیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

•••••••••••••••••

جان کے چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے سے نشانات تھے۔تو کیا وہ اس کے سو جانے کے بعد بھی روتا رہا تھا۔پلوشے نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے سوچا اور پھر محبت سے اس کے سر میں انگلیاں چلانے لگی۔جان ہلکا سا کسمسایا اور پھر سے سو گیا۔تو پلوشے مسکرا دی۔

"اٹھ جائیں ڈاکٹر صاحب' اور کتنی دیر سونے کا ارادہ ہے؟"

پلوشے کی مسکراتی ہوئی آواز جان کے کانوں میں پڑی تو وہ بھی مسکرا دیا جب کہ اس کی آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔

"تمہارا میں شوہر ہوں۔ یہ ڈاکٹر صاحب کہنا ضروری ہے؟"

جان نے اس کے ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے میرا علاج بھی تو کیا ہے تو میں آپ کو ڈاکٹر صاحب کہہ کر بلاؤں گی۔"

پلوشے نے شرارت سے اس کو چڑاتے ہوئے کہا۔

"ہیں؟ میں نے کب تمہارا علاج کیا ہے؟"

جان نے آنکھیں کھول کر ایک ہاتھ سے آنکھیں مسلتے ہوئے کہا۔

"میرے دماغ کا علاج آپ نے ہی تو کیا تھا۔"

پلوشے کی بات پر جان نے اٹھ کر بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگا لی۔

"کب کیا ہے میں نے تمہارے دماغ کا علاج؟ اور ویسے بھی میں تو دماغ کا ڈاکٹر ہوں ہی نہیں۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جان اس کے چہرے پر موتیوں کی طرح پانی کے چھوٹے چھوٹے قطروں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ شاید وہ ابھی ابھی منہ دھو کر آئی تھی۔

"جب میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بلکل مفقود ہو چکی تھی۔ جب کسی نے بھی میری نفسیات سمجھنے کی کوشش نہیں کی تب آپ ہی تو تھے جنھوں نے میری نفسیات کو

سمجھا'اور پھر آپ ہی تو پچھلے پانچ سالوں میں آہستہ آہستہ مجھے سمجھاتے رہے۔اور میں جو بلکل زہنی مریض بن چکی تھی آپ نے ہی تو مجھے اس مرض سے نجات دلائی۔"

پلوشے نے آہستہ آہستہ اس کے سوال کا جواب دیا۔

پانچ سال پہلے آہلہ نے تو اسپتال میں ہی اس کو اور نوری کو معاف کر دیا تھا جبکہ عائث نے ان دونوں کی شکل دیکھنا بھی گوارہ نہیں کی تھی۔وہ قانون کی سزا سے تو بچ گئی تھی لیکن وہ خود کو سزا دینا شروع ہو گئی تھی۔کہیں آنا جانا اس نے خود پر حرام کر لیا تھا۔کوئی گھر آتا تو بھی اس سے ملنے سے انکار کر دیتی۔اس نے اپنی طرف آتی ہر خوشی کو روک دیا تھا۔چند ماہ تو یہ سب کچھ چلتا رہا پھر ایک دن عائث اور آہلہ کی مدد سے جان پلوشے کے گھر اس سے ملنے گیا۔اس نے ملنے سے انکار کر دیا تھا لیکن جان واپس نہیں گیا تھا۔ اور اس دن سے جان نے پلوشے کو اس فیز سے نکالنا شروع کر دیا۔اور پھر پورے پانچ سال تک وہ جہاں بھی جاتا لیکن پلوشے سے رابطے میں رہتا۔دو سال پہلے ہی اس نے پلوشے کے والدین سے اس کا ہاتھ مانگ لیا تھا لیکن پلوشے راضی نہیں تھی۔اس نے وقت مانگا تھا۔اور دو سال بعد چند دن پہلے ہی اس نے جان کے لیے اپنے والدین کو ہاں

کر دی۔تو جان فوراً واپس آیا تھا۔جبکہ عائث نے سختی سے کہہ دیا تھا کہ جان کی بارات حویلی سے جائے گی اور واپس بھی یہیں آئے گی۔اور جان اس کی اتنی محبت اور خلوص سے کہنے پر انکار نہیں کر پایا تھا۔اور اس طرح کل رات پلوشے ہمیشہ کے لیے پلوشے شاہ سے پلوشے جان بن کر اس کی زندگی میں شامل ہو گئی تھی۔

”پھر بھی تم نے اتنی دیر لگا دی ہاں کرنے میں ظالم لڑکی۔“

جان نے بات کو مزاح کو رخ دیا تو پلوشے سر جھکا کر مسکرا دی۔پھر جیسے یاد آنے پر چونکی۔

”کیا کل رات میرے سونے کے بعد آپ روتے رہے تھے؟“

پلوشے کے سوال پر جان کو یاد آیا کہ کل رات اس نے اپنی زندگی کی ساری حقیقت پلوشے کے سامنے بیان کی تھی۔اور اس دوران جان اس حادثے کو یاد کرتے کرتے رو

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پڑا تھا۔پلوشے بھی اس کے دکھ کو محسوس کرتے ہوئے اپنے آنسو نہیں روک پائی تھی۔

''یہ سالوں کا معمول ہے پلوشے'جب بھی خاص طور پر اس واقعے کو یاد کرتا ہوں تو نہ اتنی جلدی نیند آتی ہے اور نہ اتنی جلدی آنسو رک پاتے ہیں۔''

جان زخمی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو پلوشے اس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے بولی۔

''آئندہ جب بھی آپ کو آنسو بہانے ہوں آپ میرے سامنے بہا لیجئے گا۔لیکن یوں رات کے اندھیرے میں اپنے آنسوں گم مت کیا کریں۔''

پلوشے کی بات پر جان آسودگی سے مسکرا دیا۔

....

”زندگی میں ہر خواہش کا پورا ہونا ضروری نہیں ہے۔ صبر ،شکر اور عاجزی اللہ تعالی کو بہت پسند ہے۔ جب کہ وہیں غرور ،تکبر اور اللہ پر بے یقینی اور بندوں سے امیدیں لگانا اللہ تعالی کو سخت ناپسند ہے۔ اب میں آپ کو ان لوگوں کی مثال دیتی ہوں جنہیں آپ بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں۔

قاسم شاہ ،جی ہاں میرے نانا قاسم شاہ جو کہ آج سے بیس سال پہلے اس گاؤں پر حکومت کر چکے ہیں۔ لیکن انہوں نے صرف گاؤں پر ہی حکومت کی اپنے غرور تکبر کے باعث کسی کے دل پر حکومت نہ کر سکے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ان کا کیا انجام ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

میرے دادا ارباز ،وہ آج تک لاپتہ ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ اس دنیا سے جا چکے ہوں لیکن وہ جانے سے پہلے اسی دنیا کی بھیڑ میں گم ہو چکے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ پر یقین نہیں کیا ،اللہ کے ہی پیدا کردہ بندے سے توڑ گئے لیکن یہ نہ سوچا کہ سب سے بڑا ،رحمان ،رحیم اور ہر چیز پر قادر صرف اللہ ہے۔

لیکن وہیں ہمیں کچھ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جنہوں نے دنیا کی غفلت سے نکلنے میں دیر نہ کی۔

اور دنیا کی بھیڑ میں گم ہونے سے بچ گئے۔"

وہ ہاتھ میں مائک پکڑے اور دوسرا ہاتھ سامنے موجود اونچے ڈیسک پر رکھے دھیمے انداز میں بول رہی تھی۔اس کی بات ختم ہوتے ہی ہر طرف تالیوں کا شور اٹھا تھا۔اور تالیاں بجانے میں سب سے اگلی قطار میں لگی کرسیوں پر موجود آہلہ اور عائث بھی شامل تھے۔ جبکہ دوسری قطار میں دلدار اور سکھاں کے درمیان میں موجود عبدالہادی نے ہاتھ اوپر اٹھا کر تھمز اپ کا اشارہ کیا تو آئے گل چمکتی آنکھوں سے مسکرا اٹھی تھی۔اس کے تھوڑی دیر بعد مائک سے ایک اور آواز ابھری تھی۔

"اسلام علیکم! میں ایک بیٹی ہوں۔تو کیا یہ میری ماں کا قصور تھا؟لیکن ایک منٹ، میں قصور کیوں کہہ رہی ہوں؟ کیا قرآن میں کہیں بھی لکھا ہے کہ بیٹی کا پیدا ہونا قصور ہے؟یقیناً نہیں، بیٹی پیدا ہوتی ہے تو وہ کسی کا بھی قصور نہیں ہوتی، وہ رحمت ہوتی ہے۔ اللہ کی رحمت۔اب جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری بیٹی نہیں تو ہماری نسل کون چلائے

گا۔مجھے بتائیں کہ ہمارے پیارے نبی (ص) نے بھی کبھی یہ کہا؟ نہیں۔۔۔تو پھر آپ کون ہوتے ہیں بیٹیوں سے نفرت کرنے والے ' بیٹیوں کی پیدائیش پر شرمندہ ہونے والے اور لوگوں سے منہ چھپانے والے؟ بیٹی مسئلہ نہیں ' بیٹی زحمت نہیں ' بیٹی بوجھ نہیں اس کو لوگوں کی غلط سوچ نے مسئلہ بنادیا ہے ' زحمت بنادیا ہے ' بوجھ سمجھ لیا ہے۔ اور آج کے دور میں بھی یہ سوچ ایک تلخ حقیقت کی صورت ہمارے معاشرے کا حصہ ہے۔آخر کیوں بیٹی کی پیدائش پر لوگوں سے منہ چھپایا جاتا ہے؟ جبکہ وہیں بیٹے کی پیدائش پر ڈھول باجوں کے ساتھ جشن منایا جاتا ہے. کیا یہی تعلیم دی تھی ہمارے پیارے نبی (ص) نے؟ نہیں ہرگز نہیں۔تو پھر کیوں آج بھی بیٹی کی پیدائش کی خبر سن کر لوگوں کے چہرے سوالیہ نشان بن جاتے ہیں؟ آپ دیکھیں اور سوچیں کہ کہیں آپ کے دماغ میں بھی اس سوچ نے ڈیرہ تو نہیں ڈال لیا کہ بیٹی رحمت نہیں زحمت ہے۔میری ایک التجا ہے آپ سب سے۔خدارا بیٹی کے معاملے میں قاسم شاہ نہ بنیں کہ آپ کی وجہ سے کئی ماؤں کے دل اور ان کی گودیں اجڑ جائیں۔"

وہ اپنی بات ختم کر کے خاموش ہوئی تو سب ابھی تک اس کی آواز اور الفاظ کے سحر میں کھوئے ہوئے تھے۔وہ آہلہ تھی۔وہ آج بھی اتنی ہی بہادر اور صحیح بات پر ڈٹ جانے

والی تھی۔ وہ اسٹیج سے اتر کر پورے اعتماد کے ساتھ چلتی ہوئی عائث کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ کر اپنا سر عائث کے کندھے سے ٹکایا تو عائث نے چونک کر اس کو دیکھا اور پھر اپنا بازو اس کے گرد لپیٹتے ہوئے اطمینان سے مسکرا دیا۔

ختم شد

. . . .

اسلام علیکم! امید ہے میرے تمام ریڈرز خیریت سے ہوں گے۔ اس پہلے کہ میں اس ناول کی کوئی بات کروں پہلے میں آپ سب ریڈرز کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی۔ وجہ میرا پہلا ناول 'غازی' ہے۔ جب میں نے 'غازی' لکھنا شروع کیا تھا تو مجھے بلکل اندازہ نہیں تھا کہ اس کا مجھے بہت اچھا فیڈبیک ملے گا۔ میں بس لکھتی ہی جا رہی تھی اور جب ناول مکمل پبلش ہوا اور ریڈرز کا بہت اچھا فیڈبیک ملنا شروع ہوا تو میں بہت حیران ہوئی اور ساتھ ہی بہت خوش بھی۔

اب آتے ہیں اس ناول کی طرف تو 'میں کملی ہوئی تیرے عشق میں' لکھنے کی ہمت مجھے آپ لوگوں نے دی۔ بلکل، جیسا کہ میں نے کہا کہ میرا ناول 'غازی' بہت سراہا گیا۔

بس تب ہی میں نے اس ناول کو لکھنا شروع کر دیا۔اور اب میں بہت خوشی محسوس کر رہی ہوں اس ناول کو مکمل کر کے۔

اس ناول میں میں نے چھوٹے چھوٹے کچھ پیغام دینے کی کوشش کی ہے۔امید ہے آپ سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

اور سب سے آخر میں یہ کہ میری غلطیوں کو نظرانداز کرنے کی ضرورت ہر گز نہیں، کیونکہ میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے ناول سے غلطیاں (جو واقعی غلطیاں ہوں، جو بات غلط لگے۔ٹائپنگ مسٹیکس نہیں) نکالیں تاکہ میری اصلاح ہو اور آئندہ میں وہ غلطیاں نہ دہراؤں۔

اب میں اجازت چاہوں گی۔ پھر ایک نئی تحریر، نئے الفاظ اور نئے پیغام کے ساتھ ملاقات ہو گی۔

اللہ نگہبان

****

❤ ختم شدہ ❤

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین